واقعۂ کربلا

ترجمۂ مقتل الحسینؑ

ابو مخنف لوط بن یحیٰ ازدی غامدی کوفی

متوفی: ۱۵۸ ہجری قمری (طبری کی روایت کے مطابق (

تحقیق:

شیخ محمد ہادی یوسفی غروی

ترجمہ:

سید مراد رضا رضوی

Presented by Ziaraat.Com

حرف آغاز

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے، حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں، تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے اپنی استعداد وقابلیت کے اعتبار سے اس کی کرنوں سے فیض حاصل کیا۔

اسلام کے مبلغ وموسّس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا۔ آپ کے تمام الٰہی پیغامات نظریات اور اعمال فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھے، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ وہ تہذیبی اصنام جو ممکن ہے کج فکر افراد کو دیکھنے میں اچھے لگتے ہوں لیکن اگر وہ حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا شعور نہ رکھتے تو مذہبِ عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گراں بہا میراث کہ جس کی حفاظت وپاسبانی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر کی ہے، خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر وقت کے ہاتھوں اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پرواکئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں اسلامی دنیا کو خدمت میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظریاتی موجوں کے مقابلے میں اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی اور ہر زمان ومکان میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام، قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں۔ اسلامی دشمن اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوست اس مذہبی وثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں۔ یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام (عالمی اہل بیتؑ کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری ویکجہتی

Presented by Ziaraat.Com

کو فروغ دیناوقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایاہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہوسکے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر عقل و خرد پر استوار اہل بیت عصمت و طہارت کی تعلیمات و ثقافت کو ماہرانہ انداز میں عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوّت و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب "وقعۃ الطف" (جس کو جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو تحقیق فرما کر یکجا کیا ہے) کو فاضل جلیل جناب مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے، جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔ اسی مقام پر ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے۔ خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔ والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

گفتار مترجم

کربلا کی تاریخ وہ انقلاب آفرین تاریخ ہے جو اپنے بعد کے تمام حرّیت پسند انقلابوں کے لئے میر کارواں کا مقام رکھتی ہے۔ وہ انقلاب قومی و ملی ہوں یا ذہنی و فکری، ہر انقلاب کے سنگ میل اور رہنما کا نام کربلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست طاقتوں نے ہمیشہ اس کے انمٹ نقوش مٹانے کی بھرپور کوشش کی؛ کبھی خود کربلا اور اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کی تو کبھی اس حماسہ آفرین واقعہ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں تحریف ایجاد کر کے اس زندگی ساز حسینی انقلاب کے رنگ کو ہلکا کرنا چاہا لیکن ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بنی امیہ اور بنی عباس نے اپنی پوری طاقت صرف کردی؛ کبھی حسینی زائروں کو تہہ تیغ کیا تو کبھی کربلا کو ویران کیا لیکن اللہ رے آتش عشق حسینؑ جو مزید شعلہ وری ہوتی گئی اور باطل کی آرزوؤں کے خرمن کو خاکستر کرتی گئی۔ حکومتوں کے زر خرید غلاموں اور ان کی چشم و ابرو کی حرکت پر کام کرنے والے کارندوں نے بھی ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن حق کو کبھی کوئی مٹا نہیں سکتا۔

کربلا کی تاریخ پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مورخ کا نام ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوفی ہے؛ جنہوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ (ایک یا دو واسطے

Presented by Ziaraat.Com

سے) واقعہ کربلا کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس کا نام مقتل الحسین رکھا، لیکن یہ کتاب حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگی کیوں کہ اس کتاب سے حکومت کی کارستانیاں اور اس کی ظلم وستم کی پالسیاں کھل کر سامنے آرہی تھیں لہٰذا اس کتاب کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔ آخر کار ہوا بھی یہی کہ آج اصل کتاب ہماری دوسری میراثوں کی طرح ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ ایک تحریف شدہ کتاب لوگوں کے درمیان موجود ہے جس کے بارے میں وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تدوین ابو مخنف نے کی تھی۔

اس کتاب کی قدیم ترین سند وہی ہے جسے طبری نے مختلف تاریخی مناسبتوں کے اعتبار سے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

خداوند عالم، محقق محترم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ پر رحمتوں کی بارش کرے، جنھوں نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو یکجا کیا اور اس پر تحقیق فرما کر اس کتاب کو ایک تحقیقی درجہ عطا کر دیا۔ محترم محقق نے اس کتاب کا نام '' وقعۃ الطف '' رکھا، جس کا ترجمہ '' واقعۂ کربلا '' آپ کے سامنے موجود ہے۔

واضح رہے کہ طبری شیعہ مورخ نہیں ہے لہٰذا قاتلان اور دشمنان امام حسین علیہ السلام کے لئے جو الفاظ استعمال کرنے چاہیئے وہ کہیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ مجالس کے صدقہ میں جو باتیں محبّان اہل بیتؑ کے ذہن میں موجود ہیں اس کتاب میں بہت سارے موارد ایسے ہیں جو ان افکار کے مخالف ہیں۔ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ وہ باتیں غلط ہیں اور جو کچھ اس کتاب میں ذکر ہوا وہی صحیح ہے، بلکہ مصائب کا تذکرہ کرنے والے افراد متاب ہونے کے لئے مختلف مقاتل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ عزاداروں کے سامنے پیش کرتے ہیں، لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھیں، تاکہ واقعۂ کربلا کے تجزیہ میں انھیں آسانی ہو اور آنسو کے مقولہ سے ہٹ کر کہ جو واقعۂ کربلا کا ایک اساسی اور بنیادی رکن ہے، امام حسین علیہ السلام کی امن دوستی اور باطل ستیزی کا بغور مطالعہ کر کے مدعی امن وامان کے سامنے پیش کر سکیں، تاکہ امن وامان کے نعرہ میں دھشت گردی پھیلانے والوں کا چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور کربلا کی آفاقیت کا آفتاب، امن وامان کی روشنی کے ذریعے دنیا کو خوف وہراس اور دھشت گردی کی تاریکی سے نجات دے۔

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ قلمی خدمت کرنے والے افراد تو بہت ہیں لیکن ان کی قلمی خدمات کی قدر نہیں ہوتی اور ان کو کوئی چھپوانے والا نہیں ملتا۔

انقلاب اسلامی ایران جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری میں برپا ہوا اور جس نے کربلا کے انقلاب کو پھر ایک نیا رخ دیا اور ساری انسانیت با لخصوص شیعیت کو افق کائنات کا آفتاب بنا دیا؛ اسی انقلاب کا صدقہ ہے جو آج رہبر انقلاب حضرت آیۃ العظمی خامنہ ای مدظلہ العالی کی رہبری میں شیعیت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچ رہا ہے اور مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے دنیا کی تمام زبانوں میں پیغام اسلام بالخصوص پیغام تشیع کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب ہیں اور قابل تبریک وتحسین ہیں۔

یہ کتاب بھی اسی ادارہ سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

خداوند متعال اس ادارہ کے مسؤلین اور دیگر مخلصین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای، دیگر مراجع عظام اور نظام اسلامی کا سایہ تا ظہور حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

والسلام

Presented by Ziaraat.Com

سید مراد رضا رضوی

۱۵ رجب ۱۴۲۶

مقدمۂ مولف

جب انسان نے لکھنا سیکھا تو اپنے اور دوسروں کے کارناموں کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس طرح آہستہ آہستہ تاریخ وجود میں آئی۔

ظہور اسلام کے وقت عرب میں تاریخ چند ایسے لوگوں پر منحصر تھی جو انساب عرب سے آگاہ اور انکے اہم دنوں سے واقف تھے۔ عرب ان کو علامہ (۱) کہا کرتے تھے۔ انہیں میں سے ایک نضر بن حارث بن کلدہ تھا جو ایران و روم کا سفر کیا کرتا تھا اور وہاں سے ایسی کتابیں خرید کر لاتا تھا جس میں اہل فارس کی داستانیں ہوا کرتی تھیں؛ جیسے رستم و اسفندیار وغیرہ کی کہانیاں۔ یہ شخص انہیں کہانیوں کے ذریعے لوگوں کو لہو و لعب میں مشغول رکھتا تھا تاکہ لوگ قرآن مجید نہ سن سکیں۔ خداوند عالم کی طرف سے اسکی مذمت میں آیت نازل ہوئی: " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ " (۲)

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں اپنی سند سے امام موسی کاظم علیہ اسلام سے روایت بیان فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا : علامہ، آنحضرتﷺ نے سوال کیا: علامہ سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ عرب کا سب سے بڑا نسب شناس، اہم واقعات اور تاریخوں سے آگاہ اور اشعار عرب کا بڑا واقف کار ہے؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسا علم ہے کہ نہ تو اس سے جاہل رہنا ضرر رساں ہے اور نہ ہی اس کا جاننا مفید ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم تین چیزوں پر مشتمل ہے، آیۃ محکمہ، فریضۃ عادلہ اور سنۃ قائمہ، اس کے علاوہ سب بیکار ہے۔ (کافی، ج۱، ص۳۲(

۲۔ سور�ۂ لقمان آیہ ۶۔۷۔ تفسیر قمی، ج۲، ص۱۶۱، مطبوعہ نجف و تفسیر ابن عباس، ص ۳۴۴ مطبوعہ مصر

مدینہ میں بھی اسی طرح کا ایک شخص تھا جس کا نام سوید بن صامت تھا وہ انبیائے ماسلف کے قصّے کو جو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں موجود تھے لوگوں کو جمع کر کے سنایا کرتا تھا اور اس طرح سے لوگوں کو بیہودہ باتوں میں مصروف رکھتا تھا۔ جب اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سنی تو مدینہ سے حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ سوید نے آپ سے کہا: ہمارے پاس لقمان کے حکمت آمیز کلمات موجود ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذرا مجھے بھی دکھاؤ! اس نے ایک نوشتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ان ھٰذا الکلام حسن والذي معي احسن منہ ،قرآن انزلہ اللہ عليّ ھدی و نوراً"(۱(

بیشک یہ کلام اچھا ہے لیکن میرے پاس اس سے بھی بہتر کلام قرآن ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے جو ہدایت اور نور ہے۔

تاریخی دستاویز میں گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کی داستانیں بھی شمار ہوتی ہیں، جسے طبری اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ یہ وہی تاریخی شواہد ہیں جو اسلام سے قبل بعض اہل کتاب دانشوروں کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں؛ لہذا ظہور اسلام اور قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہونے سے پہلے کی تاریخ کے سلسلے میں ہماری معلومات اسی حد تک محدود ہے۔ ایسے بدترین ماحول میں اسلام، قرآن مجید کے ہمراہ آیا اور صبح و شام اس کی تلاوت ہونے لگی۔ ایسی صورت میں حفاظ کرام کے حفظ کے باوجود ضرورت پیش آئی کہ اس مبارک کتاب کو قلمبند کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر قرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دور میں صفحۂ دل پر نقش ہونے کے ساتھ ساتھ صفحۂ قرطاس پر بھی محفوظ ہونے لگا، لیکن قرآن کی تفسیر ،گذشتہ شریعتوں اور ادیان کی خبریں، مسائل و احکام شرعیہ کی تفصیلات کے سلسلے میں پیغمبر اسلامؐ کی احادیث، آپ کی سیرت و سنت اور جنگ و غزوات کے حالات کی تفصیلات غیر مدوّن رہ

۱۔ طبری، ج۲، ص۳۵۳، مطبوعہ دار المعارف و یعقوبی، ج۲، ص۳۰، مطبوعہ نجف

گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فنا سے ملک بقا کی طرف کوچ کر گئے؛ اب آپ کے پیرو مسلمان ان لوگوں سے حدیثیں کسب کرنے لگے جنہوں نے احادیث کو حفظ کر لیا تھا اور خود پیغمبر اسلامؐ سے ان حدیثوں کو سنا تھا یا رسول اللہؐ کی عملی زندگی میں اس کو دیکھا تھا۔

ادھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سر اٹھانا شروع کیا جو آپ کی حیات میں مسلمان ہونے کا دم بھرتے تھے ایسے

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں کے خلاف اصحاب رسول جنگوں میں شرکت کے لئے میدان میں اتر آئے توفقط یمامہ کی جنگ میں جو مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے خلاف لڑی گئی تھی تقریباً تین سو(۳۰۰)افراد سے زیادہ شہید ہوئے(۱) ایسی صورت حال میں اصحاب کواحادیث رسول کی تدوین کی فکر لاحق ہوئی، لیکن صحابہ اس پر متفق نہ ہوسکے؛ بعض نے اجازت دی تو بعض نے منع کیا لیکن افسوس اس کا ہے کہ ترجیح تدوین سے روکنے ہی والوں کو دی گئی کیوں کہ ادھر خلیفہ اول(۲)ودوم(۳)وسوم(۴) تھے۔ منع حدیث کا یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری تک ان کے پیروؤں کے درمیان باقی رہا آخرکار مسلمانوں نے مل جل کر خود کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔

اسلام کا پہلا تاریخ نگار

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کے بعد تدوین وتحریر کے کام کو لازم وضروری سمجھتے ہوئے قلم سنبھالا اور خود یہ عہد کیا کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر ردا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید کو ترتیب نزولی کے مطابق مرتب نہ کرلوں۔اس تدوین میں آپ نے عام وخاص، مطلق ومقید، مجمل ومبین، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، رخصت وعزائم اور آداب وسنن کی طرف اشارہ کیا، اسی طرح آیات میں اسباب نزول کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی اور جہاں بعض پہلوؤں میں مشکل دکھائی دیتی تھی اس کو بھی واضح کیا۔

۱۔ طبری، ج۳، ص۲۶۹، طبع دار المعارف

۲۔تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۳و۵

۳۔ گذشتہ حوالہ، ج۱، ص۷، ۴، ۳؛ بخاری، ج۶، باب الاستیذان؛ طبقات بن سعد، ج۲، ص۲۰۶

۴۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۶۳، کتاب'' السنۃ قبل التدوین'' ملاحظہ ہو۔

کتاب عزیز کی جمع بندی کے بعد آپ نے دیّات کے موضوع پر بھی ایک کتاب تالیف فرمائی جسے اس زمانے میں ''صحیفہ'' کہا جاتا تھا۔ابن سعید نے اپنی کتاب کے آخر میں جو ''الجامع'' کے نام سے معروف ہے اس کا ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے مثلاً جلد اول کی ''کتاب العلم'' ہی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی زمانے ہیں آپ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت نے آپ کی اس روش کی بھرپور پیروی کی جن میں ابورافع ابراہیم القبطی اور اس کے فرزند علی بن ابی رافع اور عبید اللہ بن ابی رافع قابل ذکر ہیں۔

عبید اللہ بن ابی رافع نے جمل، صفین اور نہروان میں شرکت کرنے والے اصحاب کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی(۱) جو تاریخ تشیع میں، تاریخ کی سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔تاریخ نویسی میں شیعہ تمام مسلمانوں کے درمیان میر کارواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔دیگر مورخین جیسے محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ، ابو مخنف لوط متوفی ۱۵۸ھ اور ہشام کلبی ۲۰۶ھ وغیرہ کی تاریخی کتابیں، تاریخ اسلام کے اولین مصادر ومنابع میں شمار ہوتی ہیں۔(۲(

کربلا

دشت کربلا میں وہ غمناک اور جاں سوز واقعہ رونما ہوا جسے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔اس سرزمین پر سبط رسول اکرمؐ سید الشہداء حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام کے اوپر وہ وہ مظالم ڈھائے گئے جس سے تاریخ کا سینہ آج بھی لہولہان ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ دردناک واقعہ جو ۶۱ھ میں پیش آیا، داستانوں کی صورت میں لوگوں کے درمیان سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچتا رہا ۔یہ واقعات لوگوں نے ایسے افراد کی زبانی سنے

۱۔ رجال نجاشی، ج۱، ص۵، مطبوعہ ہند؛ الفہرست، ص ۱۲۲، مطبوعہ نجف

۲۔ مزید معلومات کے لئے مؤلفوا الشیعہ فی الاسلام، الشیعہ وفنون الاسلام، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص ۹۱۔ ۲۸۷؛ اعیان الشیعہ، ج۱، ص ۸ و ۴۸، اور الغدیر، ج۶، ص ۲۹۰۔ ۲۹۷ کا مطالعہ کیجئے۔

جو وہاں موجود تھے اور جو اُن خونچکاں واقعات کے عینی شاہد تھے، بالکل اسی طرح جس طرح دیگر اسلامی جنگوں کے واقعات سنے جاتے تھے۔

لیکن کسی نے بھی ان واقعات کو صفحۂ قرطاس پر تحریر نہیں کیا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا؛ یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی غامدی کوفی متوفی ۱۵۸ھ (۱) نے اس واقعہ کو معتبر راویوں کی زبان سے یکجا کیا اور اس امانت کو کتابی شکل دیکر اس کا نام ''کتاب مقتل الحسین'' رکھا جیسا کہ آپ کی کتابوں کی فہرست میں یہی نام مرقوم ہے۔ یہی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس عظیم اور جانسوز واقعہ کے تاریخی حقائق کو بیان کرتی ہے۔

دوسری تاریخ

ابو مخنف کی روشن بینی کے زیر سایہ تربیت پانے والے ان کے شاگرد نے تاریخ اسلام اور بالخصوص کربلا کے جانسوز واقعات کا علم اپنے استاد سے حاصل کیا۔ آپ کا نام ہشام بن محمد بن سائب کلبی تھا۔ نسب شناسی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ۲۰۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔(۲) ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اسی سلسلہ کی دوسری کتاب تحریر فرمائی لیکن اس کی تنظیم وتالیف سے قبل وہ اسے اپنے استاد ابی مخنف کوفی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے سامنے اس کی قرائت کی؛ پھر ان دلسوز واقعات کے تمام نشیب وفراز کو اپنے استاد کے ہمراہ تکمیل کی منزلوں تک پہنچایا۔ اس کتاب میں حدثنی ابو مخنف یا عن ابی مخنف (ابو مخنف نے ہم سے بیان کیا ہے) بہت زیادہ موجود ہے۔ اپنے استاد کی کتابوں میں سے جس کتاب کو ہشام نے کتابی شکل دی اور ان کے سامنے قرائت کی نیز اس سے روایات کو نقل کیا، ابو مخنف کی وہی کتاب ''مقتل الحسین'' ہے جو ان کی کتابوں کی فہرست میں موجود ہے لیکن ہشام نے جو اہم کام انجام دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے مقتل الحسین میں فقط اپنے استاد ابو مخنف ہی کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا

۱۔ فوات الوفیات، ج۲، ص ۱۴۰؛ الاعلام للزرکلی، ج۳، ص ۸۲۱؛ مروج الذہب، ج۴، ص ۲۴، مطبوعہ مصر

۲۔ مروج الذھب، ج۴، ص ۲۴، مطبوعہ مصر

بلکہ اس میں تاریخ کے اپنے دوسرے استاد عوانۃ بن حکم متوفی ۱۵۸ھ کی حدیثیں بھی بیان کیں۔

صدر اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام اسلامی مورخین انھیں دو عظیم علماء کی عیال شمار ہوتے ہیں اور وہ سب ابی مخنف کے دستر خوان کے نمک خوار ہیں؛ اسکا سبب یہ ہے کہ وہ زمان واقعہ کے نزدیک ترین مورخوں میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا وہ اپنی تمام خصوصیات کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ جزئی مسائل کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور واقعہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح وہ واقع ہوا ہے۔

اکثر مورخین نے تاریخ کے سلسلہ میں ابو مخنف کی کتابوں کو بطور خلاصہ اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت مورخین کے پاس موجود تھیں۔

جن مورخین نے ابو مخنف کی تحریر سے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل افراد کے نام قابل ذکر ہے۔

۱۔ محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ نے

۲۔ طبری، متوفی ۳۱۰ھ نے

۳۔ ابن قتیبہ، متوفی ۳۲۲ھ الامامۃ والسیاسۃ میں۔

۴۔ ابن عبد ربّہ اندلسی، متوفی ۳۲۸ھ نے اپنی کتاب '' العقد الفرید ''میں سقیفہ کی بحث کرتے ہوئے۔

۵۔ علی بن حسین مسعودی، متوفی ۳۴۵ھ نے عروہ بن زبیر کی عذر خواہی کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر نے بنی ہاشم سے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے لئے بیعت کا مطالبہ کیا۔ بنی ہاشم نے مخالفت کی؛ اس پر عروہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی کہ تمہارے گھروں کو جلادیں گے۔ اس کی اطلاع جب اس کے بھائی عبداللہ کو ملی تو اس نے عروہ کی سرزنش کی اور عروہ نے اپنے بھائی سے عذر خواہی کی۔

۶۔ شیخ مفیدؒ، متوفی ۴۱۳ھ نے '' الارشاد ''میں امام حسین کی شہادت کے ذیل میں اور ''النصرہ فی حرب البصرہ '' میں۔

۷۔ شہرستانی، متوفی ۵۴۸ ھ نے فرقہ نظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب '' ملل ونحل '' میں۔

۸۔ خطیب خوارزمی، متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی کتاب '' مقتل الحسین '' میں۔

۹۔ ابن اثیر جزری، متوفی ۶۳۰ھ نے اپنی کتاب '' الکامل فی التاریخ ''میں۔

۱۰۔ سبط بن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ نے اپنی کتاب '' تذکرہ خواص الامۃ ''میں۔

۱۱۔ آخری شخص جسے میں نے دیکھا ہے کہ کسی واسطہ کے بغیر ابو مخنف سے روایت نقل کرتا ہے، ابوالفداء، متوفی ۷۳۲ھ ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس وقت ابو مخنف کی کتابیں بالخصوص ''مقتل الحسین ''، ہماری معلومات کے مطابق دسترس میں نہیں ہے بلکہ تمام کتابیں ضائع ہو چکی ہیں، دوسری کتابوں سے جستہ و گریختہ جو معلومات فراہم ہوئی ہیں وہی اس وقت موجود ہیں۔

قدیم ترین سند

۱۔ گذشتہ سطروں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو مخنف کی ساری کتابیں ضائع ہو چکی ہیں لہٰذا وہ قدیم نص اور سند جو اس کتاب سے متعلق ہمارے پاس موجود ہے تاریخ طبری ہے؛ جس میں محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ نے ہشام کلبی کی حدیثوں کو جو انہوں نے اپنے استاد ابو مخنف سے حاصل کی تھیں ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ طبری نے اس سلسلہ میں بطور مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی اپنی تاریخ میں کوئی الگ سے باب قائم کیا ہے بلکہ ۶۰ھ اور ۶۱ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔(۱)

Presented by Ziaraat.Com

قابل ذکر ہے کہ طبری بلاواسطہ ہشام کلبی سے ان احادیث کی روایت نہیں کرتے بلکہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے یوں ناقل ہیں: حدثت عن ہشام بن محمد، ہشام بن محمد سے حدیث نقل کی گئی ہے؛ لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتے کہ ان احادیث کو خود طبری سے کس نے بیان کیا ہے۔ ہمارے اس قول کی دلیل کہ طبری نے ہشام کے زمانے کو درک نہیں کیا ہے اور بلاواسطہ حدیثوں کو ان سے نہیں سنا ہے، طبری کی تاریخ ولادت ۲۲۴ھ اور ہشام کی تاریخ وفات ۲۰۶ھ ہے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص۴۶۷، ۳۳۸، مطبوعہ دار المعارف

طبری نے سینۂ تاریخ کے ناسور، واقعۂ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ انھوں نے ان مطالب کو ہشام کلبی کی کتابوں سے نقل کیا ہے طبری کا بیان اس طرح ہے :

ھکذا وجدتہ فی کتابی... میں نے اس واقعہ کو اسی طرح ان کی دونوں کتابوں میں دیکھا ہے۔(۱)

۲۔ طبری کی نص وسند کے بعد ہمارے پاس ابو مخنف سے منقول کربلا کے واقعات کی قدیم ترین سند شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۳ھ کی کتاب ''الارشاد'' ہے جس میں انہوں نے بلاواسطہ ہشام کلبی کی کتاب سے روایتیں نقل کی ہیں کیونکہ شیخ مفید علیہ الرحمہ، اپنی کتاب میں واقعہ کربلا کو ذکر کرنے سے پہلے اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''فمن مختصر الاخبار... مارواہ الکلبی...'' ان خبروں کا خلاصہ... جس کی روایت کلبی نے کی ہے...۔(۲)

۳۔ اس کے بعد ''تذکرۃ الامۃ بخصائص الائمۃ'' میں سبط ابن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ بھی بہت سارے مقامات پر امام حسین علیہ السلام کی خبروں کے ذیل میں ہشام کلبی ہی سے تصریح کے ساتھ روایتیں نقل کرتے ہیں۔

جب ہم طبری کی نقل کا شیخ مفیدؒ اور سبط ابن جوزی کی نقل سے موازنہ کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان نصوص کے درمیان کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے، البتہ شاذ و نادر اختلافات بھی دکھائی دیتے ہیں، مثلاً واو کی جگہ پر فاء ہے یا اس کے برعکس۔ اسی قسم کے دوسرے اختلافات بھی آپ کو کتاب کے مطالعہ میں واضح طور پر دکھائی دیں گے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص۴۸۷، اس مقام پر طبری کا بعض اسماء کو مختلف طریقوں سے لکھنا بھی دلیل ہے کہ اس نے روایت سنی نہیں بلکہ دیکھی ہے، مثلاً مسلم بن مسیب کا نام دو جگہ آیا ہے، ایک جگہ صحیح لکھا ہے لیکن دوسری جگہ سلم بن مسیب کردیا ہے جبکہ یہ ایک ہی شخص ہے، جیسا کہ مختار کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا ہے۔

۲۔ الاشاد، ص ۲۰۰، طبع نجف

ابو مخنف

تاریخ نے ہمارے لئے ابو مخنف کی تاریخ ولادت کو ذکر نہیں کیا ہے۔ فقط شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کشّی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ان کو اپنی کتاب '' الرجال'' میں راویوں کے اس گروہ میں شامل کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں، پھر شیخ طوسی فرماتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

''وعندی ھذا غلط لان لوط بن یحییٰ لم یلق امیر المومنین علیہ السلام بل کان ابوہ یحیٰ من اصحابہ''(۱) میری نظر میں کشی کی یہ بات غلط ہے کیونکہ لوط بن یحیٰ ابومخنف نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ہاں ان کے والد یحیٰ، امام علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔لیکن شیخ کے علاوہ کسی اور نے امیر المومنینؑ کے اصحاب میں ابومخنف کے والد یحییٰ کا تذکرہ نہیں کیا ہے، البتہ انکے دادا مخنف بن سلیم ازدی کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے۔اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ مخنف بن سلیم ازدی عائشہ کے خالہ زاد بھائی، عرب نژاد اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔(۲(

قابل ذکر ہے کہ شیخ طوسیؒ نے اس بات کو شیخ کشیؒ کی کتاب سے نقل کیا ہے، خود ان سے بلاواسطہ نقل نہیں کیا ہے، کیونکہ کشیؒ تیسری صدی ہجری میں تھے اور شیخ طوسیؒ ۳۸۵ھ کے متولد ہیں، جیسا کہ ابن شہر آشوبؒ نے اپنی کتاب ''معالم العلماء'' (۳) میں ذکر کیا ہے۔کشیؒ کی اس کتاب کا نام ''معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین'' ہے لیکن آج یہ کتاب نایاب ہے۔ہماری دسترس میں فقط وہی سند ہے جسے سید ابن طاؤوس نے فرج المھموم (۴) میں ذکر کیا ہے کہ شیخ طوسیؒ نے ۴۶۵ ہجری میں اس بات کو کشی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔خود شیخ طوسیؒ کے مختار نظریہ کے مطابق بھی کہیں یہ دیکھنے کو نہیں ملتا کہ انہوں نے ابومخنف کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب '' رجال'' میں

۱۔رجال، شیخ، ص۵۷، مطبوعہ نجف

۲۔گذشتہ حوالہ ۵۸

۳۔معالم العلماء، ص ۲۰۲، ط نجف

۴۔فرج المھموم، ص ۱۳۰، ط نجف

ابومخنف کو اصحاب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں شمار کیا ہے، (۱) جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں بھی انکا ذکر کیا ہے، (۲) پھر اسکے بعد امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔

شیخ طوسیؒ اپنی کتاب ''الفہرست'' میں بھی کشیؒ کے اس نظریہ کو پیش کرنے کے بعد اظہار نظر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''والصحیح ان اباہ کان من اصحاب امیر المومنین علیہ السلام وھو لم یلقہ''(۳) صحیح تو یہ ہے کہ ابومخنف کے والد اصحاب امیر المومنینؑ میں شمار ہوتے تھے لیکن خود ابومخنف نے حضرت کو نہیں دیکھا ہے۔اسکے بعد شیخ ابومخنف تک سند کے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور نصر بن مزاحم منقری کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ نجاشیؒ نے بھی اپنی کتاب '' رجال'' میں انکا ذکر کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں: ''لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سالم (۴) ازدی غامدی ابومخنف، کوفہ میں اصحاب اخبار و احادیث کے درمیان بزرگ اور جانی پہچانی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔آپ اس قدر مورد اطمینان تھے کہ آپ کی بیان کی ہوئی باتوں کو لوگ بغیر چون و چرا قبول کر لیا کرتے تھے۔آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کیا کرتے تھے'' لیکن یہ صحیح نہیں ہے (رجال النجاشی، ص ۲۲۴، طبع حجر ہند) اس کے بعد نجاشی نے ابومخنف کی کتابوں کے تذکرہ میں ''کتاب مقتل الحسین'' کا بھی ذکر کیا ہے۔پھر ان روایتوں کے نقل کے لئے اپنے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا ہے جو ابومخنف کے شاگرد تھے۔

اب تک ہم نے علم رجال کی چار اہم کتابوں میں سے تین کتابوں سے ابومخنف کے سلسلہ میں علمائے رجال کے نظریات آپ کی خدمت میں پیش کئے

Presented by Ziaraat.Com

لیکن ان تینوں منابع میں کہیں بھی ابو مخنف کی تاریخ ولادت و وفات کا تذکرہ نہیں ملتا۔

۱۔ رجال، شیخ طوسی، ص ۷۰

۲۔ سابقہ حوالہ، ص ۷۹

۳۔ الفہرست، شیخ طوسی، ص ۱۵۵، ط نجف

۴۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہاں پر شیخ نجاشیؒ مخنف بن سالم کہہ رہے ہیں لیکن جب کتاب کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں انکی کتاب بنام ''اخبار آل مخنف بن سلیم'' ہے! بہتر یہی ہوگا کہ اسے نسخہ نویسوں کی غلطی شمار کیا جائے۔

طبری اور خاندان ابو مخنف

طبری اپنی کتاب ''ذیل المذیل'' میں ان صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو ۸۰ھ میں اس دنیا سے گذر گئے، بیان کرتے ہیں: ''مخنف بن سلیم بن حارث... بن غامد بن ازد''، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ آپ کوفہ میں خاندان ازد سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے تین بھائی تھے۔

۱۔ ''عبد شمس''، جنہوں نے جنگ نخیلہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۲۔ ''الصقعب'' آپ جنگ جمل میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۳۔ ''عبداللہ'' آپ بھی جنگ جمل ہی میں شہید ہوئے۔

مخنف ہی کی اولاد اور نسل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف ہیں جو تاریخ داں اور تاریخ نگار دونوں تھے۔ لوگوں کے تاریخی واقعات آپ ہی سے نقل کئے جاتے ہیں۔'' (۱) پھر طبری بصرہ کے واقعات واحوال کے سلسلہ میں دوسرے مورخین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے ان ۷ گروہوں بجیلہ، انمار، خثعم، ازد... مخنف بن سلیم بن ازدی کو سردار لشکر قرار دیا۔ (۲) ان دونوں عبارتوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ابو مخنف جنگ جمل میں شہید ہوئے ہیں، لیکن طبری جنگ جمل کے سلسلہ میں ابو مخنف سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو مخنف نے اپنے چچا محمد بن مخنف سے اس طرح نقل کیا ہے: ''کوفہ کے کچھ بزرگوں نے جو جنگ جمل میں موجود تھے، مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ میں خاندان ازد کا پرچم مخنف بن سلیم کے ہاتھوں میں تھا۔ مخنف بن سلیم اسی جنگ میں جاں بحق ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے دو بھائیوں صقعب اور عبداللہ کے ہاتھوں یہ پرچم لہرایا گیا اور وہ دونوں بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے''۔

طبری کی یہ عبارت '' ذیل المذیل'' کی عبارت سے مشترک ہے جس میں مخنف کے دو بھائی

۱۔ المطبوع مع التاریخ، مطبوعہ دار القاموس، ج ۱۳، ص ۳۶۔ اور مطبوعہ دار سویدان، ج ۱۱، ص ۵۴۷

۲۔ طبری، ج ۴، ص ۵۰۰، مطبوعہ دار المعارف

صقعب اور عبداللہ کی شہادت کا تذکرہ ہے ممکن ہے کہ '' ذیل المذیل'' میں طبری نے اسے اپنی ہی تاریخ سے نقل کیا ہو، لیکن مخنف بن سلیم کی شہادت

Presented by Ziaraat.Com

کے سلسلے میں یہ خبر دوسری روایتوں سے منافی اور متعارض ہے، کیونکہ اس عبارت میں طبری نے کہا کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ طبری کی یہ بات اس روایت کے منافی ہے جسے انھوں نے کلبی کے حوالے سے ابو مخنف سے جنگ صفین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے: ''حدثنی ابی، یحییٰبن سعید عن عمہ محمد بن مخنف قال: کنت مع ابی (مخنف بن سلیم) یومئذ وانا ابن سبع عشرۃ سنۃ''(۱) مجھ سے میرے والد یحییٰ ابن سعید نے اپنے چچا محمد بن مخنف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں جنگ صفین میں اپنے والد (مخنف بن سلیم) کے ہمراہ تھا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی''۔ اسی طرح طبری نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ''مجھ سے حارث بن حصیرہ ازدی نے اپنے اساتید اور بزرگان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ '' قبیلہ ازد'' جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تو'' مخنف بن سلیم''پر یہ بڑی سخت گھڑی تھی جس سے وہ کافی ناراض تھے''۔

اسی طرح طبری نے مدائنی متوفی ۲۲۵ھ اور عوانہ بن حکم متوفی ۱۵۸ھ سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں نے سلسلۂ سند کو قبیلہ بنی فزار کے ایک بزرگ تک پہنچاتے ہوئے کہا: ''معاویہ نے نعمان بن بشیر کو ۲ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ امیر المومنینؑ کی طرف روانہ کیا۔ وہ لوگ ایک مقام تک پہنچے جس کا نام عین التمر تھا۔ وہاں سے ان لوگوں نے حضرتؑ کے لشکر پر حملہ کیا، اس مقام پر مالک بن کعب ارحبی جو لشکر امیر المومنینؑ کے علمدار تھے، اپنے تین سو افراد کے ساتھ ان حملہ آوروں کے سامنے ڈٹے رہے اور حضرت علیؑ کو خط لکھ کر فوج کی مدد طلب کی۔ مالک بن کعب نے ایک دوسرا خط مخنف بن سلیم کو لکھا کیونکہ وہ وہاں سے نزدیک تھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ مخنف نے فوراً اپنے فرزند عبد الرحمن کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ ان تک روانہ کیا؛ یہ افراد بلا تاخیر وہاں پہنچ کر مالک کے لشکر سے ملحق ہو گئے۔

۱۔ طبری، ج۴، ص۲۴۶

جب اہل شام نے یہ منظر دیکھا اور سمجھ گئے کہ مالک بن کعب کی مدد کے لئے لشکر موجود ہے تو وہیں سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔'' (۱) ان تمام تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد تک باحیات تھے اور نہ فقط بعد از جنگ جمل بلکہ جنگ صفین کے بعد بھی زندہ تھے، کیونکہ جنگ صفین ۳۷ھ میں ختم ہو گئی اور معاویہ کی طرف سے سرحدی علاقوں میں قتل وغارت گری کا سلسلہ ۳۹ ھ سے شروع ہوا۔ اس درمیان فقط وہی ایک روایت ہے جس میں جنگ جمل میں شہادت کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں اس کی وضاحت ہو گئی ہے، لیکن طبری اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے، نہ ہی اس کے اوپر کوئی تعلیقہ لگایا، جبکہ انھوں نے ''ذیل المذیل'' میں اس کی صراحت کی ہے کہ وہ ۸۰ھ تک زندہ تھے۔(۲(

نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف

طبری کے علاوہ نصر بن مزاحم منقری، متوفی ۲۱۲ھ نے بھی اپنی کتاب '' وقعۃ صفین'' میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد بقید حیات تھے۔ وہ اپنی کتاب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ یحییٰبن سعید نے محمد بن مخنف سے نقل کیا ہے کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ سے پلٹنے کے بعد میرے والد (مخنف بن سلیم) کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: ''لیکن مخنف بن سلیم اور ان کی قوم نے جنگ میں شرکت سے سرپیچی نہیں کی...۔'' (۳(

Presented by Ziaraat.Com

محمد بن مخنف اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا یہ کہنا ہے کہ امیر المومنینؑ نے مخنف بن سلیم کو اصفہان اور ہمدان کی ذمہ داری دیکر گورنر کے طور پر وہاں روانہ کیا اور وہاں کے سابق ذمہ دار جریر بن عبداللہ بجلی کو معزول کر دیا۔(۴) محمد بن مخنف مزید کہتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے شام کا قصد کیا تو اپنے کارکنوں کو اس سے آگاہ کیا؛ منجملہ ایک خط مخنف بن سلیم کو

۱۔ طبری، ج۵، ص۱۳۳ مطبوعہ دار المعارف

۲۔ ذیل المذیل، ص۵۴۷، مطبوعہ دار سویدان بہ تاریخ طبری کی گیارہویں جلد

۳۔ وقعۃ صفین، ص۸، طبع مدنی

۴۔ سابقہ حوالہ، ص۱۱

روانہ کیا جسے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے کاتب عبداللہ ابی رافع نے تحریر کیا تھا خط ملتے ہی مخنف بن سلیم نے اپنے اہلکاروں میں سے دو آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے فوراً حضرتؑ کے لشکر کی طرف روانہ ہوگئے؛ یہاں تک کہ صفین ہی میں حضرت علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں شہید ہو گئے۔(۱) آگے بڑھ کر محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ مخنف بن سلیم چار بڑے قبیلے ازد، بجیلہ، انصار اور خزاعہ کے سربراہ تھے۔(۲) پھر لکھتے ہیں: مخنف، بابل کے سفر میں علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔(۳)

اسکے علاوہ بزرگان" ازد" سے مروی ہے کہ " قبیلہ ازد" کا ایک گروہ شام کی طرف سے اور دوسرا گروہ عراق کی طرف سے (جس میں مخنف بھی تھے) جب آمنے سامنے ہوا تو مخنف بن سلیم کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ ان کے دل پر اس سے چوٹ لگی اور وہ بے چین ہوگئے؛ لہٰذا انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ یہ امر میرے لئے بڑا سخت ہے اور میں اس سے خوش نہیں ہوں۔(۴)

اس سلسلے میں ابو مخنف کا بیان بھی قابل استفادہ ہے۔ وہ اس واقعہ کو اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں: "اس دن میں اپنے والد مخنف بن سلیم کے ہمراہ تھا اور اس وقت میری عمر ۱۷ سال کی تھی"۔(۵)

اس جملہ سے کہ " میری عمر ۱۷ سال تھی" اندازہ ہوتا ہے کہ سعید اپنے بھائی محمد سے چھوٹے تھے اور وہ جنگ صفین میں حاضر نہ تھے لہٰذا اس جنگ کی روداد کو اپنے بھائی سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محمد بن مخنف کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی۔ بنا بر این سعید، جو لوط (ابو مخنف) کے دادا ہیں وہ بھی اسی سال کے آس پاس متولد ہوئے ہیں۔

۱۔ سابقہ حوالہ، ص۱۰۴

۲۔ صفین، ص۱۱۷

۳۔ سابقہ حوالہ، ص۱۳۵

۴۔ سابقہ حوالہ، ص۲۶۲؛ کتاب تقریب التہذیب میں مذکور ہے کہ "مخنف بن سلیم ۶۴ھ میں توابین کے ہمراہ عین الوردۃ میں شہید ہوئے لیکن یہ غلط ہے۔

۵۔ طبری، ج۴، ص۴۴۶

Presented by Ziaraat.Com

لوط کے دادا سعید حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جبکہ آپ کے والد یحیٰ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے۔ پس ہم اگر کم ترین مدت بھی فرض کریں تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ سعید کی شادی کے بعد جب یحیٰ دنیا میں آئے تو اس وقت سعید ۲۰ سال کے تھے۔(۱) اس بنیاد پر لوط کا اصحاب امیر المومنینؑ میں ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ ان کے والد یحیٰ کو بھی حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ یحیٰ نے شادی کی اور اس سے لوط دنیا میں آئے تو اس وقت ان کا سن ۲۰ سال تھا؛ اس کا مطلب یہ ہوگا ۶۰ھ گذر گیا تھا جبکہ یہ بہت کم ترین مدت فرض کی گئی ہے۔ اسطرح خود لوط کے بارے میں ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر کے بیسویں سال کے آس پاس حدیث کا سننا اور حاصل کرنا شروع کیا؛ اس کی بنیاد پر ۸۰ھ سامنے آجاتی ہے، پھر انھوں نے اس کتاب کی تالیف میں تقریباً ۲۰ سال صرف کیے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ لوط پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں یا صدی تمام ہونے کے بعد اس کتاب کی تالیف سے فارغ

۱۔ ابو مخنف کے والد یحیٰ کس طرح اصحاب امیر المومنینؑ میں شمار ہو سکتے ہیں ؟ اور کس طرح شیخؒ نے اسے اپنی دونوں کتابوں میں لکھ دیا؟ یہ ایک سوال ہے اور۔ ہم سے پہلے فاضل حائری نے اپنی کتاب منتہی المقال میں شیخؒ پر یہی اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر استدلال قائم کیا ہے کہ ابو مخنف نے حضرت علی علیہ السلام کو نہیں دیکھا ہے؛ اسکے بعد انھوں نے شیخ طوسیؒ کے قول جو انھوں نے اپنی دونوں کتابوں میں بیان کیا ہے کہ یحیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کا دیدار کیا ہے، کو اس دلیل سے ضعیف جانا ہے کہ ان کے پر دادا مخنف بن سلیم حضرت علی کے اصحاب میں تھے، جیسا کہ شیخؒ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ فاضل حائری کی عبارت اس طرح ہے: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوط نے حضرتؑ کا دیدار نہیں کیا بلکہ ان کے باپ یحیٰ کا حضرت کو درک کرنا بھی ضعیف ہے۔ بنا برین ابو مخنف کا اصحاب امیر المومنین میں شمار ہونا جیسا کہ کشی نے کہا ہے غیر ممکن ہے اور جو استدلال مقتل ابو مخنف کے مقدمہ پر شیخ غفاری نے تحریر کیا ہے وہ بھی بے جا ہے۔ شیخ غفاری کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابو مخنف اپنے پر دادا مخنف بن سلیم کے ہمراہ ہوں، اس طرح سے کہ اس وقت لوط ۱۵ سال کے ہوں اور ان کے والد یحیٰ ۳۵ کے ہوں اور انکے دادا سعید کی عمر ۵۵ سال ہو اور پر دادا مخنف بن سلیم کا سن ۷۵ سال ہو۔ اس استدلال میں جو اعتراض وارد ہے وہ واضح ہے، کیونکہ ابو مخنف اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جنگ صفین کے موقع پر ۱۷ سال کے تھے یعنی ان کے بھائی سعید ان سے بڑے نہیں تھے بلکہ چھوٹے تھے اسی لئے جنگ صفین میں شریک نہیں ہوئے اور انہوں نے اس جنگ کی روداد اپنے بھائی سے نقل کی پس اس وقت ان کا سن ۱۵ سال کے آس پاس ہوگا، نہ کہ ۵۵ سال کا۔

ہوئے، لیکن یہ بہت بعید ہے کہ انہوں نے اس زمانے میں اسے لکھا ہو اور پھر لوگوں کو املا کرایا ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں تدوین حدیث پر بڑی سخت پابندی عائد تھی؛ بلکہ سخت ممنوع تھا۔ اس اموی دور سلطنت میں تاریخ نویسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی شیعی تاریخ کا؟! جبکہ یہ زمانہ شیعوں کے لئے خوف، تقیہ اور گھٹن کا زمانہ ہے۔

ابو مخنف نے مسلم بن عقیل کے کوفہ میں وارد ہو کر مختار بن ابو عبید ثقفی کے گھر رہنے کے سلسلے میں جو خبر نقل کی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے: "یہ گھر آج مسلم بن مسیب کے گھر سے معروف ہے" اس جملہ سے ہمیں ایک فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انھوں نے اس مقتل کی تالیف پہلی صدی ہجری کی تیسری دہائی میں کی ہے، کیونکہ مسلم بن مسیب ۱۲۹ھ میں شیراز کے عامل تھے جیسا کہ طبری کی، ج۷، ص ۳۷۲ پر مرقوم ہے اور یہ عہد بنی امیہ کے ضعف و شکست اور بنی عباس کے قیام کا دور شمار ہوتا ہے جس میں بنی عباس اہل بیت کی رضایت حاصل کر کے امام حسین اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام

Presented by Ziaraat.Com

کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے لہذا ممکن ہے عباسیوں ہی نے ابو مخنف کو مقتل حسین علیہ السلام کی تالیف کی دعوت دی ہو تاکہ ان کے قیام کی تائید ہو سکے پھر جب یہ لوگ زمام حکومت پر قابض ہو گئے تو ابو مخنف اور ان کے مقتل کو ترک کر دیا جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا بلکہ ان سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

ابو مخنف کی کتابیں

)الف) شیخ نجاشیؒ نے ابو مخنف کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ کتاب المغازی

۲۔ کتاب الردّہ

۳۔ کتاب فتوح الاسلام

۴۔ کتاب فتوح العراق

۵۔ کتاب فتوح الخراسان

۶۔ کتاب شوریٰ

۷۔ کتاب قتل عثمان

۸۔ کتاب جمل

۹۔ کتاب صفین

۱۰۔ کتاب الحکمین

۱۱۔ کتاب النہروان

۱۲۔ کتاب الغارات

۱۳۔ کتاب اخبار محمد بن ابی بکر

۱۴۔ کتاب مقتل محمد بن ابی بکر

۱۵۔ کتاب مقتل امیر المومنین علیہ السلام

۱۶۔ کتاب اخبار زیاد

۱۷۔ کتاب مقتل حجر بن عدی

۱۸۔ کتاب مقتل الحسن

۱۹۔ کتاب مقتل الحسین علیہ السلام

۲۰۔ کتاب اخبار المختار

Presented by Ziaraat.Com

۲۱۔ کتاب اخبار ابن الحنفیہ

۲۲۔ کتاب اخبار الحجاج بن یوسف ثقفی

۲۳۔ کتاب اخبار یوسف بن عمیر

۲۴۔ کتاب اخبار شبیب الخارجی

۲۵۔ کتاب اخبار مطرف بن مغیرہ بن شعبہ

۲۶۔ کتاب اخبار الحریث بن الاسدی الناجی

۲۷۔ کتاب اخبار آل مخنف بن سلیم

اس کے بعد نجاشی نے اپنے طریق کو اس طرح ذکر کیا ہے: "عن تلمیذہ ہشام الکلبی" ابو مخنف کے شاگرد کلبی سے مروی ہے۔(۱(

)ب) شیخ طوسی نے بھی فہرست میں ان میں سے بعض کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو مخنف کی ایک کتاب بنام "کتاب خطبات الزہراء" بھی ہے۔ شیخ طوسی روایت میں اپنے طریق کو بیان فرماتے ہیں۔(۲(

)ج)ابن ندیم نے بھی اپنی فہرست میں ان کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، منجملہ مقتل الحسین کو ابو مخنف ہی کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔

دو اہم نکات

ابو مخنف کی کتابوں کی فہرست کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ابو مخنف نے اپنی ساری کوششیں اس پر صرف کی ہیں کہ شیعی روایات بالخصوص کوفہ سے متعلق اخبار کو اپنی کتابوں میں درج کریں۔ ان کتابوں میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں بنی امیہ یا بنی مروان کا عنوان شامل ہو، اسی طرح ان کتابوں میں ابو مسلم خراسانی کا قیام اور بنی عباس کی تشکیل حکومت کے سلسلے میں بھی کوئی عنوان نظر نہیں آتا جبکہ بنی عباس کی حکومت کی تشکیل کے ۲۵، سال بعد ۱۵۸ ہجری میں ابو مخنف کی وفات ہوئی ہے۔ اگر فہرست کتب میں اس موضوع پر کوئی کتاب نظر آتی ہے تو وہ فقط "کتاب حجاج بن یوسف ثقفی" ہے اور حجاج کی تباہکاریوں کی داستان اس کی موت کے ساتھ ۹۵ ہجری میں ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ طبری نے بنی امیہ کے آخری ایام کی خبروں کو ۱۳۲ ہجری کے حوادث میں ابو مخنف ہی سے نقل کیا ہے۔(۳ (

۱۔ رجال نجاشی، ص ۲۲۴، طبع حجر ہند

۲۔ فہرست، ص ۱۵۵ و طبری، ج ۷، ص ۴۱۷، سال ۱۳۲ ہجری فی خروج محمد بن خالد بالکوفہ

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱۷

۲۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ابو مخنف کی روایات کو ان کی کتابوں میں، خصوصاً طبری کی روایتوں میں ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ابو مخنف نے بہت سارے موارد میں اپنے باپ، چچا، چچازاد بھائیوں یا "قبیلۂ ازد" کے وہ بزرگان جو اس وقت زندہ تھے، ان سے روا تیں نقل کی ہیں اور یہ اس بات کی

Presented by Ziaraat.Com

دلیل ہے کہ ابومخنف کے قبیلہ میں بہت ساری خبریں موجود تھیں جس نے ابومخنف کوان کی جمع آوری اور تالیف پر برانگیختہ کیا۔ اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی خبروں میں کوفہ اور اہل کوفہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس فن میں انھوں نے استناید طولی حاصل کیا کہ دوسروں کے مقابلہ میں وہ اس فن میں اعلم شمار ہوتے ہیں۔

مذہب ووثاقت

ابومخنف کے آثار کو دیکھنے کے بعد اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام (جنکی شہادت ۹۵ ہجری میں ہوئی ہے) سے کوئی روایت بلاواسطہ نقل نہیں کی ہے؛ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام (جنکی شہادت ۱۱۵ ہجری میں ہوئی ہے) سے بھی بلاواسطہ ایک روایت موجود نہیں ہے۔(۱)

بلکہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک واسطہ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے دوواسطوں سے روایت نقل کرتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بلاواسطہ چند ہی روایتیں ملتی ہیں۔(۲) یہ مطلب شیخ نجاشیؒ کی ان باتوں کی تائید کرتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابومخنف نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔'' اسی طرح ابومخنف نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے بھی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے جب کہ ابومخنف امام علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے، کیونکہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت ۱۴۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی ابومخنف کو امام علیہ السلام کے صحابیوں میں شمار نہیں کیا ہے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص۴۸۸۔ خبر شہادت شیر خوار کو ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ خبر شب عاشور املاحظہ ہو، ج۵، ص۴۸۸

مندرجہ بالا قرینے اس مطلب کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ ابومخنف شیعہ نہیں تھے اور شیعی اصطلاح کے مطابق ائمہ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے تھے، جن کو مخالفین اہل بیت رافضی کہا کرتے تھے؛ البتہ اس زمانے میں اہل کوفہ کی طرح ان کا بھی فکری اور نظریاتی میلان تشیع کی طرف تھا لیکن سنی مذہب کو بطور کلی ترک نہیں کیا تھا۔ اس کی تائید میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین اہل بیت میں سے کسی نے بھی رافضی کے تیر سے ان پر حملہ نہیں کیا ہے جیسا کہ وہ ہر شیعہ کے لئے کرتے تھے حتیٰ کہ یہ ایک اصطلاح بن چکی تھی جو ابھی تک باقی ہے۔ بلکہ ابومخنف کے سلسلے میں مخالفین اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تشیع اور مذہب اہل بیتؑ کی طرف رجحان رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کو شیعہ کہا کرتے ہیں؛ لیکن مخالفین اہل بیت علیہم السلام کو جن کے بارے میں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ مذہب اہل بیت سے وابستہ ہیں ان پر فوراً رافضی ہونے کا تیر چلاتے تھے اور فقط شیعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ دشمنان اہل بیت کے نزدیک اصطلاح شیعہ اور رافضی میں اساسی فرق یہی ہے۔

ذہبی، اہل سنت کے معروف رجالی، کہتے ہیں: ''یہ اخباری مذہب کے حامی ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں''۔ ابوحاتم وغیرہ نے ان سے روایت نقل نہیں کی ہے اور ان کو ترک کر دیا ہے۔

ابن معین کہتے ہیں: ''یہ ثقہ نہیں ہیں'' مرّہ کہتے ہیں: '' وہ بہت قابل توجہ نہیں ہیں''۔ ابن عدی کہتے ہیں: ''وہ متعصب شیعہ تھے ان کا شمار شیعہ محدثین و مورخین میں ہوتا ہے(۱) ان میں سے کسی بھی رجالی نے ابومخنف پر رافضی کے تیر سے حملہ نہیں کیا ہے جبکہ ان تمام رجالیوں کی سیرت یہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ اگران کے لئے کسی کے سلسلے میں اہل بیتؑ کی پیروی ثابت ہو جائے تو فوراً رافضی کہہ کر اپنی دریدہ ذہنی اور شوریدہ فکری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے اس بات کی بالکل صراحت کر دی۔ وہ کہتے ہیں: ''ابو مخنف کا شمار محدثین میں ہوتا ہے اور ان کا تعلق اس گروہ سے ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ امامت عوام کے اختیار

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۴۳، طبع حلبی محترق کے معنی متعصب کے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں حارث بن حصیرہ کے سلسلے میں آیا ہے؛ محترق کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

میں ہے؛ عوام جس کو چاہے امام بنادے، لہذا وہ نہ تو شیعہ تھے اور نہ ہی شیعی رجال میں ان کا شمار ہوتا ہے۔(۱(

سید صدرؒ نے ابن ابی الحدید کی اس عبارت کو ''تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام''، میں نقل کیا ہے پھر اس عبارت پر تعلیقہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں: ''میرے نزدیک تشیع ہی کی بنیاد پر ان کی مذمت کی گئی؛ اس کے باوجود وہ اہل سنت کے علماء کے نزدیک مورد اطمینان و قابل وثوق ہیں اور ائمہ اہلسنت نے ان پر اعتماد کیا ہے جیسے ابی جریر طبری، ابن اثیر بالخصوص، ابن جریر طبری جس نے اپنی ضخیم اور عظیم تاریخ کو ابی مخنف ہی کی روایتوں سے پر کر دیا ہے۔(۲(

علامہ سید شرف الدین موسویؒ نے اپنی کتاب '' المراجعات '' میں ایک خاص فصل قرار دی ہے جس میں ان سو شیعی رجال کا تذکرہ کیا ہے جو اہل سنت کی سندوں میں بلکہ صحاح میں موجود ہیں۔ علامہ مرحوم نے ان سندوں کو حوالے کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ شرف الدین موسویؒ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے: اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ (ابو مخنف) شیعہ تھے لیکن شیعہ امامی نہیں تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی اس کی صراحت کی ہے جو ایک متین بیان ہے البتہ بعض اہل سنت نے انہیں اس بنیاد پر شیعہ لکھ دیا کہ محبت و مودت اور افکار میں ان کا میلان اہلبیت اطہار علیہم السلام کی طرف تھا لیکن یہ کہ وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق بطور کامل شیعہ تھے، تو یہ غلط ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گذشتہ علمائے شیعہ میں سے کسی نے بھی ان کے شیعہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی ہے۔ شیخ نجاشیؒ جو اس فن کے استاد تھے انھوں نے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے توصیف فرمائی ہے کہ ''ابو مخنف مورخین کوفہ کے بزرگ اور استاد تھے''، یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے مورخین کے استاد و بزرگ تھے، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ ہمارے علماء و دانشوروں کے بزرگ اور استاد تھے۔

۱۔ تاسیس الشیعہ، ص۲۳۵، طبع بغداد میں آیا ہے کہ میں نے طبری کی سند میں ابو مخنف کی روایت کو شمار کیا تو ۴۰۰ روایتوں کے آس پاس پایا جیسا کہ فہرست اعلام، ج۷، ص۷۴۱، سال ۱۳۲ میں محمد بن خالد کے خروج کے سلسلے میں یہ موجود ہے۔

۲۔ تاسیس الشیعہ، ص۲۳۵، طبع بغداد، المراجعات، ص۱۶تا۱۷ و ص۵۲تا۱۱۸، دار الصادق

اس پر تعجب نہ کیجئے کہ ابن ابی الحدید نے اس سلسلے میں کیونکر تصریح کر دی، ذرا دیکھئے! جب وہ جنگ جمل کے واقعہ میں ابو مخنف سے اس رجز کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں مولائے کائنات نے پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے اپنی وصایت کا تذکرہ کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ان رجزوں کے نقل کرنے سے اس سے زیادہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ابو مخنف فکر و نظر کے اعتبار سے شیعہ تھے نہ کہ عقیدۂ امامت میں، جیسا کہ بہت سارے اہل سنت اس مطلب کی روایت

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہیں۔الغرض ابومخنف شیعہ تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کے امامی مذہب ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے،اس بناپر ابومخنف کی توصیف وتمدیح کا بہترین طریقہ وہی ہے جسے شیخ نجاشیؒ نے اپنایا ہے: ''شیخ اصحاب اخبار الکوفہ ووجھھم وکان یسکن الی مایرویہ'' وہ مورخین کوفہ کے بزرگ اور معروف آدمی تھے لوگ ان کی روایتوں پر اعتماد کرتے تھے۔

نجاشی کا یہ بیان ایک قابل اعتبار مدح وستائش ہے جس کی بنیاد پر ان سے مروی روایتوں کا حسن ہونا ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی روایتوں کو'' الوجیزہ''، ''البلغہ'' اور ''الحاوی'' وغیرہ میں حسن شمار کیا گیا ہے۔

ہشام الکلبی

شیخ نجاشیؒ نے ہشام الکلبی کا ذکر کیا ہے اور ان کا نسب نامہ بھی مرقوم فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں: ہشام تاریخ دان، تاریخ نگار اور علم وفضل میں مشہور تھے۔وہ پیروان مذہب اہل بیتؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ان کی ایک حدیث بہت مشہور ہے جس کی داستان بہت ہی دلچسپ ہے۔ہشام کہتے ہیں:

''میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے میں اپنے سارے علم کو فراموش کر چکا تھا لہٰذا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور امام سے ساری داستان کہہ سنائی امامؑ نے مجھے جام علم پلایا اس جام کے پیتے ہی میرا سارا علم دوبارہ واپس آگیا'' ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کو اپنے قریب رکھتے تھے،ان کا احترام کرتے اور ان کے لئے ترقی وبلندی کے مواقع فراہم کرتے تھے؛اسی لئے وہ کامیاب رہے اور بہت ساری کتابیں ان کے آثار میں باقی ہیں۔(۱(

۱۔رجال نجاشی، ص ۳۰۵، حجر ہند

اس کے بعد نجاشی نے ہشام کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو اپنے طریق میں مرقوم فرمایا؛منجملہ ان کتب میں '' مقتل الحسین'' کو بھی ہشام کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہشام نے کتاب '' مقتل الحسین'' کے تمام حصوں یا اکثر وبیشتر حصوں کو اپنے استاد (ابومخنف) سے نقل کیا ہے۔

قابل تعجب بات یہ ہے کہ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب '' مختار'' میں رجال نجاشی سے نقل کیا ہے نجاشی فرماتے ہیں: ''کلبی کا شمار سنی رجال میں ہوتا ہے ،ہاں؛اہل بیت سے انہیں شدت کی محبت تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلبی تقیہ میں تھے، مخالف اہل بیتؑ نہیں تھے۔(۱(

۱۔المختار من رجال الکشی، ص ۳۹۰، حدیث ۷۳۳ طبع مشہد، یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے کہ ہمارے متعدد بزرگ علمائے رجال تعارض کی صورت میں نجاشی کے قول کو مقدم مانتے ہیں ۱۔شہید ثانی مسالک میں فرماتے ہیں:'' وظاہر حال النجاشی انہ اضبط الجماعہ واعرفہم بحال الرواۃ'' ظاہر یہ ہے کہ نجاشی کا حافظہ سب سے قوی اور راویوں کے احوال سے سب سے زیادہ باخبر ہیں۔۲۔ان کے نواسے ''شرح الاستبصار'' میں فرماتے ہیں:''والنجاشی مقدم علی الشیخ فی ھٰذہ المقامات کما یعلم بالممارسۃ''۔ نجاشی ان موارد میں شیخؒ پر مقدم ہیں جیسا کہ تحقیق وجستجو سے یہی معلوم ہوتا ہے۔۳۔ان کے استاد محقق استر آبادی کتاب ''الرجال الکبیر'' میں سلیمان بن صالح کے احوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:'' ولایخفی تخالف مابین طریقتی الشیخ والنجاشی

Presented by Ziaraat.Com

ولعل النجاشی اثبت''۔یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رجال شناسی میں شیخ اور نجاشی کے درمیان اختلاف کی صورت میں نجاشی کا قول مقدم ہے؛کیونکہ نجاشی کا نظریہ زیادہ محکم ہے۔ ۴۔سید بحر العلوم'' الفوائد الرجالیہ'' میں فرماتے ہیں:'' احمد بن علی نجاشی کا محکم،استوار اور عادل بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔آپ جرح وتعدیل کے عظیم ترین رکن ہیں اور اس راہ کے سب سے بزرگ عالم ہیں'' ہمارے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ معتمد ہیں اور سب کے سب احوال رجال میں انہیں کی طرف استناد کرتے ہیں نیز ان کے قول کو مقدم جانتے ہیں۔اصحاب نے ان کی کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اس باب میں صراحت کی ہے کہ نجاشی کا قول صحیح ہے۔اس کے علاوہ نجاشی نے اپنی کتاب میں شیخ کشّی کے احوال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''کان ثقۃ عیناً..''آپ مورد وثوق اور معروف انسان تھے،رجال کے موضوع پر آپ کی ایک کتاب ہے جو بڑی معلوماتی ہے لیکن اس کتاب میں کافی غلطیاں ہیں۔آپ عیاشی کے ساتھ تھے اور انہیں سے روایتیں نقل کی ہیں البتہ اس کتاب میں ضعیف راویوں سے بھی روایت نقل کر دی ہے (ص ۳۶۳) پھر نجاشی،عیاشی کے سلسلے میں لکھتے ہیں ''ثقۃ وصدوق'' ،وہ مورد وثوق اور بڑے سچے تھے ''عین من عیون ھٰذہ الطائفہ'' اس گروہ شیعہ کی معروف ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔عیاشی پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوئے۔آپ نے ضعفا سے بہت روایتیں نقل کی ہیں۔(ص ۲۴۷) شاید کشّی نے یہ قول عیاشی ہی سے حاصل کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ کلبی سنی تھے کیونکہ وہ شروع میں سنی تھے۔ہاں کلبی اپنے کو چھپائے رہتے تھے اور تقیہ پر عمل کرتے تھے جیسا کہ کشی نے ذکر کیا ہے۔

اسکے بعد شیخ نے ہشام کلبی کا بالکل تذکرہ نہیں کیا ہے؛نہ ہی رجال میں اور نہ ہی فہرست میں،ہاں اپنے اس طریق میں جس میں ابو مخنف کی کتابوں سے روایت نقل کی ہے ہشام کا تذکرہ کیا ہے۔(۱(

شاید اس کا سبب یہ ہو کہ کلبی کی جتنی کتابیں تاریخ شیعہ سے مختص ہیں ان سب میں انہوں نے اپنے استاد ابی مخنف سے روایتیں نقل کی ہیں،لیکن دوسری کتابیں کہ جو شیعوں کی تاریخ سے مخصوص نہیں ہیں دوسرے مورخین سے نقل ہیں۔اہل سنت کے سیر وتراجم کے تمام دانشوروں نے ہشام کے علم و حافظہ اور انکے شیعہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ابن خلکان کہتے ہیں: ''تاریخ اور تاریخ نگاری کے سلسلے میں ان کی معلومات بڑی وسیع تھی۔وہ علم انساب کے سب سے بڑے عالم تھے اور اخبار و روایات کے حفظ میں مشہور روزگار تھے۔آپ کی وفات ۲۰۶ ہجری میں ہوئی۔(۲(

اہلسنت کے دوسرے بزرگ عالم رجالی ابو احمد بن عدی اپنی کتاب'' کامل'' میں کہتے ہیں: ''کلبی کی حدیثیں صالح و درست ہیں۔تفسیر میں بھی انکا علم وسیع تھا اور وہ اس علم کے ذریعہ معروف تھے؛بلکہ تفسیر میں ان سے طولانی اور سیر حاصل بحث کسی نے بھی نہیں کی ہے۔کلبی تفسیر میں مقاتل بن سلیمان پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں؛کیونکہ مقاتل کے یہاں عقیدہ اور مذہب کی سستی و خرابی موجود ہے۔ابن حبان نے کلبی کو ثقات میں شمار کیا ہے'' ۔(۳(

رائج مقتل الحسین

اس زمانے میں متداول،لوگوں کے ہاتھوں اور مطبوعات میں جو مقتل ہے اسے ابو مخنف نے تالیف نہیں کیا ہے،بلکہ اسے کسی دوسرے نے جمع کیا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کہاں جمع کیا گیا،کس

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ رجال طوسی، ص ۱۵۵۔

۲۔ طبری نے اپنی تاریخ میں کلبی سے ۳۳۰ موارد نقل کئے ہیں۔ اسکے باوجود اپنی کتاب " ذیل المذیل" میں ان کے احوال مرقوم نہیں کئے ہیں۔ فقط کلبی کے باپ کا تذکرہ (ص ۱۱۰) پر کرتے ہوئے کہا ہے: ان کے دادا بشر بن عمرو کلبی ہیں اور انکے فرزند سائب، عبید اور عبد الرحمن ہیں جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

۳۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۳۵۹۔

نے جمع کیا، کس کے ہاتھوں یہ کتاب ملی اور سب سے پہلے یہ کتاب کہاں چھپی ہے؟ کسی کو ان مسائل کا علم نہیں ہے۔ امام شرف الدین موسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مقتل امام حسین علیہ السلام میں جو کتاب رائج ہے وہ ابو مخنف کی طرف منسوب ہے جس میں بہت ساری ایسی حدیثیں موجود ہیں جسکا ابو مخنف کو علم بھی نہیں تھا اور یہ سب کی سب حدیثیں جھوٹی ہیں جو ان کے سر مڑھی گئی ہیں۔ جھوٹوں اور فریب کاروں نے بہت ساری چیزوں کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ فریب کاروں کا جھوٹی روایتیں گڑھ کر ان کی طرف نسبت دینا خود ان کی عظمت و جلالت کا بین ثبوت ہے"

(۱) کیونکہ جعل ساز کو معلوم ہے کہ تاریخ کے میر کارواں کا نام ابو مخنف ہے لہذا جھوٹی روایات انہیں کی طرف منسوب کی جائیں تاکہ لوگ صحیح و غلط میں تمیز دیے بغیر قبول کر لیں۔

محدث قمی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تاریخ و سیر میں ابو مخنف کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان میں سے ایک کتاب " مقتل الحسین" ہے جسے قدیم بزرگ علماء نے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتے تھے؛ لیکن بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت اسکا ایک بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ مقتل جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ابو مخنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے در حقیقت ان کا مقتل نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے معتمد مورخ کا بھی نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس کی تصدیق کرنی ہے تو جو کچھ اس مقتل میں ہے اور جسے طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے ان کا مقایسہ کر کے دیکھ لے؛ حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے اس مطلب کو اپنی کتاب نفس المہموم میں طرماح بن عدی کے واقعہ کے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔ (۲(

اب جبکہ ہم نے اس کتاب کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس کتاب کے جعلی ہونے کی بحث کو غور و خوص کے ساتھ آگے بڑھائیں تاکہ قارئین کرام پر بات واضح سے واضح تر ہو جائے۔

یہ بات یقینی ہے کہ اس کتاب کی جمع آوری ابو مخنف کے علاوہ کسی اور نے کی ہے لیکن کس نے کی اور کب کی ہے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، اگرچہ اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کے جمع آوری کرنے

۱۔ مولفوا الشیعۃ فی صدر الاسلام، ص ۴۲، طبع النجاح

۲۔ الکنی والالقاب، ج ۱، ص ۱۴۸؛ نفس المہموم ص ۱۹۵، اور اس کا مقدمہ، ص ۸، طبع بصیرتی

والا شخص متاخرین میں سے ہے اور عرب زبان ہے لیکن نہ تو تاریخ شناس ہے، نہ حدیث شناس اور نہ ہی علم رجال سے آگاہ ہے حتی عربی ادب سے بھی واقف نہیں ہے کیونکہ کتاب میں اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو جدید عربی کے عام اور بازاری الفاظ ہیں۔

اس کتاب میں ۱۵۰ روایات موجود ہیں جن میں سے ۶ روایتیں مرسل ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مرسل روایات میں پہلی روایت چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام سے ہے جو ص ۴۹ پر موجود ہے۔

دوسری مرسلہ روایت عبداللہ بن عباس سے ہے جو ص ۹۴ پر نقل ہوئی ہے۔

تیسری روایت عمارہ بن سلیمان سے ہے اور وہ حمید بن مسلم سے نقل کرتے ہیں، ص ۸۲۔

چوتھی روایت ایک ایسے شخص سے ہے جس کے بارے میں یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ وہ عبداللہ بن قیس ہے، ص ۹۶۔

پانچویں روایت کے بارے میں دعوی کیا جاتا یہ کہ عمار سے نقل ہوئی۔ یہ روایت ص ۷۰ پر کلینیؒ، متوفی ۳۲۹ھ سے مرفوعاً منقول ہے اور اصول کافی میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔

جمع آوری کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵(۱) سے کتاب میں ایک شخص کو داخل کیا ہے جس کا نام سہل شہر زوری ہے اور اس سے بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں۔ مولف نے اس شخص کو کوفہ سے شام، حتیٰ شام سے مدینہ تک اہل بیت کے ہمراہ دکھایا ہے اور اس سے ۱۳ مرسل روایتیں نقل کی ہیں، منجملہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت کو اسی شخص یعنی ''سہل بن سعید شہر زوری'' کے نام سے ذکر کر دیا ہے! (۲)

اس کے علاوہ اس کتاب کی بقیہ روایتوں کی نسبت خود ابو مخنف کی طرف دی گئی ہے جو ۱۳۸ حدیثیں ہیں۔

اس کتاب میں بہت ساری واضح اور فاش غلطیاں ہیں جن کی طرف مندرجہ ذیل سطروں میں اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ مقتل ابو مخنف، ص ۱۰۲، طبع نجف

۲۔ مقتل ابو مخنف، ص ۱۲۳، نجف

واضح غلطیاں

اس رائج مقتل میں بہت ساری واضح غلطیاں ہیں:

۱۔ ایک صاحب بصیرت قاری اس مقتل کے پہلے صفحے کی پہلی ہی سطر میں واضح غلطی کی طرف متوجہ ہو جائے گا کہ ابو مخنف کہتے ہیں: ''حدثنا ابو المنذر ہشام عن محمد بن سائب کلبی'' مجھ سے ابو منذر ہشام نے محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، ذرا غور کیجئے کہ ابو مخنف ہشام کے استاد ہیں اور وہ اپنے شاگرد ہشام سے روایتیں نقل کر رہے ہیں! مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اس بے اساس مقتل کے مطابق ہشام نے اپنے باپ محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے اپنے استاد ابو مخنف کے لئے ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والا شخص راویوں کے حالات زندگی سے کس قدر نابلد تھا کہ اس کے اوپر یہ واضح امر بھی مخفی تھا۔ (۱)

۲۔ اس کے بعد جب آپ اس کتاب کے چند اوراق اور پلٹیں گے تو آپ کا اس عبارت سے سامنا ہوگا'' وروی الکلینی فی حدیث'' (۲)

اے کاش معلوم ہو جاتا کہ کلینیؒ سے روایت کرنے والا شخص کون ہے جبکہ کلینیؒ نے ۳۲۹ ہجری میں اس دار فانی کو وداع کیا ہے اور ابو مخنف کی وفات ۱۵۸ ہجری میں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ روایت کافی میں بھی موجود نہیں ہے۔

۳۔ کچھ اور ورق گردانی کرنے کے بعد آپ کو یہ عبارت ملے گی: ''فانفذ (یزید) الکتاب الی الولید وکان قدومہ لعشرۃ ایام خلون من شعبان'' (۳) 'یزید نے خط لکھ کر ولید کی طرف روانہ کیا اور یہ خط دس شعبان کو حاکم مدنیہ کے ہاتھ میں پہنچا'۔ جبکہ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ایسی ہی ایک روایت سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب " تنزیہ الانبیاء" ص ۱۷۱ میں نقل کی ہے کہ ابن عباس فرزند ہشام نے اپنے والد ہشام سے انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے ابی الکنود عبدالرحمٰن بن عبید سے روایت کی ہے۔ شاید اس کتاب کو جمع کرنے والے نے سیدؒ کی کتاب یا کسی اور جگہ سے اس بات کو تحریف و تصحیف و زیادتی کے ساتھ نقل کر دیا۔

۲۔ص ۷ ۳۔ص ۱۱

امام حسین علیہ السلام ۳ ، شعبان کو مکہ وارد ہو گئے تھے۔ خود طبری نے ابو مخنف کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ان دونوں تاریخوں کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ سفیر امام حسینؑ جناب مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کے سلسلے میں فقط اسی مقتل میں جناب مسلم کے راستے میں گڑھا کھودنے اور انھیں زنجیر میں جکڑ کر عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں لے جانے کی خبر ملتی ہے۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے: " ابن زیاد فوج کے پاس آیا اور ان سے کہا: میں نے ایک چال سوچی ہے کہ ہم مسلم کے راستے میں ایک گڑھا کھود دیں اور اسے خس و خاشاک سے چھپا دیں، پھر حملہ کر کے مسلم کو آگے آنے پر مجبور کریں۔ جب وہ اس میں گر جائیں تو ہم انھیں پکڑ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس دام میں آ کر زندہ نہیں بچ پائیں گے۔(۱(

۵۔اسی طرح یہ خبر بھی فقط اسی کتاب میں موجود ہے: "جب امام حسین علیہ السلام کے دو فداکار ساتھی مسلم و ہانی کوفہ میں شہید کر دیے گئے اور امامؑ ان دونوں کی خبر سے مطلع نہ ہو سکے تو آپؑ بہت مضطرب اور پریشان حال نظر آنے لگے لہٰذا آپ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے سب کو فوراً مدینہ واپس ہونے کا حکم دیا۔ امامؑ کے حکم کے مطابق سب کے سب امام کے ہمراہ مدینہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ سب لوگ مدینہ پہنچ گئے۔ یہاں پر امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس قبر رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور تعویذ قبر سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے اور روتے روتے آپ کی آنکھ لگ گئی"(۲) جبکہ اس بے بنیاد خبر کا ذکر کسی کتاب یا سفر نامہ میں نہیں ملتا ہے۔

۶۔ تنہا یہی کتاب ہے جس میں یہ خبر ملتی ہے: "جب امام وارد کربلا ہوئے تو آپ نے ۷ گھوڑے بدلے؛ لیکن جب کسی گھوڑے نے بھی حرکت نہ کی تو آپ وہیں اتر گئے، وہیں پڑاو ڈالا اور وہاں سے آگے نہ بڑھے۔" (۳(

۷۔ فقط اسی کتاب میں یہ خبر ملتی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے نقل فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام شب عاشور کربلا میں وارد ہوئے۔(۴ (

۱۔ص ۳۰ ۲۔ص ۳۹ ۳۔ص ۴۸ ۴۔ص ۴۹

۸۔اسی کتاب میں لشکر پسر سعد کی تعداد ۸۰ ، ہزار بتائی گئی ہے۔(۱ (

۹۔ تنہا اسی کتاب نے فوج کی آمد پر زہیر بن قین کا خطبہ نقل کیا ہے کہ زہیر بن قین اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا: "اے گروہ مہاجر و انصار! اس ملعون کتے اور اس جیسے افراد کے کلام تم کو دھوکہ میں نہ ڈالنے پائیں کیونکہ انھیں محمد صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی شفاعت ملنے والی نہیں ہے، اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کی ذریت کو قتل کر رہے ہیں اور جو ان کی مدد کر رہا ہے اسے بھی قتل کرنے پر آمادہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

(۲(

Presented by Ziaraat.Com

۱۰۔ تنہا اسی کتاب میں ہے کہ امام حسین علیہ االسلام نے کنواں کھودا لیکن اس میں پانی نہیں ملا۔(۳ (

۱۱۔ تنہا اسی کتاب نے شب عاشور اور روز عاشور کے واقعہ کو تین بار بغیر ترتیب کے درہم برہم نقل کیا ہے:

سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کی خبر نقل کی ہے اور اسکے بعد علمدار کربلا کی شہادت کی خبر بیان کی ہے۔ تنہا اسی کتاب نے لکھا ہے کہ جب آخری وقت میں حضرت عباسؑ کے ہاتھ کٹ گئے تو انھوں نے تلوار کو منہ سے پکڑ لیا، اسکے بعد لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام خون سے غلطاں لاش پر پہنچے اور ان کی لاش کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر خیمے تک لائے، پھر امام حسین علیہ السلام نے شدید گریہ کیا اور آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے وہ بھی رونے لگے۔(۴ (

اس کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہ کتاب شب عاشور کے واقعہ کو نقل کرتی ہے جس میں امام حسینؑ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان سے کہا:

"اے میرے ساتھیوں، یہ قوم میرے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا نہیں چاہتی ہے پس جب شب کا سناٹا چھا جائے تو اس کی تاریکی میں تم سب یہاں سے چلے جاؤ، پھر آگے بڑھ کر اس طرح رقمطراز ہے: اور پھر امام علیہ السلام سو گئے اور جب صبح اٹھے ...۔"(۵ (

۱۔ ص ۵۲ ۲۔ ص ۵۶

۳۔ ص ۵۷ ۴۔ ص ۵۹

۵۔ ص ۵۹۔ ۶۰

پھر وہاں سے پلٹ کر صبح عاشور کی داستان چھیڑتے ہیں اور امام حسین علیہ االسلام کے ایک دوسرے خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تنہا یہی کتاب ہے جو بیان کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے پسر سعد کے پاس انس بن کاہل کو سفیر بنا کر بھیجا۔ جبکہ اس نامہ بر کا نام انس بن حرث بن کاہل اسدی ہے۔

تیسری بار پھر شب عاشورہ کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں امام علیہ االسلام کے ایک دوسرے معروف خطبہ کا ذکر کیا جس میں امامؑ نے اپنے اصحاب و اہل بیت کو مخاطب کیا ہے۔ اس کے بعد پھر امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کے لشکر کی حکمت عملی کو بیان کیا ہے۔" (۱(

۱۲۔ تنہا یہی کتاب ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ابراہیم بن حسین کا ذکر کیا ہے۔(۲(

۱۳۔ اس کتاب نے طرماح بن عدی کو شہید کربلا میں شمار کیا ہے جبکہ طبری نے کلبی کے واسطہ سے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ طرماح کربلا میں موجود نہ تھے اور نہ ہی وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قتل ہوئے ہیں۔(۳ (

محدث قمیؒ نے بھی اپنی کتاب نفس المہموم ص ۱۹۵ پر اس خبر کے نیچے تعلیقہ لگایا ہے۔

۱۴۔ جناب حر ریاحی کے قصے میں یہ شخص چند اشعار ذکر کرتا ہے جو عبید اللہ بن حر جعفی کے ہیں اور وہ قصر بنی مقاتل کا رہنے والا ہے۔(اس کی قسمت کی خرابی یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اسے بلایا تو اس نے مثبت جواب نہیں دیا اور سعادت کی راہ کو خود پر بند کر لیا) لیکن کتاب کی جمع آوری کرنے والے نے ان اشعار کو حر ریاحی سے منسوب کر دیا اور اس پر توجہ بھی نہ کی، کہ یہ اشعار حر ریاحی کے حال سے تناسب نہیں رکھتے، کیونکہ اس میں ایک شعر کا مصرع یہ ہے: "وقفت علی اجسادہم و قبورہم" (۴ (

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ص ۶۱ ۶۲ ۲۔ص ۷۰ ۳۔ص ۷۲

۴۔ص ۶۷، طبری نے ج ۵ ص ۴۰۷ طبع دارالمعارف پر اس شعر کو ابومخنف سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبدالرحمن بن جندب سے نقل کیا ہے کہ عبیداللہ بن حر نے اس شعر کو مدائن میں کہا تھا: یقول امیر غادر وابن غادر۔ ألا کنت قاتلت الشھید ابن فاطمہ ؟ ذرا غور کیجئے کہ اس خیانت کار مؤلف نے کلمات بدل دیے تاکہ یہ شعر حر ریاحی کے حال سے متناسب ہو جائے لیکن پھر بھی متناسب حال نہ ہو سکا۔ ہائے افسوس کہ یہ جمع آوری کرنے والا شخص کتنا نادان تھا۔

۱۵۔ حر ریاحی کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کی طرف چند رثائی اشعار منسوب کئے ہیں جبکہ یہ اشعار امام حسین علیہ السلام کی شان امامت سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں

لنعم الحر اذ واسی حسینا لقد فاز الذی نصروا حسینا ! (۱ (

حر کیا اچھے تھے کہ انھوں نے حسین کی مدد کی حقیقت میں وہی کامیاب ہے جس نے حسین کی مدد کی !

۱۶۔ نیز اسی کتاب میں چند اشعار کو امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے اصحاب کی شہادت پر یہ اشعار کہے جبکہ ان اشعار سے بالکل واضح ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے نہیں ہیں بلکہ متاخرین ہی میں سے کسی شاعر کے اشعار ہیں کیونکہ شاعر اس میں کہتا ہے کہ "نصروا الحسین فیالھم من فتیۃ" اسی طرح کے اور دوسرے اشعار بھی ہیں۔ (۲ (

۱۷۔ اسی کتاب نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ورود کا دن روز چہار شنبہ لکھا ہے (۳) اور شہادت کا دن روز دوشنبہ تحریر کیا ہے۔ (۴) اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسین علیہ السلام پانچ محرم کو کربلا وارد ہوئے ہیں جبکہ تمام مورخین، منجملہ تاریخ طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کا نظریہ بھی یہی ہے کہ امام علیہ السلام ۲، محرم کو وارد کربلا ہوئے اور وہ پنجشنبہ کا دن تھا۔ (۵ (

۱۸۔ اس کتاب کی تدوین کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ (۶) سے مسلسل ایک ہی راوی سے کثرت کے ساتھ روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں اس شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا نام سہل شہر زوری ہے۔ اس شخص کو مؤلف نے کوفہ سے شام اور وہاں سے مدینہ تک اہل حرم کے ساتھ دکھایا

۱۔ص ۷۹ ۲۔ص ۸۵

۳۔ص ۴۸ ۴۔ص ۹۳

۵۔ ج ۵، ص ۴۰۹، اس مطلب کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۵۲ پر امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ " وقبض یوم عاشوراء الجمعہ " جس کا نتیجہ یہ ہوگا عاشور جمعہ کو تھا۔

۶۔ص ۱۰۲

ہے۔ کوفہ میں سلیمان بن قتہ ہاشمی (۱) کے ان اشعار کو جو اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر پر کہے تھے: " مررت علی ابیات آل محمدٍ " (۲) مولف نے اسی شہر زوری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح شام میں سہل بن سعد ساعدی کی خبر کو اسی سہل بن سعید شہر زوری کے نام سے منسوب کر دیا

Presented by Ziaraat.Com

،(۳) گویا مؤلف نے گمان کیا ہے کہ یہ شخص وہی سھل ساعدی ہے۔

۱۹۔اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام سے رزمیہ اشعار اور رجز کو منسوب کیا گیا ہے جو تقریباً تیس اشعار پر مشتمل ہیں۔(۴)اسی طرح عبید اللہ بن زیاد کے نزدیک عبداللہ بن عفیف ازدی کے قصیدہ کو بیان کیا ہے جو تقریباً ۳۰ اشعار پر مشتمل ہے۔(۵(

۲۰۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ کی بہتات ہے جسے بعد میں آنے والوں نے عربی میں داخل کر دیا ہے جب کہ وہ کوچہ و بازار کے الفاظ ہیں اور ایسے جملے ابو مخنف کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو سکتے، مثلاً جناب مسلم کے لئے گڑھا کھودنے کے سلسلے میں یہ جملے ہیں:" واقبل علیہم لعین! وقال لہم... وتطمّہا بالدغل والتراب... ونھزم قدامہ" وہ لعین ان لوگوں کے پاس آیا اور ان سے کہا:" ... اور اسے خس و خاشاک اور مٹی سے بھر دو...اور ہم آگے سے ان پر حملہ کریں گے۔" (ص ۳۵) دوسری جگہ یہ جملہ ہے: "راحت انصارہ"اس کے ساتھی ان کے پاس گئے۔(ص ۱۳۵) تیسری جگہ یہ جملہ ہے:" ویقظانہ" ان کو بیدار کیا۔

۱۔ شیخ محمد سماوی نے اس پر تعلیقہ لگایا ہے کہ وہ شخص خاندان بنی ہاشم کا چاہنے والا تھا۔اس کی والدہ کا نام قتہ اور باپ کا نام حبیب تھا۔اس نے ۱۲۶ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ مسعودی نے انساب قریش جو زبیر بن بکار کی کتاب ہے، سے استفادہ کیا ہے کہ اس کا نام ابن قتتہ تھا(ج ۴، ص ۴۷)

۲۔ص ۱۰۲، ۱۰۳ ۳۔ص ۱۲۳

۴۔ص ۸۶۔۸۷،ان میں سے ۱۷ بیتیں علی بن عیسیٰ اربلی متوفی ۶۹۳ نے اپنی کتاب کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۳۸، طبع تبریز پر احمد بن اعثم کوفی متوفی ۳۱۴ھ کی کتاب الفتوح کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام علیہ السلام کا شیر خوار جب شہید ہو گیا تو آپ نے اپنے ننھے بچے کی قبر کھودتے وقت یہ اشعار پڑھے تھے۔اسی طرح اسی کتاب نے اس موقع پر امامؑ کے اشعار کو ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے دشمن کی فوج پر زبردست حملہ کیا تھا اور وہ فوج بھاگ گئی درحالیکہ ان میں سے ۱۵۰۰ افراد فی النار ہو گئے امامؑ یہ اشعار پڑھتے ہوئے خیمے کی طرف بڑھے۔اربلی نے ص ۲۵۰ پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ابیات جس کا پہلا جملہ "غدر القوم" ہے جو بہت مشہور ہے اسے ابو مخنف نے ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم۔خوارزمی، متوفی ۵۶۸ ہجری نے ابن اعثم ہی کے حوالے سے ان میں سے ۳ اشعار ذکر کئے ہیں۔(ج ۲، ص ۳۳(

۵۔ص ۱۰۸۔۱۰۹

)ص ۱۲۹) چوتھی جگہ جملہ یہ ہے: "ویتحرش"وہ دھوکہ دے رہا تھا۔(ص ۱۳۶ (

ان تمام محذورات اور مشکلات کے باوجود میں تصور نہیں کرتا کہ کسی واقف کار انسان کے لئے اس کا احتمال بھی درست ہو کہ یہ کتاب ابو مخنف کی ہے بلکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے۔

اسناد ابی مخنف

اب ہم آپ کے لئے تفصیلی طور پر ان راویوں کے اسماء کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ابو مخنف اور اس جانسوز واقعہ کے درمیان واسطہ ہیں۔ہم ہر راوی کے نام کے سامنے اس روایت کو بھی ذکر کریں گے جو انھوں نے نقل کی ہے۔اس صورت میں خود کتاب کی احادیث کی فہرست بھی سامنے آجائے گی۔

راویوں کے اختلاف، روایت کے کوائف اور ابی مخنف نے جن لوگوں سے روایتیں نقل کی ہیں ان کے اختلاف کے اعتبار سے ان اسماء کی فہرست

Presented by Ziaraat.Com

چھ ٦ گروہ پر تقسیم ہوتی ہے۔

راویوں کے اسماء

١۔ پہلا گروہ وہ ہے جو اس جانسوز واقعہ کا عینی شاہد ہے اور اس نے ابی مخنف سے بلا واسطہ بطور مستقیم ان واقعات کو بیان کیا ہے؛ اس طرح ابو مخنف نے فقط ایک واسطہ سے معرکۂ کربلا کو صفحہ قرطاس پر تحریر کیا ہے۔ یہ گروہ تین افراد پر مشتمل ہے۔

٢۔ دوسرا گروہ بھی وہی ہے جو اس واقعہ کا عینی گواہ ہے لیکن اس نے اس واقعہ کو ابو مخنف سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے بلکہ ابو مخنف نے ایک یا دو واسطوں سے ان لوگوں سے واقعات نقل کئے ہیں یعنی معرکۂ کربلا کو دو یا تین واسطوں سے نقل کیا ہے۔ اس گروہ میں ١٥ افراد ہیں۔ اس طرح کربلا کے روح فرسا واقعات کے عینی شاہدین کی تعداد ١٨ ہوتی ہے۔

٣۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو واقعہ کربلا سے قبل یا بعد کسی نہ کسی طرح اس واقعہ میں شریک تھا۔ ان لوگوں نے ابو مخنف سے ان واقعات کی حکایت بلا واسطہ کی ہے اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک واسطہ سے اس معرکہ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ گروہ پانچ افراد پر مشتمل ہے۔

٤۔ چوتھے گروہ میں بھی وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح واقعہ کربلا کے پہلے یا بعد اس جانسوز واقعہ میں شریک تھے لیکن ابو مخنف نے ایک یا دو واسطہ سے ان لوگوں سے روایت نقل کی ہے اور وہ ١٢ افراد ہیں۔

٥۔ پانچواں گروہ وہ ہے جو نہ تو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اور نہ ہی اس واقعہ میں شریک ہے یہ افراد ابو مخنف کی روایت اور ان راویوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اس بنا پر ابو مخنف نے معرکہ کربلا اور وہاں گزرنے والے واقعات کو ان لوگوں سے ایک یا چند واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ ٢٩ افراد ہیں۔

٦۔ چھٹا گروہ وہ ہے جو عادل اور نیک کردار ہے، جس میں ائمہؑ کے اصحاب یا خود ائمہ علیہم السلام موجود ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو اس معرکہ کے عینی شاہد ہیں نہ ہی العیاذ باللہ اس واقعہ میں شامل تھے۔ اس طرح یہ افراد بھی وسائط ہی میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں نے واسطہ سے حدیثیں نہیں بیان فرمائی ہیں یا واسطہ کی صراحت نہیں کی ہے اور یہ ١٤ افراد ہیں۔

اس جدول سے یہ روشن ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ ابو مخنف سے حدیثیں نقل کی ہیں وہ کل انتالیس (٣٩) افراد ہیں جنھوں نے سند کے ساتھ ٦٥ روایات نقل کی ہیں اور کتاب ابو مخنف کل انھیں روایتوں کا مجموعہ ہے جو فی الوقت ہماری دست رس میں نہیں ہے۔ ہم نے ان افراد کی شرح احوال یا تو کتب رجالی سے حاصل کی ہے یا تاریخ طبری میں ان کی روایت کے سلسلے میں تحقیق کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اب ہم تفصیلی طور پر مذکورہ فہرست کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلی فہرست

وہ لوگ جو واقعہ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور انھوں نے ابو مخنف سے بلا واسطہ روایتیں نقل کی ہیں جن کی تعداد تین ٣ افراد پر مشتمل ہے۔

١۔ ثابت بن ہبیرہ: اس شخص نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری اور اس کے بھائی علی بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے مقتل میں اس راوی سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور مجھے رجال کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملا۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے: " قال ابو مخنف عن ثابت بن

Presented by Ziaraat.Com

ہبیرہ: فقتل عمرو بن قرظہ بن کعب...'' (۱) ابو مخنف،ثابت بن ہبیرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن قرظہ بن کعب نے جام شہادت نوش فرمایااس عبارت سے ظاہر ہوتاہے کہ راوی کربلا میں تھااور اس نے اس روایت کو بلاواسطہ نقل کیا ہے۔

۲۔یحییٰبن ہانی بن عروۃ المرادی المذحجی: اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کاتذکرہ کیاہے۔متن روایت اس طرح ہے: ''حدثنی یحیٰی... ان نافع ...''(۲) مجھ سے یحیٰی نے بیان کیاہے کہ نافع... ۔واضح ہے کہ راوی نے بلاواسطہ نقل کیا ہے۔

یحیٰی کی ماں کانام روعہ بنت حجاج زبیدی ہے جو عمرو بن حجاج زبیدی کی بہن ہے یعنی مذکورہ شخص یحیٰی کاماموں ہے۔(۳) یہ ملعون اپنے ماموں عمرو بن حجاج کے ساتھ عمر بن سعد کے لشکر میں تھااور اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کاتذکرہ کیاہے۔اسی ملعون نے نقل کیاہے کہ میں نے اپنے ماموں عمرو بن حجاج زبیدی کونافع بن ہلال کی شہادت کے بعد یہ کہتے سناکہ وہ اپنے لشکر کو جنگ سے روک رہاتھااور حکم دے رہاتھا کہ حسین اور اصحاب حسین(علیہم السلام) پر پتھر برسائیں۔اس کے بعد یحیٰی نے اپنے ماموں سے اس واقعہ کے بارے میں کچھ نقل نہیں کیاہے۔(۴) اسی یحیٰی نے ابن زبیر کی طرف سے منسوب والیٔ کوفہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے لئے اپنے ماموں کی اس گفتار کو بھی نقل کیاہے کہ جو عبداللہ بن مطیع کو مختار بن ابو عبید ثقفی کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکارہی تھی۔خود یحیٰی مختار کے خلاف جنگ میں اپنے ماموں کے ہمراہ شریک تھا۔(۵(

ابن حبّان نے یحیٰی کو ثقات میں شمار کیاہے۔دار قطنی نے کہاکہ اس کی باتوں کے ذریعہ استدلال کیاجاسکتاہے۔نسائی کہتے ہیں: یہ ثقہ ہےاور ابو حاتم نے اضافہ کیاہے کہ یہ بزرگان کوفہ میں شمار

۱۔تاریخ طبری،ج۵،ص۴۳۴ ۲۔طبری،ج۵،ص۴۳۵

۳۔طبری،ج۵،ص۳۶۳ ۴۔طبری،ج۵،ص۴۳۵

۵۔طبری،ج۶،ص۲۸

ہوتاہے۔شعبہ نے کہا: ''کان سید اہل الکوفۃ'' یہ اہل کوفہ کاسید و سردار ہے،جیساکہ تہذیب التہذیب میں بھی یہی مرقوم ہے۔

۳۔زہیر بن عبدالرحمن بن زہیر خثعمی: اسی نے سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی کی شہادت کاذکر کیاہے متن روایت اس طرح ہے: ''حدثنی... قال ...کان...''اس نے مجھ سے بیان کیاہے...اسی نے کہا...(۱)اس شخص سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہےاور کتب رجالی میں ہم کو کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملا۔

دوسری فہرست

یہ گروہ بھی کربلا کے دلسوز واقعہ کا چشم دید گواہ ہے لیکن ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے واقعات کربلا کو نقل کیاہےاور یہ ۱۵ ،افراد ہیں۔

۱۔عقبیٰ بن سمعان: (۲) اس شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی روایت کو نقل کیاہے نیزابن زیاد کی طرف سے حر کو خط لکھنے کی خبر بھی اسی نے بیان کی ہے۔(ج۵،ص۴۰۷)اس شخص سے ابو مخنف ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ہانی بن ثبیت حضرمی سکونی: اسی شخص نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے وارد ہونے کے بعد دونوں لشکر کے درمیان امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کی ملاقات کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح عاشورا سے قبل بھی ایک ملاقات کو نقل کیا ہے۔ روایت کا متن اس طرح ہے: ''حدّثنی ابوجناب عن ہانی ... وکان قد شہد قتل الحسین'' مجھ سے ابو جناب نے ہانی کے حوالے سے نقل کیا ہے... درحالیکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی شاہد ہے۔ (ج۵، ص۴۱۳) یہی شخص عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت میں شریک ہے جو سپاہ امام حسین علیہ السلام کے دوسرے شہید ہیں۔ (ج۵، ص۴۳۶) اسی

۱۔ طبری، ج۵، ص۴۴۶ ۲۔ یہ شخص سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی ماں جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا خدمت گذار ہے عاشور کے دن اسے پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ''اناعبد مملوک'' میں ایک مملوک (غلام) ہوں، تو پسر سعد نے اسے چھوڑ دیا۔ طبری (ج۵، ص۴۵۴)

ملعون نے امیر المومنینؑ کے دو فرزند عبداللہ اور جعفر کو شہید کیا۔ اسی طرح خاندان امام حسین علیہ السلام کے ایک نوجوان کو قتل کیا، نیز اسی گمراہ شخص نے امام حسین علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کو شہید کر کے جناب رباب کی آغوش کو ویران کر دیا۔ (ج۵، ص۴۶۸)

۳۔ حمید بن مسلم ازدی: اس شخص سے مندرجہ ذیل خبریں نقل ہوئی ہیں:

(الف) ابن زیاد نے پسر سعد کو خط لکھا کہ حسین اور اصحاب حسین علیہم السلام پر فوراً پانی بند کر دیا جائے اور شب ۷ محرم کو حضرت ابوالفضل العباسؑ پانی کی غرض سے باہر نکلے۔ (ج۵، ص۴۱۲)

(ب) شمر ملعون کو کربلا بھیجا گیا۔ (ج۵، ص۴۱۴)

(ج) امام حسین علیہ السلام کی سپاہ پر یزیدی فوج نے حملہ کر دیا۔ (ج۵، ص۴۶۹)

(د) امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل جب شمر نے مخدرات عصمت کے خیمہ پر حملہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اسے للکارا اور فرمایا: '' شیعہ آل ابی سفیان'' نیز نماز ظہر اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت۔ (ج۵، ص۴۳۹)

(ھ) جناب علی اکبر کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کا بیان، آپ کی شہادت پر حضرت زینب کبری کا خیمہ سے باہر نکل آنا، جناب قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں آپ کے نونہال عبداللہ کی شہادت۔ (ج۵، ص۴۴۶۔۴۴۸)

(و) اپنے تمام اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک سرکار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی حالت۔ (ج۵، ص۴۵۱۔ ۴۵۲)

(ز) امامؑ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل پر لشکر میں اختلاف عقبیٰ بن سمعان کی گرفتاری اور رہائی کی خبر، امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑانا اور حمید بن مسلم کا خولی بن یزید اصبحی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ (ج۵، ص۴۵۵)

(ح) ابن زیاد کا خولی کو اپنے گھر کی طرف روانہ کرنا تاکہ وہ ابن زیاد کے اہل وعیال تک اس کی خیریت کی خبر پہنچا دے، ابن زیاد کا دربار میں چھڑی کے

Presented by Ziaraat.Com

ذریعہ امام حسین علیہ السلام کے لبوں سے بے ادبی کرنا، اس جانکاہ منظر کو دیکھ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو حدیث نبوی کی طرف متوجہ کرانا، اس پر ابن زیاد کا زید کو جواب دینا، پلٹ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو جواب دینا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا دربار ابن زیاد میں وارد ہونا، نیز اس ملعون کا ستانے کی غرض سے حضرتؑ سے ہم کلام ہونا، اس پر حضرت زینب کبریٰ کا ابن زیاد کو مسکت جواب دینا، پریشان ہو کر ابن زیاد کا دوبارہ چھڑی کے ذریعہ امام حسینؑ کے لبوں سے بے ادبی کرنا، عمرو بن حریث اور ابن زیاد کا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہم کلام ہونا، اس پر امام علیہ السلام کا اسے جواب دینا، اس جواب سے غصہ میں آکر ابن زیاد کا امام علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کرنا، اس پر آپ کی پھوپھی زینبؑ کا امام علیہ السلام سے لپٹ جانا اور آخر میں ابن زیاد کا مسجد میں خطبہ دینا، اس پر عبداللہ بن عفیف کا اعتراض اور ان کی شہادت کی روداد، یہ سب حمید بن مسلم نے نقل کیا ہے۔

روایات کی سند

ان تمام روایات میں ابومخنف کے لئے حمید بن مسلم سے روایت نقل کرنے کا واسطہ سلیمان بن ابی راشد ہیں۔ جستجو کرنے والے پر یہ بات روشن ہے کہ مختلف مناسبتوں کے اعتبار سے اس سند میں تقطیع (درمیان سے حذف کرنا) کی گئی ہے۔ ان اخبار کو ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پورا واقعہ شمر کے بھیجے جانے سے شروع ہوتا ہے اور ابن زیاد کے دربار اور عبداللہ بن عفیف کی شہادت پر تمام ہوتا ہے۔

یہیں سے دقت کرنے پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حمید بن مسلم، شمر بن ذی الجوشن کلابی کے لشکر کے ہمراہ تھا، خصوصاً یہ بات وہاں پر اور واضح ہو جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ حمید نے متعدد مرتبہ شمر سے گفتگو کی ہے اور بہت سارے موارد میں اسی نے شمر کی سرزنش کی ہے۔ اسی طرح حمید بن مسلم کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد خیموں میں موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص شمر کے لشکر میں تھا کیونکہ امام کی شہادت کے بعد اسی ملعون نے اپنے اوباش ساتھیوں کے ساتھ خیمے پر حملہ کیا تھا اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یہ قبیح فعل انجام نہیں دیا ہے۔

اسکے بعد یہی حمید بن مسلم توابین کے انقلاب میں بھی ہمیں شریک نظر آتا ہے، (ج۵، ص۵۵۵) نیز قید خانے میں حمید نے مختار سے بھی ملاقات کی ہے لیکن سلیمان کو مختار سے برحذر کیا اور انھیں خبر دی کہ مختار لوگوں کو تمہاری مدد کرنے سے روک رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی حمید، مختار سے منہ موڑ لیتا ہے (ج۵، ص۵۸۱۔۵۸۴) اور توابین کے ساتھ شکست کھا کر لوٹ جاتا ہے۔ (ج۵، ص۶۰۶) حمید بن مسلم، ابراہیم بن مالک اشتر نخعی کا دوست تھا اور اس کا ابراہیم کے یہاں آنا جانا تھا لہٰذا توابین کے انقلاب کے بعد وہ ہر شب ابراہیم کے ہمراہ مختار کے پاس جایا کرتا تھا، صبح تک تدبیر امور میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی لوٹ آتا تھا۔ (ج۶، ص۱۸) حمید بن مسلم شب سہ شنبہ شب قیام مختار ابراہیم کے ہمراہ ان کے گھر سے نکلا اور سو (۱۰۰) برہنہ شمشیر سپاہیوں کے ہمراہ جو اپنی قباؤں کے اندر زرہ پوش تھے (ج۶، ص۱۹) مختار کے گھر پہنچا (ج۶، ص۳۶) لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ مختار کا مصمم ارادہ یہ ہے کہ قاتلین امام حسین علیہ السلام سے انتقام لیں گے تو اس نے عبدالرحمن بن مخنف ازدی (ابومخنف کے چچا) کے ہمراہ مختار کے خلاف خروج کر دیا۔ اس مڈبھیڑ میں جب عبدالرحمن زخمی ہوا تو حمید نے چند رثائی اشعار کہے (ج۶، ص۵۱) اور جب عبدالرحمن بن مخنف نے کوفہ سے فرار کر کے بصرہ میں مصعب بن زبیر کے یہاں پناہ لی تو حمید بھی اس سے ملحق ہو گیا۔ (ج۶، ص۵۸) تاریخ طبری میں اس کا آخری تذکرہ اس طرح سے ملتا ہے (ج۶، ص۲۱۳) کہ اس نے عبدالرحمن بن مخنف پر اس وقت مرثیہ سرائی کی جب "کازرون" کے نزدیک خوارج کے ایک گروہ نے ۷۵ ہجری میں اسے اس وقت قتل کر دیا جب وہ مھلب بن صفرہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف ثقفی کی طرف سے گروہ خوارج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ ذہبی نے میزان

Presented by Ziaraat.Com

الاعتدل(ج۱، ص۶۱۶)میں اور ابن قدامہ نے مغنی(ج۱، ص ۱۹۵) میں اس مطلب کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی: شب عاشور اور روز عاشور کا واقعہ اسی شخص کی زبانی نقل ہوا ہے نیز لشکر کا مقابلہ اور روز عاشور امام علیہ السلام کا مفصل خطبہ بھی اسی راوی نے نقل کیا ہے(ج ۵، ص ۴۱۸۔۴۱۹،۴۱۸،اور ۴۴۴، ۴۲۵، ۴۲۳، ۴۲۱(

ابو مخنف نے ان واقعات کو ایک واسطہ سے ضحاک بن عبداللہ سے نقل کیا ہے اور اس واسطہ کا نام عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ شخص بھی ہمدانی ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے امام حسین علیہ السلام سے اس شرط پر ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا کہ اگر آپ کے اصحاب شہید ہو گئے تو میں نکل بھاگوں گا؛ امام علیہ السلام نے بھی اسے قبول کر لیا اور وہی ہوا کہ جب اصحاب و انصار شہید ہو گئے تو یہ شخص اپنی جان بچا کر عین معرکہ سے بھاگ گیا۔(ج ۵، ص ۴۱۸، ۴۴۴) شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب رجال میں اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے ! ۔

۵۔امام زین العابدینؑ: امام علیہ السلام سے شب عاشور کا واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا گیا ہے۔

)الف) حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور عامری نے امام سجادؑ سے روایت نقل کی ہے۔(ج ۵، ص ۴۱۸(

)ب) حارث بن کعب والبی ازدی کوفی اور ابو ضحاک بصری دونوں نے امام علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔(ج ۵، ص ۴۲۰(

۶۔عمرو حضرمی: یہ شخص عمر بن سعد کے لشکر کا کاتب تھا۔(ج ۵، ص ۴۲۲) عمرو حضرمی دو واسطوں سے حدیث بیان کرتا ہے۔ لیکن اہل رجال کے نزدیک یہ شخص غیر معروف ہے۔

۷۔غلام عبدالرحمن انصاری: عبدالرحمن بن عبد ربہ انصاری کے غلام سے شب عاشور بریر بن خضیر ہمدانی کے مزاح کا واقعہ منقول ہے۔ ابو مخنف نے یہ واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ دونوں واسطے اس طرح ہیں: ”عمرو بن مرّہ جملی نے ابی صالح حنفی سے نقل کیا ہے“ دوسری خبر میں اس طرح آیا: ”جب میں نے ان لوگوں کو تیزی کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہو گیا اور ان کو چھوڑ دیا“۔(ج ۵، ص ۴۲۱ و ۴۲۲ (

۸۔مسروق بن وائل حضرمی: جنگ شروع ہوتے وقت ابن حوزہ کی روایت اسی شخص سے دو واسطوں(عطاء بن سائب اور عبدالجبار بن وائل حضرمی)کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔ اس نے کہا: ” کنت فی اوائل الخیل ممن سار الی الحسین... “میں اس لشکر میں آگے آگے تھا جو امام حسینؑ کی طرف روانہ کیا گیا تھا... میں اس آرزو میں تھا کہ حسینؑ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لیجاؤں تا کہ اس کے دربار میں مجھے کوئی مقام حاصل ہو سکے۔“... فرجع مسروق ... وقال لقد رایت من اہل ہذا البیت شئے لا اقاتلہم ابداً“(ج ۵، ص ۴۲۱(

پھر مسروق وہاں سے پلٹ آیا... اور اس نے کہا: میں نے اس خاندان میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ میں کبھی بھی ان سے نہیں لڑوں گا۔

۹۔کثیر بن عبداللہ شعبی ہمدانی: ابو مخنف نے زہیر بن قین کا خطبہ علی بن حنظلہ بن اسعد شامی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ شامی نے اس خطبہ کو اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شاہد تھا، اس کا نام کثیر بن عبداللہ شعبی ہے۔(ج ۵، ص ۴۲۶) طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بڑا شجاع اور بے باک تھا کبھی بھی پیٹھ نہیں دکھاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے سپہ سالاروں سے چاہا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ؟ تو تمام لوگوں نے انکار کر دیا اور امام حسینؑ کے سامنے جانے میں جھجک کا اظہار کیا، کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھا اور بولا: میں حسینؑ کی طرف جاؤں گا، خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو غافل گیر کر کے میں ان کا خاتمہ بھی کر سکتا ہوں... یہ شخص اسلحے سے لیس ہو کر وہاں پہنچا... تو زہیر قین نے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

اپنی تلوار اپنے جسم سے جدا کر کے آؤ! اس ملعون نے کہا: ہر گز نہیں! خدا کی قسم یہ میری کرامت کے منافی ہے۔اس کے بعد دونوں میں نوک جھونک ہونے لگی...۔(ج۵،ص۴۱۰(

یہی وہ شخص ہے جس نے مہاجر بن اوس کے ہمراہ زہیر بن قین بجلی پر حملہ کیا اور ان دونوں ملعونوں نے مل کر اس شجاع اور پاک طینت انسان کو شہید کر دیا(ج۵،ص۴۴۱ (

۱۰۔زبیدی: یہ شخص دوسرے حملہ کی خبر نقل کرتا ہے۔(ج۵،س۴۳۵) یہ یمن کے قبیلہ زبید کا ایک فرد ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار عمرو بن حجاج زبیدی کی سپہ سالاری کے واقعات کی روایت کرتا ہے۔

۱۱۔ایوب بن مشرح خیوانی: اس شخص نے مادر وہب کلبی کی جانثاری، فداکاری اور خلوص کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے علاوہ جناب حر کے گھوڑے کو اسی نے پے کیا تھا۔جب جناب حر کی شہادت کے بعد قبیلہ والوں نے اسے للکارا اور آپ کی شہادت کے سلسلے میں اسے متہم کیا تو اس نے کہا: "لا واللہ ما انا قتلتہ ولکن قتلہ غیری" نہیں خدا کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے، انہیں تو میرے علاوہ کسی دوسرے نے قتل کیا ہے "وما احبّانی قتلتہ" : نہ فقط یہ کہ میں نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ میں تو اس بات کو پسند بھی نہیں کرتا تھا کہ میں ان کے قتل میں شرکت کروں۔اس پر" ابو وڈاک جبر بن نوف ہمدانی "نے کہا: ولم لا ترضی بقتلہ، تم ان کے قتل سے کیوں راضی نہیں تھے؟اس نے کہا: "زعموا انہ کان من الصالحین" لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ نیک سرشت ہیں" فواللہ لئن کان آثما..." خدا کی قسم اگر وہ گناہگار تھے اور خداوند عالم اگر مجھے جہنم میں ان کو زخمی کرنے کے گناہ میں ڈالنا چاہتا تو اس موقف کو پسند کرتا بجائے اس کے کہ مجھے ان میں سے کسی ایک کے قتل کر دینے کے عذاب میں مبتلا کر دے، اس پر ابو وڈاک نے کہا: "ما اراک الا ستلقی اللہ بائثم قتلھم اجمعین...انتم شرکاء کلکم فی دمائہم" میں تو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھتا کہ عنقریب خدائے متعال تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں مبتلا کرے گا... تم سب کے سب ان کے خون میں شریک ہو۔(ج۵،ص۴۳۷(

۱۲۔عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس: یہ شخص بریر بن خضیر ہمدانیؒ کی شہادت کو بیان کرتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔وہ اپنی اس روایت میں یہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا سے قبل بریر مسجد کوفہ میں ان ظالموں کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔(ج۵،ص۴۳۱(

۱۳۔ربیع بن تمیم ہمدانی: اس شخص نے عابس بن شبیب شاکری کے مقتل کو بیان کیا ہے اور وہ کربلا کے جانسوز واقعے کا عینی شاہد ہے۔(ج۵،ص۴۴۴(

۱۴۔عبداللہ بن عمار بارقی: اس نے دشمنوں پر حملہ کے وقت امام حسین علیہ السلام کی حالت کو بیان کیا ہے اور یہ شخص بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔لوگوں نے جب اس بات پر اس کی ملامت کی کہ تو امام حسینؑ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا تو اس ملعون نے اپنی جنایت کاریوں کی توجیہ کرتے ہوئے کہا: "ان لی عند بنی ہاشم لیدا" میں نے بنی ہاشم کی خدمت کی ہے اس سلسلے میں کسی حد تک ان پر حق رکھتا ہوں۔لوگوں نے اس سے پوچھا: بنی ہاشم کے پاس تمہارا کونسا حق ہے؟ تو اس ملعون نے کہا: میں نے نیزوں سے حسین پر حملہ کیا یہاں تک کہ بالکل ان کے نزدیک پہنچ گیا... لیکن وہاں پہنچ کر میں اپنے ارادہ سے منصرف ہو گیا اور تھوڑی دور پر جا کر کھڑا ہو گیا۔(ج۵،ص۴۵۱(

۱۵۔قرۃ بن قیس حنظلی تمیمی: اس شخص نے شہداء کے سر کو تن سے جدا کئے جانے اور اہل بیت اطہارؑ کی اسیری کی غم انگیز اور جگر سوز داستان کو بیان کیا ہے۔(ج۵،ص۴۵۵) یہ شخص اپنے قبیلہ کے سردار حر بن یزید ریاحی تمیمی کے ہمراہ اس لشکر میں تھا جو امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے آیا تھا۔(ج۵،ص۴۲۷) یہ وہی شخص ہے جسے پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا کہ وہ آپ سے سوال کرے کہ آپ کس لئے آئے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

اور کیا چاہتے ہیں؟ جب یہ شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا۔ حبیب بن مظاہر اسدی نے اس کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی طرف دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۱۱) یہی وہ شخص ہے جس نے روایت نقل کی ہے کہ جب حر نے امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے پوچھا: کیا تم اپنے گھوڑے کو پانی پلانا نہیں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر حر اس سے دور ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اگر حر نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا ہوتا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسینؑ سے ملحق ہو جاتا۔ (ج ۵، ص ۴۲۷)

جی ہاں یہی وہ ۱۵ افراد ہیں جو کربلا کے دلسوز اور غمناک واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے ۔

تیسری فہرست

تیسری فہرست میں وہ لوگ ہیں جو ان واقعات کے شاہد ہیں اور وہاں حاضر تھے۔ ان لوگوں نے بغیر کسی واسطے کے خود ابو مخنف سے واقعات بیان کئے ہیں اور یہ چار افراد ہیں:

۱۔ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیہ الوداعی کلبی: اس شخص نے ابن زیاد سے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کے مقابلہ کو نقل کیا ہے (ج ۵ ص ۳۶۹ و ۳۷۰) نیز جناب مسلم اور ہانی بن عروہ کے سر کو یزید کی طرف بھیجے جانے اور خط لکھ کر اس خبر سے آگاہ کرنے کی روایت بھی اسی شخص سے ملتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابو جناب ان خبروں کو اپنے بھائی ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی کے حوالے سے نقل کرتا ہے، کیونکہ ہانی بن ابی حیہ کے ہاتھوں ابن زیاد نے یزید کو خط روانہ کیا تھا۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۳ روایتیں منقول ہیں، جن میں سے ۹ روایتیں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان سے متعلق ہیں جو بالواسطہ ہیں اور ۹ روایتیں کربلا سے متعلق ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ ہیں اور چار مرسل ہیں (یعنی درمیان سے راوی حذف ہے)۔ آخری روایت جو میرے ذہن میں ہے اور مرسل ہے وہ مصعب بن زبیر کا ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھنے کا واقعہ ہے جس میں مصعب نے ابراہیم کو مختار کے بعد ۶۷ ہجری میں اپنی طرف بلایا تھا۔ (ج ۶ ص ۱۱۱) تہذیب التہذیب (ج ۱۱، ص ۲۰۱) پر اس کی پوری بایو گرافی موجود ہے۔ اس میں راوی کے سلسلے میں یہ جملہ ملتا ہے: ''کوفی صدق مات ۱۴۷ھ'' یہ شخص کوفی تھا، سچا تھا اور ۱۴۷ ہجری میں اس کی وفات ہوئی۔

۲۔ جعفر بن حذیفہ طائی: جناب مسلم نے اپنی شہادت سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ کی بیعت کے سلسلے میں جو خط لکھا ہے اس کی روایت اسی شخص سے نقل ہوئی ہے، نیز محمد بن اشعث بن قیس کندی اور ایاس بن عثل طائی کے خط کا راوی بھی یہی شخص ہے جس میں ان لوگوں نے امام حسینؑ کو جناب مسلم کی گرفتاری اور ان کی شہادت کی خبر پہنچائی تھی۔ (ج ۵، ص ۳۷۵)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے۔ جنگ صفین میں یہ شخص علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات (معتبر و ثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے، پھر کہا ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہے؟

طبری نے اس شخص سے ۵ روایتیں نقل کی ہیں، جن میں سے دو روایتیں جنگ صفین سے متعلق ہیں، دو روایتیں خوارج کے ایک گروہ جس کا تعلق قبیلہ

Presented by Ziaraat.Com

طئی سے تھا، کے سلسلے میں اور ایک واقعہ کربلا کے ذیل میں وہی مسلم بن عقیل کی خبر ہے جو گزشتہ سطروں میں بیان ہو چکی ہے۔

۳۔ دلہم بنت عمرو: یہ خاتون، زہیر بن قین کی زوجہ ہیں۔ جناب زہیر بن قین کا امام حسینؑ کے لشکر میں ملحق ہونے کا واقعہ انھیں خاتون سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں دلہم نے مجھ سے اس طرح روایت نقل کی ہے۔(ج۵،ص۳۹۶(

۴۔ عقبہ بن ابی العیزار: امام حسین علیہ السلام کی دو اہم خطبے جسے آپ نے مقام'' بیضہ'' اور مقام ذی حسم میں پیش کیا تھا اسی شخص سے مروی ہیں، نیز امام حسین علیہ السلام کے جواب میں زہیر بن قین کی گفتگو، امام حسین علیہ السلام کے اشعار اور طرماح بن عدی کے اشعار کی بھی اسی شخص سے روایت نقل ہوئی ہے۔(ج۵،ص۴۰۳) ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص حر کے لشکر میں تھا لہٰذا نجات پا گیا۔ اپنی رجالی کتابوں میں ہمیں اس کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔ ہاں لسان المیزان میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لسان المیزان کے الفاظ اس طرح ہیں:'' یعتبر حدیثہ'' اس کی حدیث معتبر ہے، نیز وہیں اس بات کی بھی یاد آوری کی گئی ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔

یہی وہ چار افراد ہیں جو ظاہراً ان واقعات کے شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان سے بلا واسطہ حدیثیں نقل کی ہیں۔

چوتھی فہرست

یہ وہ لوگ ہیں جو اس جانسوز واقعہ میں موجود تھے یا اس دلسوز حادثہ کے معاصر تھے لہٰذا انہوں نے ان واقعات کو نقل کیا ہے۔ ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔ یہ ۲۱ افراد ہیں۔

۱۔ ابو سعید دینار: اس شخص کو'' کیسان'' یا'' عقیصا مقبری'' بھی کہا جاتا ہے۔ مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو اسی شخص نے ایک واسطہ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے نقل کئے ہیں۔(ج۵،ص۳۴۲) ذہبی نے اس کا ذکر میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ ذہبی کہتا ہے: وہ ابو ہریرہ کے ہمنشین اور اس کے بیٹے کے دوست تھے۔ وہ ثقہ اور حجت ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود ذہن مختل نہیں ہوا تھا... ۔آپ کی وفات ۱۲۵ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا شمار بنی تمیم کے طرفداروں میں ہوتا ہے۔ ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ مورد اعتماد اور بھروسہ مند ہیں۔(لسان المیزان، ج۲،ص۱۳۹(

تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ واقدی نے کہا: یہ ثقہ ہیں اور ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ ولید بن عبد الملک کی خلافت کے عہد میں وفات پائی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عمر نے انھیں قبر کھودنے کے کام پر مامور کیا تھا لہٰذا وہ قبروں کو کھودا کرتے تھے اور مردوں کو قبروں میں اتارتے تھے لہٰذا'' المقبری'' کے نام سے مشہور ہو گئے ''۔(تہذیب التہذیب، ج۸،ص ۴۵۳) شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب'' الرجال'' میں ان کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں'' دینار'' کے نام سے کیا ہے ان کی کنیت ابو سعید اور لقب عقیصا ذکر کیا ہے۔ اس لقب کا سبب وہ شعر ہے جسے'' دینار'' نے کہا تھا۔(رجال شیخ طوسیؒ، ص۷۰، ط نجف) شیخ صدوقؒ ابو سعید عقیصا کے حوالے سے اپنی'' امالی'' میں امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:'' یا علی! انت اخی وانا اخوک، انا المصطفیٰ للنبوۃ، وانت المجتبیٰ للامامۃ، وانا صاحب التنزیل، وانت صاحب التاویل، وانا وانت ابوا ھذہ الامۃ، انت وصیی و خلیفتی و وزیری و وارثی وابو ولدی و شیعتک شیعتی'' اے علی! تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں، خدا نے مجھ کو نبوت کے لئے منتخب کیا اور تم کو امامت کیلئے چن لیا، میں صاحب تنزیل (قرآن) ہوں تم صاحب تاویل ہو، میں اور تم دونوں اس

Presented by Ziaraat.Com

امت کے باپ ہیں، تم میرے وصی، خلیفہ، وزیر، میرے وارث اور میرے فرزندوں کے باپ ہو، تمہارے شیعہ اور پیروکار میرے شیعہ و پیروکار ہیں۔

۲۔ عقبہ بن سمعان: مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے کی خبر، عبداللہ بن مطیع عدوی سے آپ کی ملاقات، مکہ پہنچنے کی خبر، (ج۵، ص ۳۵۱) مکہ سے نکلتے وقت ابن عباس اور ابن زبیر کی امام علیہ السلام سے گفتگو، (ج۵، ص ۳۸۳) والی مکہ عمرو بن سعید بن عاص اشدق کے قاصد کا امام حسینؑ تک پہنچنا اور حاکم مکہ کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کو مکہ واپس لوٹانے کی خبر، منزل تنعیم پر " ورس الیمن " کی خبر، قصر بنی مقاتل سے گذرنے کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام کی اپنے بابا سے گفتگو، نینوا میں اس نورانی کارواں کا ورود، ابن زیاد کے پیغامبر کا حر تک ابن زیاد کا خط لیکر پہنچنا امام علیہ السلام اور پسر سعد کا کربلا میں وارد ہونا (ج۵، ص ۴۰۷۔ ۴۰۹) اور وہ شرطیں جو امام حسینؑ نے پسر سعد کے سامنے پیش کی تھیں اسی شخص سے مروی ہیں۔ (ج۵ ، ص ۴۱۳) یہ تمام روایتیں اس نے ایک واسطہ سے حارث بن کعب والبی ہمدانی سے نقل کی ہیں۔ یہ اس بات کی تائید ہے کہ ابومخنف نے مناسبتوں کے مطابق روایتوں کی اسناد میں تقطیع (درمیان سے راوی کو حذف کر دینا) کی ہے۔ عقبہ بن سمعان کی سوانح زندگی گذشتہ صفحات پر گذر چکی ہے لہٰذا اسے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ محمد بن بشر ہمدانی: معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعوں کا سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اجتماع، سلیمان بن صرد کا خطبہ اور اجتماعی طور سے سب کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا، مسلم بن عقیل کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کا ان لوگوں کو جواب، (ج۵، ص ۳۔ ۳۵۲) راستے ہی سے جناب مسلم کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا، پھر امام علیہ السلام کا جواب دینا، مسلم کا کوفہ پہنچنا اور کوفہ کے شیعوں کا جناب مختار کے گھر میں مسلم کے پاس آنا جانا (ج۵ ص ۳۵۴۔ ۳۵۵) اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کا خطبہ، ان تمام روایتوں کو محمد بن بشیر ہمدانی نے ایک واسطہ سے حجاج بن علی بارقی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ شخص سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعوں کے اس اجتماع میں حاضر تھا، کیونکہ وہ کہتا ہے: "فذکرنا ہلاک معاویہ فحمدنا اللہ علیہ فقال لنا سلیمان بن صرد ..."تو ہم نے معاویہ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا اور اس پر خدا کا شکر ادا کیا تو سلیمان بن صرد نے ہم سے کہا... "ثم سرحنا بالکتاب..." پھر خط لے کر ہم لوگ نکلے،" وامرنا ھما بالنجاء..." اور ہم نے ان دونوں کو کاملاً رازداری کا حکم دیا،" ... ثم سرحنا الیہ.." پھر ہم لوگ اس کی طرف گئے " ... ثم لبثنا یومین آخرین ثم سرحنا الیہ..." پھر ہم لوگ دو دنوں تک ٹھہرتے رہے پھر اس کی طرف گئے "... وکتبنا معھما.." اور ہم نے ان دونوں کے ساتھ لکھا۔ (ج۵، ص ۳۵۴۔ ۳۵۵) یہ شخص مختار کے گھر میں مسلم کے سامنے اس شیعی اجتماع میں حاضر تھا لیکن جنگ و جدال سے بچے رہنے کی غرض سے مسلم کی بیعت نہ کی، کیونکہ راوی حجاج بن علی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن بشیر سے کہا: "فھل کان منک ان تقول"؟ کیا تم اس مورد میں کوئی عہد پیمان کرو گے تو محمد بن بشیر نے جواب دیا: " ان کنت لأحب ان یعز اللہ أصحابی بالظفر" اگرچہ میں چاہتا ہوں کہ خدا ہمارے ساتھیوں کو فتح و ظفر کی عزت سے سرفراز کرے "وما کنت احب ان أُقتل ! وکرہت ان اکذب" (ج۵، ص ۳۵۵) لیکن میں قتل ہونا نہیں چاہتا اور میں جھوٹ بولنا بھی پسند نہیں کرتا۔

لسان المیزان میں ابو حاتم کے حوالے سے اس کا ذکر ہے کہ ابو حاتم کہتے ہیں: "یہ شخص محمد بن سائب کلبی کوفی ہے۔ اسے اس کے جد محمد بن سائب بن بشر کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ (۱) شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب رجال میں اس شخص کو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۲)

۴۔ ابو الوڈاک جبر بن نوف ہمدانی: کوفہ میں نعمان بن بشیر انصاری (معاویہ اور یزید دونوں کی جانب سے کوفہ کا حاکم) کا خطبہ، کوفیوں کا خط یزید کے نام

Presented by Ziaraat.Com

،(ج۵، ص۳۵۵-۳۵۶) کوفہ میں ابن زیاد کا خطبہ ،(ج۵، ص۳۵۸-۳۵۹) مسلم کا ہانی کے گھر منتقل ہونا،ابن زیاد کی طرف سے معقل شامی کا جاسوسی کے ذریعہ مسلم کا سراغ پانا،ابن زیاد کا ہانی کی عیادت کو آنااور عمارہ بن عبید سلولی کا اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں، لیکن ہانی کا اس مشورہ کو پسند نہ کرنا، ہانی کے گھر ابن زیاد کا شریک بن اعور حارثی ہمدانی کی عیادت کو آنا اور شریک کا مسلم کو اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں لیکن مسلم کا انکار کرنا، جس پر ہانی کا کبیدہ خاطر ہونا،ابن زیاد کا ہانی کو طلب کرنا اور انہیں زدوکوب کرنا اور قید کر دینا،اس پر عمرو بن حجاج زبیدی کا قبیلہ کے جوانوں اور بہادروں کو لے کر دارالامارہ کے ارد گرد ہانی کی رہائی کے لئے ہجوم کرنا،اس پر دھوکہ اور فریب کے ساتھ قاضی شریح کا ہانی کے پاس جانا اور واپس لوٹ کر جھوٹی خبر دینا کہ ہانی صحیح سالم ہیں،اس پر قبیلہ والوں کا واپس پلٹ جانا، مندرجہ بالا تمام خبریں اسی ابو وداک سے مروی ہیں۔اس نے ان تمام اخبار کو نمیر بن وعلہ ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے،فقط آخری خبر معلی بن کلیب سے نقل کی ہے۔

۱۔لسان المیزان،ج۵،ص۹۴

۲۔رجال الشیخ،ص۱۳۶-۲۸۹ط نجف، طبری نے ''ذیل المذیل'' ،ص۶۵۱مطبوعہ دار سویدان پر طبقات بن سعد ج۶،ص۳۵۸،کے حوالے سے ذکر کیا ہے منصور کی خلافت کے زمانے میں ،۱۴۶، ہجری میں شہر کوفہ اس کی وفات ہوئی۔

ابو وداک کا پورا نام امیر المومنین کے اس خطبہ میں ملتا ہے جس کی روایت خود اس نے کی ہے کہ '' نخیلہ'' میں خوارج کی ہدایت سے مایوس ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا۔(ج۵،ص۷۸)ظاہراً امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ شخص کوفہ ہی میں تھا۔ایک دن اس نے ایوب بن مشرح خیوانی کی اس بات پر بڑی مذمت کی کہ اس نے حرؑ کے گھوڑے کو کیوں پے کیا؛اس نے ایوب سے کہا: ''میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ خدا تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں واصل جہنم کرے گا، کیا تو نہیں جانتا ہے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی پر تیر نہ چلایا ہوتا، کسی کے گھوڑے کو پے نہ کیا ہوتا، کسی پر تیر بارانی نہ کی ہوتی، کسی کے روبرو نہ آیا ہوتا، کسی پر ہجوم نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کو برانگیختہ نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کی کثرت کے ساتھ حملہ آور نہ ہوا ہوتا، جب تجھ پر حملہ ہوا ہوتا تو مقابلہ کرنے کے بجائے اگر تو عقب نشینی کر لیتا اور تیرے دوسرے ساتھی بھی ایسا ہی کرتے تو کیا حسینؑ اور ان کے اصحاب شہید ہو جاتے ؟ تم سب کے سب ان پاک سرشت اور نیک طینت افراد کے خون میں شریک ہو۔(ج۵، ص۳۵۷،۳۵۸)

ذہبی نے ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ذہبی کا بیان ہے: ''صاحب ابی سعید الغدری صدوق مشہور'' یہ ابو سعید غدری کے ساتھی اور صداقت میں مشہور تھے۔(۱) تہذیب میں اس طرح ہے:''ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔نسائی نے کہا ہے کہ صالح ہیں اور اپنی کتاب سنن میں ان سے روایت نقل کی ہے۔'' (۲ (

۵۔ابو عثمان نہدی: اہل بصرہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط اور ابن زیاد کا اپنے بھائی عثمان کو بصرہ کا والی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی خبر اسی شخص نے ایک واسطہ صقعب بن زہیر کے حوالے سے نقل کی ہے۔یہ شخص مختار کے ساتھیوں میں تھا؛جب یہ ابن مطیع کی حکومت میں کوفہ وارد ہوا تو اسے ناداروں کی دادرسی کے امور پر مقرر کیا گیا۔(ج۵، ص۲۲و۲۹(

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ میزان الاعتدال، ج۴، ص۵۸۴، ط حلبی۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۶۰ و تنقیح المقال، ج۳، ص۲۷

تہذیب التہذیب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ درک کیا ہے لیکن آپ کے دیدار کا شرف اسے حاصل نہ ہوا۔ یہ شخص کوفہ کا باشندہ تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے تو اس نے بصرہ کو اپنا مسکن بنالیا۔ یہ شخص اپنی قوم میں معروف آدمی تھا، ۶۰ حج انجام دئے، اس کا شمار صائم النہار اور قائم اللیل میں ہوتا تھا (یعنی دن روزں میں گذرتا تھا اور شب عبادت میں) اس پر لوگ بھروسہ کیا کرتے تھے، ایک سو تیس (۱۳۰) سال کے سن میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔ (۱(

۶۔ عبداللہ بن خازم کثیری ازدی: یہ شخص یوسف بن یزید کے حوالے سے حضرت مسلم بن عقیل کی جنگ کا تذکرہ کرتا ہے اور سلیمان بن ابی راشد کے واسطہ سے لوگوں کے مسلم کو دھوکہ دینے کے واقعہ کو نقل کرتا ہے۔ اس شخص نے پہلے مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی۔ جناب مسلمؑ نے اسے ابن زیاد کے قصر کی طرف بھیجا تا کہ ہانی کا حال معلوم کرکے آئے، پھر اس شخص نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام دونوں کو دھوکہ دیا۔ (ج۵، ص۳۶۸۔۳۶۹) آخر کار اپنے کئے پر نادم ہوا اور توابین کے ساتھ ہوگیا اور انھیں کے ہمراہ خروج کیا۔ (ج۵، ص۵۸۳) یہاں تک کہ قتل ہوگیا ۔(ج۵، ص۶۰۱(

۷۔ عباس بن جعدہ جُدلی: اس شخص کو عیاش بن جعدہ جُدلی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جناب مسلمؑ کا اموی حاکم کے خلاف قیام، کوفیوں کی مسلم کے ساتھ دغا اور ابن زیاد کا موقف اسی شخص نے یونس بن ابی اسحاق سبیعیہمدانی کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان کے ہمراہ نبرد میں شریک رہا، پھر درمیان جنگ سے غائب ہوگیا اور دکھائی نہ دیا، روایت کا جملہ اس طرح ہے۔ '' خرجنا مع مسلم.. ''. ہم لوگ مسلم کے ہمراہ سپاہ سے نبرد آزمائی کے لئے نکل پڑے۔

۸۔ عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی: مختار کو ابن زیاد کے پرچم امان کے تلے آنے کی دعوت دینا اسی شخص سے منقول ہے۔

۹۔ زائدہ بن قدامہ ثقفی: جناب مسلم بن عقیل سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کا میدان نبرد

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۶، ص۲۷۷

میں آنا، آپ کا اسیر ہونا، قصر کے دروازہ پر پہنچ کر پانی طلب کرنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کا واقعہ اسی شخص کے حوالے سے مرقوم ہے ۔(ج۵، ص۳۷۵(

''طبری'' نے اس شخص کو '' قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی'' کے نام سے یاد کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زائدہ بن قدامہ، قدامہ بن سعید کے دادا ہیں اور وہ کوفہ کی پر ماجرا داستان میں موجود تھا اور اس کا پوتا '' قدامہ بن سعید'' وہ ہے جسے جناب شیخ طوسیؒ نے امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ (طبری، ص۲۷۵، ط نجف) لہٰذا ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے کہ '' قدامہ بن سعید، زائدہ بن قدامہ ثقفی'' سے روایت نقل کرتے ہیں۔

۵۸ ہجری میں عام الجماعۃ (۱) کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے عبدالرحمن بن ام حکم ثقفی کے دور حکومت میں قدامہ بن سعید کا دادا زائدہ بن

Presented by Ziaraat.Com

قدامہ کوفہ کی پولیس کا سربراہ تھا۔(ج۵، ص۳۱۰)جب ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کے ارد گرد سے لوگوں کو جدا کرنے کے لئے پرچم امان بلند کیاتو" عمرو بن حریث" کے ہمراہ یہ شخص اس پرچم امن کا پرچمدار تھا۔اسی شخص نے اپنے چچازاد بھائی مختار کی سفارش کی تھی، یہی وہ شخص ہے جو کوفہ میں ابن زیاد کے قید خانے سے مختار کا خط لیکر مختار کے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس لے گیا تھا۔تاکہ وہ یزید کے پاس جاکر مختار کی رہائی کی سفارش کرے۔

صفیہ بنت ابی عبید ثقفی کے شوہر عبداللہ بن عمر، مختار کے بہنوئی نے جاکر وہاں سفارش کی تو مختار کو ابن زیاد نے آزاد کر دیا، لیکن ابن زیاد نے اس فعل پر "زائدہ بن قدامہ" کا پیچھا کیاتو وہ بھاگ نکلا یہاں تک کہ ان کے لئے امن کی ضمانت حاصل کی گئی۔(ج۵، ص۵۷۱)جب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر والی کوفہ عبداللہ بن مطیع کی بیعت ہونے لگی تو بیعت کرنے والوں کے ہمراہ" زائدہ بن قدامہ "نے بھی ابن مطیع کی بیعت کی ابن مطیع نے بیعت کے فوراً بعد ابن "قدامہ" کو مختار کی طرف روانہ کیاتاکہ مختار کو بیعت کی دعوت دیں، لیکن ابن قدامہ نے جب مختار کو اس کی خبر دی تو مختار نے خوشی کا اظہار نہیں کیا۔(ج٦،ص۱۱(

۱۔جماعت کا سال وہ سال ہے جس کا نام معاویہ نے جماعت کا سال رکھا تھا جسکے بعد اہلسنت خود کو اہلسنت والجماعت کہنے لگے۔

کوفہ سے مختار کے قیام کا آغاز اسی شخص کے باغ سے ہوا تھا جو محلہ" سبخہ" میں تھا۔(ج٦،ص۲۲) ابن زبیر کے مقرر کردہ والی کوفہ عمر بن عبدالرحمن مخزومی کو ہٹانے کے لئے مختار نے اسی شخص کو روانہ کیا تھااور ابن قدامہ نے اسے دھمکی اور مال کی لالچ دیکر ہٹادیا۔(ج٦، ص۷۲) کچھ دنوں کے بعد یہ شخص عبدالملک بن مروان سے ملحق ہوگیااور اس کے ہمراہ مصعب بن زبیر سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ "دیر جاثلیق"میں مختار کے خون کاانتقام لینے کے لئے اس نے مصعب کے خون سے اپنی شمشیر کو سیراب کر دیا۔(ج٦، ص۱۵۹ (

بالآخر حجاج نے ابن قدامہ کو ایک ہزار فوج کے ہمراہ مقام" رود باد"میں شبیب خارجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔وہاں پر اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ وہ مارا گیا؛ جبکہ اس کے ساتھی اس کے ارد گرد تھے۔، یہ واقعہ ٧٦ ہجری کے آس پاس کا ہے۔(ج٦، ص۲۴٦)اس سے یہ صاف واضح ہے کہ" قدامہ بن سعید بن زائدہ" جن سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے عینی شاہد نہیں ہیں، پس صحیح یہی ہے کہ" قدامہ بن سعید"نے"زائدہ بن قدامہ" سے روایت نقل کی ہے کیونکہ زائدہ(جیساکہ گذشتہ سطروں میں ملاحظہ کیا) عمرو بن حریث کے ہمراہ تھالہٰذا حضرت مسلم کی طرف ابن زیاد کی جانب سے محمد بن اشعث کو بھیجے جانے کی خبر اسی شخص نے اپنے پوتے قدامہ بن سعید سے نقل کی ہے۔

۱۰۔عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: مسلم بن عقیل کا پانی طلب کرنااور اس پر انھیں پانی پلائے جانے کی خبر اسی شخص کے پوتے سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ نے اس سے نقل کی ہےاور ابو مخنف نے اس سے روایت کی ہے۔تقریب التہذیب میں لکھاہے: یہ شخص روایت میں مورد اعتماد ہے جس کی وفات ۱۱٦ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

۱۱۔عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی: صقعب بن زہیر کے حوالے سے اس شخص نے مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلتے وقت کی خبر کو ذکر کیاہے۔(ج۵، ص۳۸۲)مختار کے زمانے میں عبداللہ بن زبیر نے اس شخص کو کوفہ کا والی بنایاتو مختار نے مال کی لالچ اور ڈرادھمکا کر اسے اس عہدہ سے ہٹادیا۔)ج٦، ص۷۱) تہذیب التہذیب میں اس کا تذکرہ موجود ہے، صاحب کتاب کا بیان ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیاہے، دوسرا بیان یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ شخص روایت نقل کرتاہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۲۔عبداللہ اور مذری: عبداللہ بن مسلم اور مذری بن مشمعل یہ دونوں قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔ حجر اسود اور باب کعبہ کے پاس امام حسین علیہ السلام کا ابن زبیر سے روبرو ہونا، فرزدق کی امام سے ملاقات اور " ثعلبیہ" کے مقام پر امام علیہ السلام کا جناب مسلم کی شہادت سے باخبر ہونا، انھیں دونوں افراد نے دو واسطوں: (۱) ابی جناب یحیٰبن ابی حے ۃالوداعی کلبی سے اور اس نے عدی بن حرملہ اسدی سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں افراد وہ ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی فریاد سنی لیکن آپ کی مدد نہیں کی عبداللہ بن مسلم اسدی ۷۷ ہجری تک زندہ رہا۔(۲(

۱۳۔امام علی بن الحسین بن علی علیہما السلام: عبداللہ بن جعفر کا اپنے فرزند عون و محمد کے ہمراہ خط، عمرو بن سعید اشدق کا اپنے بھائی یحیٰ کے ہمراہ خط اور امام علیہ السلام کا جواب چوتھے امام علیہ السلام سے ایک واسطہ سے مروی ہے اور وہ واسطہ حارث بن کعب والبی ہے۔(۳(

۱۴۔ بکر بن مصعب مزنی: عبداللہ بن بقطر کی شہادت اور منزل " زبالہ" کا واقعہ ایک واسطہ سے اسی شخص سے مروی ہے اور وہ واسطہ ابو علی انصاری ہے۔(۴) قابل ذکر بات یہ ہے کہ علماء رجال کی نگاہوں میں ان دونوں کی کوئی شناخت نہیں ہے۔

۱۵۔فزّاری: سدّی کے واسطہ سے زہیر بن قین کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہونے کی خبر اسی شخص سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے: " رجل من بنی فزار"(۵) بنی فزارہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔

۱۶۔طرماح بن عدی: طرماح بن عدی کی روایت ایک واسطہ سے " جمیل بن مرثد غنوی" نے نقل کی ہے کہ طرماح نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ امام حسینؑ نے انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تو انھوں نے اپنی تنگ دستی اور عیال کے رزق کی فراہمی کا عذر پیش کیا۔ امام علیہ السلام

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۷، ص ۲۷۴ و خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، ص ۲۸۴

۲۔ طبری، ج۶، ص ۹۵ ۲ ۳۔ طبری، ج۵، ص ۳۸۸، ۳۸۷

۴۔ ج۵، ص ۳۹۸۔۳۹۹ ۵۔ ج۵، ص ۳۹۶

نے بھی ان کو نہیں روکا؛ اس طرح طرماح امام علیہ السلام کی نصرت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ شیخ طوسی نے آپ کا تذکرہ امیر المومنین اور امام حسین علیہما السلام کے اصحاب میں کیا ہے۔

لیکن مامقانیؒ نے آپ کی توثیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے: "انہ ادرک نصرۃ الامام علیہ السلام و جرح و برء ثم مات بعد ذالک" (۱ (

"آپ امام علیہ السلام کی نصرت و مدد سے شرفیاب ہوئے اور جنگ کے دوران زخمی ہوئے لیکن بعد میں آپ کا زخم مندمل ہو گیا؛ پھر اس کے بعد آپ نے وفات پائی ہے" لیکن مامقانیؒ نے اس سلسلے میں کوئی ماخذ ذکر نہیں کیا ہے۔

۱۷۔عامر بن شراحیل بن عبد الشعبی ہمدانی: مجالد بن سعید کے حوالے سے انھوں نے قصر بنی مقاتل کی خبر کا تذکرہ کیا ہے۔(۲) مذکورہ شخص نے ۲۱ ہجری میں اس سرائے فانی میں آنکھ کھولی(۳) اس کی ماں ۱۶ ہجری کے "جلولاء" کے اسیروں میں شمار ہوتی ہے۔ یہی دونوں باپ بیٹے ہیں جنہوں نے جناب مختار کو سب سے پہلے مثبت جواب دیا اور ان کی حقانیت کی گواہی دی۔(۴) ۶۷ ہجری میں یہ دونوں باپ بیٹے جناب مختار کے ہمراہ مدائن کے شہر "ساباط" کی طرف نکل گئے۔(۵) مختار کے بعد عامر بن شراحیل، اموی جلاد "حجاج بن یوسف ثقفی" سے ملحق ہو کر اس کا ہمنشین ہو گیا(۶) لیکن ۸۲

Presented by Ziaraat.Com

ہجری میں ''عبدالرحمن بن اشعث بن قیس کندی'' کے ہمراہ حجاج کے خلاف قیام کر دیا(۷) اور جب عبدالرحمن نے شکست کھائی تو ''ری'' میں حجاج کے والی قتیبہ بن مسلم سے ملحق ہوگئے اور امن کی درخواست کی تو حجاج نے امان دیدیا۔(۸) اسی طرح زندگی گذارتا رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک یزید بن عبدالملک بن مروان کی طرف سے اسے کوفہ کے قاضیوں کا سربراہ قرار دیا گیا۔

۱۔ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۱۰۹ ؛یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ یہ وہی معروف مقتل ہے جو ابومخنف کی طرف منسوب ہے اور یہ وہی روایت ہے جس پر نفس المہموم کے صفحہ ۱۹۵ پر محدث قمی نے تعلیقہ لگایا ہے۔ ۲۔ طبری ج ۵، ص ۷

۳۔ ج ۴ ص ۱۴۵ ۴۔ ج ۶، ص ۶۔ ۷ ۵۔ ج ۶، ص ۳۵

۶۔ ج ۶، ص ۳۲۷ ۷۔ ج ۶، ص ۳۵۰ ۸۔ طبری، ج ۶، س ۳۴۴

یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام کی مدد سے سرپیچی کی اور امام علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا۔ ابومخنف ان سے بطور مرسل حدیث نقل کرتے ہیں اور ''الکنی والالقاب'' کے مطابق ۱۰۴ھ میں ناگہاں اس کو موت آگئی۔(۱)

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۴، روایتیں موجود ہیں۔ تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ موجود ہے؛ اس کتاب میں عجلی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ شعبی نے ۴۸، صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ ایک نقل کے مطابق ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی۔(۲)

۱۸۔ حسان بن فائد بن بکیر عبسی: نضر بن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی کے حوالے سے اس شخص نے پسر سعد کے اس خط کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا تھا اور اس کے بعد ابن زیاد کے جواب کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ روایت کا جملہ یہ ہے: '' اشھد ان کتاب عمر بن سعد جاء الی عبیداللہ بن زیاد و أنا عندہ فاذا فیہ... '' (۱) میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عمر بن سعد کا خط عبیداللہ بن زیاد کے پاس آیا اور میں اس وقت وہاں موجود تھا؛ اس خط میں یہ لکھا تھا....۔

اس شخص نے. عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر کردہ والی کوفہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے لشکر کے سربراہ راشد بن ایاس کے ہمراہ جناب مختار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی؛(۲) جب قصر کوفہ کا محاصرہ کیا گیا تو یہ شخص ابن معیط کے ہمراہ اس میں موجود تھا۔(۳) آخر کار ر ۶۴ ھ میں ابن معیط کے ساتھیوں کے ہمراہ مقام '' مضر'' کوفہ کے کوڑے خانہ کے پاس قتل کر دیا گیا۔

تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور سورہ نساء کی آیہ ۵۱ میں ''جبت'' کی تفسیر میں بخاری نے شعبہ سے، اس نے ابو اسحاق سبیعی سے،

۱۔ الکنی والالقاب، ج ۲، ص ۳۲۸ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۶۵

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱۱ ۴۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶،

۵۔ ج ۶، ص ۳۱

Presented by Ziaraat.Com

اس نے حسان سے اوراس نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ "جبت" یعنی سحر اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شخص کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے۔(۱(

۱۹۔ابو عمارہ عبسی: ابو جعفر عبسی کے حوالہ سے اس شخص نے یحیٰی بن حکم کی گفتگو اور دربار یزید کا تذکرہ کیا ہے۔(۲ (

۲۰۔ قاسم بن بخیت: شہداء کے سروں کا دمشق لایا جانا، مروان کے بھائی یحیٰی بن حکم بن عاص کی گفتگو، زوجہ یزید ہند کی گفتگو اور یزید کا چھڑی سے امام حسین علیہ السلام کے لبوں کے ساتھ بے ادبی کرنے کا تذکرہ اسی شخص نے ابو حمزۂ ثمالی سے اور انھوں نے عبداللہ ثمالی اور انھوں نے قاسم کے ذریعہ کیا ہے۔(۳ (

۲۱۔" ابوالکنود عبدالرحمن بن عبید" :اس نے ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب کے اشعار کو سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۴)"
زیاد بن ابیہ" کی طرف سے یہ شخص کوفہ کا والی تھا۔(۵) یہ مختار کے ساتھیوں میں تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اسی نے شمر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔
ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس سے ۹؍روایتیں مذکور ہیں جیسا کہ " اعلام" میں بھی ملتا ہے۔

۲۲۔فاطمہ بنت علی: طبری کے بیان مطابق یہ خاتون جناب امیر کی دختر ہیں۔ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی کے حوالہ سے دربار یزید کا منظر انھیں خاتون سے نقل کیا ہے۔الغرض ان لوگوں میں ۲۱؍افراد وہ ہیں جو یا تو ان مظالم میں شریک تھے یا اس دلسوز واقعہ کے معاصر تھے جنہوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۔تہذیب التہذیب، ج۲، ص۲۵۱

۲۔ طبری، ج۵، ص۴۶۰۔۴۶۱

۳۔ طبری، ج۵، س۴۶۵

۴۔ ج۵، ص۴۶۶

۵۔ ج۵، ۲۴۶

پانچویں فہرست

یہ وہ گروہ ہے جس سے ابو مخنف نے دو یا چند واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔یہ گروہ ۲۹؍افراد پر مشتمل ہے۔

۱۔عبدالملک بن نوفل بن عبداللہ بن مخرمہ: مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو انھوں نے ابو سعد سعید بن ابی سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۱ (

اسکے علاوہ اپنی موت کے وقت معاویہ کا لوگوں سے یزید کی بیعت لینا، معاویہ کے سپاہیوں کے سربراہ اور اس کے امور دفن کے ذمہ دار ضحاک بن قیس فہری کی گفتگو اور اپنے باپ معاویہ کی خبر مرگ سن کر یزید کے اشعار اسی شخص نے واسطوں کی تصریح کئے بغیر ذکر کئے ہیں۔

ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۵؍روایتیں مذکور ہیں جنھیں خود ابو مخنف نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ان میں اکثر و بیشتر روایتیں مکہ میں ابن زبیر اور مدنیہ میں عبداللہ بن حنظلہ کے خروج سے متعلق ہیں۔ان میں سے ایک روایت وہ اپنے باپ نوفل سے نقل کرتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے(۲)تو دوسری روایت عبداللہ بن عروہ سے،(۳)اور تیسری روایت معاویہ کے ایک دوست حمید بن حمزہ سے منقول ہے۔(۴(
سات روایتیں بنی امیہ کے ایک چاہنے والے شخص بنام حبیب بن کرّہ سے منقول ہیں یہ مروان بن حکم کا پرچمدار بھی تھا(۵) اور آخری خبر سعید بن عمر و بن سعید بن عاص اشدق کے حوالے سے مروی ہے۔(۶) غالباً عبدالملک نے معاویہ کی وصیت اور اس کے دفن ہونے کی روایت کو بنی امیہ کے کسی موالی سے نقل کیا ہے؛ اگر چہ اس کے نام کی تصریح نہیں کی ہے۔عبدالملک کا باپ نوفل بن مساحق بن مطیع کی جانب سے دو یا پانچ ہزار کی فوج کا کمانڈرا مقرر تھا۔خود ابن مطیع کو ابن زبیر نے مقرر کیا تھا۔ایک

۱۔طبری، ج۵، ص۳۴۲ ۲۔ج۵، ص۴۷۴

۳۔ج۵، ص۴۷۸ ۴۔ج۵، ص۴۷۸

۵۔ج۵، ص۴۸۲ اور ۵۳۹ ۶۔ج۵، ص۵۷۷

بار میدان جنگ میں ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور گردن پر تلوار رکھ دی لیکن پھر چھوڑ دیا۔

عسقلانی نے تہذیب التہذیب(۱) اور الکاشف(۲) میں مذکورہ شخص کی روایتوں کو قابل اعتماد بتایا ہے۔

۲۔ابو سعید عقیصا: مسجد الحرام میں احرام کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کا عبداللہ بن زبیر سے روبرو ہونا اسی شخص نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۳(

علامہ حلیؒ اپنی کتاب ''خلاصہ'' کے باب اول میں ابو سعید کو امیرالمومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں۔(۴) ،ذہبی نے بھی'' میزان الاعتدال'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: ''یہ شخص علی علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتا ہے۔اس کے بعد کہتے ہیں کہ ابن سعید نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان کا نام دینار ہے۔یہ شیعہ ہیں اور انھوں نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔(۵(

تہذیب التہذیب میں عسقلانی کہتے ہیں: ''واقدی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔پہلی صدی ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ابن سعد نے کہا کہ انھوں نے ولید بن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی۔بعضوں نے کہا ہے کہ عمر نے ابو سعید کو قبریں کھودنے پر مامور کیا تھا اور بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ یہ پائینتی سے قبر میں اترتے تھے لہٰذا ان کو مقبری کہا جانے لگا۔(۶(

۱۔تہذیب التہذیب، ج۶، ص۴۲۸ ۲۔الکاشف، ج۲، ص۲۱۶

۳۔طبری، ج۵، ص۳۸۵ ۴۔الخلاصہ، ص۱۹۳

۵۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۳۹ و ج۳، ص۸۸؛ کامل الزیارات کے ص۲۳ پر ابن قولویہ نے اپنی سند سے ابو سعید عقیصا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ''میں نے کافی دیر تک امام حسین علیہ السلام کو عبداللہ بن زبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔راوی کہتا ہے: پھر امام علیہ السلام عبداللہ بن زبیر سے اپنا رخ موڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: یہ مجھ سے کہتا ہے کہ حرم کے کبوتروں کی طرح ہو جائے جبکہ اگر مجھے حرم میں شرف کے ساتھ قتل کیا جائے تو مجھ کو اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ مجھ کو کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں فقط ایک بالشت زمین ہو۔اگر مجھ کو طف(کربلا) میں قتل کیا جائے تو حرم میں قتل ہونے سے زیادہ مجھ کو یہی پسند ہے کہ میں کربلا میں قتل کیا جاؤں''اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

راوی نے خود امام علیہ السلام سے حدیث سنی ہے، نہ اس طرح جس طرح ابو مخنف نے سند ذکر کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ "کامل" اکمل ہے۔

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۴۵۳ و لسان المیزان، ج ۲، ص ۴۲۲

۳۔ عبد الرحمن بن جندب ازدی: مذکورہ شخص کی کچھ روایتیں عقبہ بن سمعان کے حوالے سے نقل ہوئی ہیں۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے تقریباً ۳۰ روایتیں کے مروی ہیں جن میں جنگ جمل، صفین، نہروان اور کربلا کا واقعہ ایک واسطہ عقبہ بن سمعان سے منقول ہے۔ وہ حجاج کے زمانے کا واقعہ کسی واسطے کے بغیر نقل کرتا ہے کیونکہ ابن جندب نے ۷۶ھ میں زائدہ بن قدامہ کی سربراہی میں حجاج کی فوج کے ہمراہ رودبار میں شبیب خارجی کے خلاف جنگ میں شرکت کی (۱) اور اس میں اسیر کر لیا گیا۔ خوف کے عالم میں اس نے شبیب کے ہاتھوں پر بیعت کر لی (۲) پھر کسی طرح کوفہ پہنچ گیا۔ یہ وہ موقع تھا جب حجاج دوسری مرتبہ شبیب پر حملہ کرنے کے لئے تقریر کر رہا تھا اور یہ ۷۷ھ کا زمانہ تھا۔ (۳) استر آبادی کی "رجال الوسیط" کے حوالے سے مقدس اردبیلی نے ابن جندب کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہے (۴) اور "لسان المیزان" میں عسقلانی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: "یہ کمیل بن زیاد اور ابو حمزہ ثمالی سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔" (۵(

۴۔ حجاج بن علی بارقی ہمدانی: مذکورہ شخص کی تمام روایتیں محمد بن بشر ہمدانی کے واسطے سے نقل ہوئی ہیں لہٰذا محمد بن بشر کی طرف مراجعہ کیا جائے۔ تاریخ طبری میں بارقی سے ابن بشر کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے "لسان المیزان" میں ان کا تذکرہ یوں ملتا ہے: "شیخ روی عنہ ابو مخنف" یہ ایسے بزرگ ہیں کہ ابو مخنف ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (۶(

۵۔ نمیر بن وعلۃ الہمدانی ینائی: مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو وداک جبر بن نوفل ہمدانی، ایوب بن مشرح خیوانی اور ربیع بن تمیم کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں۔ آخری روایت شعبی سے ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کے دربار کے بارے میں ہے۔ (۷)

لسان المیزان میں ینائی کا تذکرہ یوں ملتا ہے

۱۔ طبری، ج ۶، ص ۲۴۴ ۲۔ طبری، ج ۶، ص ۲۴۲ ۳۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶۲

۴۔ جامع الرواۃ، ج ۱، ص ۴۴۷ ۵۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۴۰۸، ط حیدر آباد

۶۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۷۸ ۷۔ طبری، ج ۶، ص ۳۲۸

اور یہ شعبی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو مخنف روایت کرتے ہیں۔" (۱) مغنی میں بھی یہی مطلب موجود ہے۔ (۲ (

۶۔ صقعب بن زہیر ازدی: مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو عثمان نہدی، عون بن ابی جحیفہ سوائی اور عبد الرحمن بن شریح معافری اسکندری کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ تہذیب التہذیب کی جلد ۶، ص ۱۹۳ پر مرقوم ہے کہ ۱۶۷ ہجری میں اسکندریہ میں "صقعب" نے وفات پائی وہ عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی اور حمید بن مسلم کی روایتوں کو بھی نقل کرتا ہے۔

تاریخ طبری میں ابن زہیر سے ۲۰ خبریں منقول ہیں اور تمام خبریں اس طرح ہیں "عن ابی مخنف عنہ" ابو مخنف ان (صقعب) سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان روایتوں میں ۳ روایتیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات سے متعلق ہیں۔ چونکہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں

Presented by Ziaraat.Com

تھے لہٰذا جناب عمار بن یاسر کی شہادت کا بھی تذکرہ کیا ہے(۳) اسی طرح حجر بن عدی کی شہادت کے واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔(۴) کربلا کے سلسلے میں نو روایتیں نقل کی ہیں اور تین روایتیں مختار کے قیام کے سلسلے میں ہیں۔ تہذیب التنذیب میں عسقلانی کا بیان اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ روایت کے سلسلے میں یہ مورد اعتماد ہیں؛ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ مشہور نہیں ہیں۔(۵) ''خلاصۃ تہذیب ا لتہذیب الکمال'' کے حاشیہ پر ہے کہ ابوزرعہ نے ان کی توثیق کی ہے۔(٦ (

۷۔ معلی بن کلیب ہمدانی: کربلا کا دلسوز واقعہ انھوں نے ابو وداک جبر بن نوفل کے واسطہ سے نقل کیا ہے لہٰذا ابو وداک کی روایتوں کو دیکھا جائے۔

۸۔ یوسف بن یزید بن بکر ازدی: مذکورہ شخص عبداللہ بن حازم ازدی اور عفیف بن زہیر بن ابی اخنس سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں ان کا پورا نام مذکور ہے(۷) اور ان سے ۱۵ روایتیں نقل

۱۔ لسان المیزان، ج٦، ص ۱۷۱، ط حیدر آباد ۲۔ ج ۲، ص ۱۰۷، طبع دار الدعوہ

۳۔ ج ۵، ص ۳۸ ۴۔ ج ۵، ص ۲۵۳ ۵۔ تہذیب التنذیب ج ۴، ص ۴۳۲،

٦۔ الخلاصہ، ص ۱۷٦، ط دار الدعوہ ۷۔ طبری، ج ٦، ص ۲۸۴

ہوئی ہیں. ۷۷ھ کے بعد تک انھوں نے زندگی گزاری ہے۔ ذہبی نے '' میزان الاعتدال'' میں ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: آپ بڑے سچے شریف اور بصرہ کے رہنے والے تھے، آپ سے ایک جماعت نے روایتیں نقل کی ہیں اور بہت سارے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے۔(۱) تہذیب التنذیب میں عسقلانی نے ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے: ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ مقدسی نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے۔(۲) یہی تذکرہ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال میں بھی ملتا ہے۔(۳ (

۹۔ یونس بن ابی اسحاق: ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفی کے فرزند یونس، عباس بن جعدہ جدلی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل کے قیام کے سلسلے میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آپ کے مقابلہ میں چار ہزار کا لشکر تھا۔

علامہ سید شرف الدین موسوی اپنی گرانقدر کتاب ''المراجعات'' میں فرماتے ہیں: '':یونس کے والد ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ بن سبیعی ہمدانی کوفی، کے شیعہ ہونے کی تصریح ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''المعارف'' اور شہرستانی نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں کی ہے۔ آپ ان محدثین کے سربراہ تھے جن کے مذہب کو دشمنان اہل بیت کسی طرح لائق ستائش نہیں سمجھتے، نہ ہی اصول میں اور نہ ہی فروع میں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور دین کے مسئلہ میں فقط اہل بیت اطہار کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوزجانی (گرگانی) (جیسا کہ میزان الاعتدال میں زبیدی کے شرح حال میں ذکر ہوا ہے) (۴) نے کہا ہے کہ اہل کوفہ میں کچھ لوگوں کا تعلق ایسے گروہ سے تھا۔ جن کے مذہب و مرام کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ یہ لوگ محدثین کوفہ کے بزرگوں میں سے تھے مثلاً ابو اسحاق، منصور، زبید الیامی، اعمش اور ان جیسے دوسرے افراد، ان لوگوں کی روایتیں فقط ان کے سچے ہونے کی بنیاد پر قبول کی جاتی ہیں؛ لیکن اگر ان کی طرف سے مرسلہ روایتیں نقل ہوں تو

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۴۷۵ ۲۔ تہذیب التنذیب، ج ۱۱، ص ۴۲۹

Presented by Ziaraat.Com

۳۔الخلاصہ،ص ۴۴۰ ۴۔میزان الاعتدال،ج ۲،ص ۶۶،ط حلبی

چوں وچرا کیا جاتا ہے۔نمونے کے طور پر ان میں سے ایک روایت جسے دشمنان اہل بیت ابو اسحاق کے مراسل (مرسلہ کی جمع وہ روایت جس میں درمیان سے راوی حذف ہو) میں شمار کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں ابو اسحاق کی وہ روایت ہے جسے عمرو بن اسماعیل نے (جیسا کہ میزان الاعتدال میں عمرو بن اسماعیل کے شرح حال میں مذکور ہے)(۱) ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل علیٍّ کشجرۃ انا اصلھا وعلی فرعھا والحسن والحسین ثمرھا والشیعۃ ورقھا''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کی مثال اس درخت کی سی ہے کہ جس کی جڑ میں ہوں شاخ علی ہیں، حسن وحسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔

پھر علامہ شرف الدین اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ (جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے کہ) مغیرہ کا یہ بیان کہ اہل کوفہ کی حدیثوں کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے تباہ کیا ہے،(۲) یا یہ کہ اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے ہلاک کیا ہے(۳)فقط اس لئے ہے کہ یہ دونوں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالص پیرو تھے اور ان کی سنتوں میں جو چیزیں ان کی خصوصیات وصفات کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔اس کے محافظ ونگراں تھے۔

پھر فرماتے ہیں: صحاح ستہ اور غیر صحاح (اہل سنت کی ۶ کتابیں جنھیں وہ صحاح کے نام سے یاد کرتے ہیں) کے مصنفین نے ان دونوں سے روایتوں کو نقل کیا ہے۔(۴)

بہر حال ''الوفیات'' کے بیان کے مطابق عثمان کی خلافت ختم ہونے کے ۳سال قبل یعنی ۳۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ابن معین ومدائنی کے بیان کے مطابق ۱۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کے فرزند یونس آپ ہی سے روایتیں نقل کرتے ہیں جنکی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔یہ وہی شخص ہیں جو ابو مخنف سے عباس بن جعدہ کے حوالے سے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔تاریخ طبری میں اس خبر کے علاوہ یونس سے ایک اور خبر

۱۔میزان الاعتدال،ج ۳،ص ۲۷۰ ۲۔میزان الاعتدال،ج ۳،ص ۲۷۰

۳۔میزان الاعتدال،ج ۲،ص ۲۲۴ ۴۔المراجعات،ص ۱۰۰،ط دار الصادق

منقول ہے لیکن کسی کا حوالہ موجود نہیں ہے اور وہ خبر ابن زیاد کے سلسلے میں ہے کہ ابن زیاد نے ایک لشکر روانہ کیا تا کہ کوفہ پہنچنے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لے۔اس کے علاوہ تاریخ طبری میں گیارہ دوسری روایتیں بھی ہیں جنہیں ابو مخنف نے یونس سے نقل کیا ہے نیز ۱۳روایتیں اور ہیں لیکن وہ ابو مخنف کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں۔

تہذیب التہذیب میں عسقلانی کا بیان ہے کہ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ابن معین کا بیان ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ابو حاتم نے کہا کہ آپ بہت سچے تھے۔نسائی کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کی روایتیں بہت اچھی ہیں۔لوگ ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔(۱)

۱۰۔سلیمان بن راشد ازدی: مذکورہ شخص عبد اللہ بن خازم بکری ازدی، حمید بن مسلم ازدی اور ابو کنود عبد الرحمن بن عبید کی روایتوں کو نقل کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۰ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں اکثر و بیشتر بالواسطہ ہیں وہ ۸۵ھ تک زندہ رہے۔(۲)

۱۱۔ مجالد بن سعید ہمدانی: یہ شخص عامر شعبی ہمدانی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت قصر بنی مقاتل کے سلسلے میں ہے۔(۳) مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی، جناب مسلم علیہ السلام کی تنہائی اور غریب الوطنی، آپ کا طوعہ کے گھر میں داخل ہونا، ابن زیاد کا خطبہ، بلال بن طوعہ کی خبر اور ابن زیاد کا اشعث کے بیٹے کو جناب مسلم علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجنے کے سلسلے میں بھی "مجالد" کی روایتیں موجود ہیں لیکن وہ مرسل ہیں جن کو طبری نے کسی کی طرف مستند نہیں کیا ہے۔(۴)

تاریخ طبری میں مجالد سے ۷۰ خبریں نقل ہوئی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شعبی کے حوالے سے ہیں۔ ابو مخنف اسے محدث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔(۵)

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۴۳۳ ۲۔ طبری، ج ۶، ص ۳۶۰

۳۔ طبری، ج ۵ ص ۴۰۷ ۴۔ ج ۵، ص ۳۷۱۔ ۳۷۳

۵۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱۳

ذہبی نے میزان الاعتدال میں "مجالد" کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: یہ مشہور اور صاحب روایت ہیں اور "اشج" نے ذکر کیا ہے کہ وہ خاندان رسالت کے پیرو تھے۔ مجالد کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد ذہبی، بخاری سے روایت کرتے ہیں کہ بخاری نے مجالد کے شرح حال میں ان سے روایت نقل کی ہے اور وہ شعبی سے اور وہ ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا: جب بنت رسولؐ نے اس دنیا میں قدم رکھ کر اس دنیا کو منور کیا تو پیغمبر اسلامؐ نے ان کا نام "منصورہ" رکھا۔ اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد! اللہ آپ پر تحفۂ درود سلام بھیجتا ہے اور آپ کے گھر پیدا ہونے والی بچی کے لئے بھی ہدیہ درود و سلام بھیجتا اور فرماتا ہے: "ما احب مولود احب الی منھا" ہمارے نزدیک اس مولود سے زیادہ کوئی دوسرا مولود محبوب نہیں ہے لہٰذا خداوند عالم نے اس نام سے بہتر نام منتخب کیا ہے؛ جسے آپ نے اس بیٹی کے لئے منتخب کیا ہے، خدا نے اس کا نام "فاطمہ" رکھا ہے "لانھا تفطم شیعتھا من النار" کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو جہنم سے جدا کرے گی، لیکن یہ حدیث ذہبی کے حلق سے کیسے اتر سکتی ہے لہٰذا انہوں نے فوراً اس حدیث کو جھٹلایا اور دلیل یہ پیش کی کہ بنت رسول کی ولادت تو بعثت سے قبل ہوئی ہے۔ (اگرچہ ذہبی کا یہ نظریہ غلط ہے لیکن دشمنی اہل بیت اطہار میں وہ بے بنیاد حدیث کو بھی صحیح مان لیتے ہیں اور فضائل کی متواتر حدیث کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں) اسی حدیث کی بنیاد پر ذہبی نے کہہ دیا کہ وہ تو شیعہ تھے۔(۱)

۱۲۔ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی: قدامہ اپنے دادا زائدہ بن قدامہ سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ قدامہ کی روایت ہے کہ محمد بن اشعث مسلم بن عقیل علیہ السلام سے جنگ کے لئے نکلا، پھر جناب مسلم قید کئے گئے، آپ نے دار الامارہ کے دروازہ پر پانی طلب کیا اور آپ کو پانی پیش کیا گیا۔(۲) طبری نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے باپ یا دادا سے استناد نہیں کیا اور ظاہراً یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قدامہ کوفہ میں ان واقعات کے رونما ہوتے وقت موجود ہی نہیں تھے وہ تو ان کے دادا "زائدہ" تھے جو اس

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۴۳۸، ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۲ یا ۱۴۴ ہجری ذی الحجہ کے مہینہ میں مجالد نے وفات پائی۔ ذہبی نے تہذیب التہذیب میں یہی لکھا ہے۔ ۲۔ طبری، ج۵، ص۳۷۳۔ ۳۷۵

وقت وہاں موجود تھے اور عمرو بن حریث کے ہمراہ کوفہ کی جامع مسجد میں ابن زیاد کا پرچم امن لہرا رہے تھے، کیونکہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کے ہمراہ بنی قیس کے ۷۰ جوان بھیجے جائیں(۱) اور اس وقت زائدہ نے اپنے چچازاد بھائی مختار کے لئے سفارش کی تھی،(۲) لیکن قدامہ بن سعید کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے(۳) جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے لہذا وہاں دیکھا جائے۔

۱۳۔ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: یہ شخص اپنے دادا عمارہ بن عقبہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس کے دادا نے اپنے غلام قیس کو اپنے گھر روانہ کیا تا کہ وہ پانی لے کر آئے اور محل کے دروازہ پر کھڑے مسلم ابن عقیل کو ابن زیاد کے پاس لے جانے سے پہلے پانی پلا دے۔(۴) کتاب کی عبارت ہے: ''حدثنی سعید... ان عمارہ بن عقبہ...'' ''سعید نے ہم سے حدیث نقل کی ہے... کہ عمارہ بن عقبہ...'' اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث بغیر کسی سند کے بلا واسطہ نقل ہو رہی ہے لیکن یہ بہت بعید ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ سعید اپنے دادا عمارہ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پانی لانے کے سلسلے میں قدامہ بن سعید ہی کی روایت ترجیح رکھتی ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ پانی عمرو بن حریث لے کر آیا تھا، نہ کہ عمارہ یا اس کا غلام۔ اس حقیقت کا تذکرہ اس کتاب میں صحیح موقع پر کیا گیا ہے۔

۱۴۔ ابو جناب یحیٰی ابن ابی حیہ وداعی کلبی: یہ شخص عدی بن حرملہ اسدی سے اور وہ عبداللہ بن سلیم اسدی و مذری بن مشمعل اسدی سے اور وہ ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ یہ روایتیں کبھی کبھی مرسل بھی نقل ہوئی ہیں جن میں کسی سند کا تذکرہ نہیں ہے۔ انھیں میں سے ایک روایت جناب مسلم کے ساتھیوں کا ابن زیاد سے روبرو ہونا،(۵) ابن زیاد کا جناب مسلم اور جناب ہانی کے سروں کو یزید کے پاس بھیجنا اور اس سلسلے میں یزید کو ایک خط لکھنا بھی ہے۔(۶)

۱۔ طبری، ج۵، ص۳۷۳ ۲۔ طبری، ج۵، ص۵۷۰ ۳۔ رجال شیخ، ص۲۷۵، ط نجف

۴۔ طبری، ج۵، ص۳۷۶ ۵۔ ج۵، ص۳۶۹۔ ۳۷۰ ۶۔ ج۵ ص۳۸۰

جیسا کہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ ظاہراً ان واقعات کو ابو جناب نے اپنے بھائی ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کو ابن زیاد نے جناب مسلم کے سر اور اپنے نامے کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا تھا۔(۱) تاریخ طبری میں ۲۳ روایتیں بالواسطہ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے سلسلے میں نقل ہوئی ہیں اور ۹ روایتیں واقعۂ کربلا کے سلسلے میں ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ اور تین مرسل ہیں، لیکن ظاہر یہ ہے کہ در حقیقت یہ تینوں روایتیں بھی مستند ہیں۔ ان روایتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دشمن کے لشکر میں تھے، البتہ اس کا ان کے ہم عصروں میں شمار ہوتا ہے۔

آخری مرسل روایت جو میری نظروں سے گذری ہے یہ ہے کہ جناب مختار کے قیام کے بعد ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر نے ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھوا کر اپنی طرف بلایا۔(۲) عسقلانی تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ابن نمیر، ابن خراش، ابو

Presented by Ziaraat.Com

زرعہ اور ساجی نے کہا کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور بہت سچے تھے۔ابو نعیم کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ۱۵۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی، اگرچہ ابن معین کا بیان ہے کہ ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔(۳)

۱۵۔حارث بن کعب بن فقیم والبی ازدی کوفی: حارث بن کعب عقبہ بن سمعان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علیؑ کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔وہ شروع میں کیسانیہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے (۴) (جو جناب مختار کو امام سمجھتے تھے) لیکن بعد میں امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے اور ان سے روایتیں بھی نقل کرنے لگے۔(۵) ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے امام زین العابدین اور فاطمہ بنت علی علیہا السلام سے خود حدیثیں سنی ہیں۔(۶)

۱۔ج۵، ص ۳۸۰ ۲۔طبری، ج۶، ص ۱۱

۳۔تہذیب التہذیب، ج۱۱، ص ۲۰۱ ۴۔طبری، ج۶، ص ۲۳

۵۔طبری، ج۵، ص ۳۸۷ ۶۔ج۵، ص ۴۶۱

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے آپ کو امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے، لیکن نجف سے طبع ہونے والی اس کتاب میں جو رجال شیخ کے نام سے معروف ہے شیخؒ نے کعب کی جگہ حر بن کعب ازدی کوفی کر دیا ہے۔ محقق کتاب نے حاشیہ میں ایک دوسرے نسخہ کی مدد سے حارث لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۱۶۔اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ سدّی کوفی: زہیر بن قین کے واقعہ کو یہ فزاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

ذہبی نے " میزان الاعتدال " میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ان پر تشیع کی نسبت دی گئی ہے اور وہ ابو بکر و عمر پر لعنت و ملامت کرتے تھے۔ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک بڑے سچے ہیں۔احمد نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔یحییٰ نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ سدّی کو اچھے نام سے یاد کرتا ہے اور ان کو کسی نے ترک نہیں کیا۔ان سے شعبہ اور ثوری روایت کرتے ہیں۔(۱) تاریخ طبری میں ان سے ۸۴ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں دوسری صدی ہجری کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

" تہذیب التہذیب اور " الکاشف " میں مذکور ہے کہ انھوں نے ۱۲۷ھ میں وفات پائی، چونکہ یہ مسجد کوفہ کے دروازہ پر بالکل وسط میں بیٹھا کرتے تھے لہٰذا ان کو " سدّی " کہا جانے لگا۔یہ قریش کے موالی میں شمار ہوتے ہیں اور امام حسن علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۷۔ابو علی انصاری: یہ بکر بن مصعب مُزنی سے روایت نقل کرتے ہیں۔عبد اللہ بن بقطر کی شہادت کا تذکرہ انھیں کی روایت میں موجود ہے۔تاریخ طبری میں اس روایت کے علاوہ ان کی کوئی دوسری روایت موجود نہیں ہے۔رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۱۸۔لوذان: یہ شخص اپنے چچا کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام سے راستے میں اپنے چچا کی ملاقات کا تذکرہ کرتا ہے اور خود غیر معروف ہے۔

۱۹۔جمیل بن مرثد غنوی: یہ شخص طرماح بن عدی طائی سے انھیں کی خبر کو نقل کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۳۶، ط جلی

۲۰۔ ابوزہیر نضر بن صالح بن حبیب عبسی: مذکورہ شخص حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے پسر سعد کے ابن زیاد کو خط لکھنے کی روایت اور ابن زیاد کے جواب دینے کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ قرہ بن قیس تمیمی کے حوالے سے جناب حر کا واقعہ بیان کرتا ہے۔

تاریخ طبری میں اس راوی سے ۳۱ روایتیں منقول ہیں۔ ابوزہیر نے جناب مختار کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔(۱) اس کے بعد ۶۸ ہجری میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ یہ قطریؔ خارجی سے جنگ کے لئے میدان نبرد میں اتر آئے، پھر ۷۷ ہجری میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی خارجی کے مدائن میں نگہبان اور دربان ہوگئے۔ اس وقت ان کی جوانی کے ایام تھے لہٰذا ہر وقت مطرف کی نگہبانی کے لئے تلوار کھینچے کھڑے رہتے تھے، نیز اسی سال انھوں نے مطرف کی فوج میں رہ کر حجاج کے لشکر سے جنگ کی،(۲) اس کے بعد کوفہ پلٹ گئے۔(۳(

امام رازی نے اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوے کہا ہے: ''میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابومخنف ان سے روایت نقل کرتے ہیں اور وہ بالواسطہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں۔(۴(

۲۱۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ شخص بعض روایتوں کو عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے نقل کرتا ہے اور بعض روایتوں کو اس کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے۔

ذہبی نے '' میزان الاعتدال'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ابواحمد زبیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے اور یحیٰ ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان کو خشبی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اس خشب (لکڑی) کی طرف منسوب ہیں جس پر زید بن علیؑ کو پھانسی دی گئی تھی۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا شمار کوفہ کے شدید شیعوں میں ہوتا ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ ان کا شمار بہت قدیم شیعوں میں ہوتا ہے لیکن اگر ثوری نے ان سے روایت نقل نہ کی ہوتی تو یہ متروک تھے۔(۵(

۱۔ طبری، ج ۶، ص ۸۱ ۲۔ ج ۶، ص ۲۹۸ ۳۔ ج ۶، ص ۲۹۹

۴۔ الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۴۷۷ ۵۔ میزان الاعتدال، ج، ص ۴۳۲، ط حلبی

ذہبی نے نفیع بن حارث نخعی ہمدانی کوفی اعمی (جو اندھے تھے) کے شرح حال میں حارث بن حصیرہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: '' بہت سچے تھے لیکن رافضی تھے۔ اس کے بعد سند روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: ''کنت جالساعند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ و علیؑ الی جنبہ'' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور علی (علیہ السلام) ان کے پہلو میں بیٹھے تھے، '' اذ قرأ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ '' امن یجیب المضطرّ اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض'' (۱ (

اسی درمیان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیہ شریفہ ''امن یجیب المضطر...'' کی تلاوت فرمائی'' فارتعد علیؑ، فضرب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ بیدہ علی کتفہ'' آیت کو سن کر علی لرزنے لگے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو علیؑ کے شانے پر رکھا'' فقال: لایحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق الی یوم القیامۃ''(۲) اور فرمایا: قیامت تک تم سے محبت نہیں کریگا مگر مومن اور دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق۔

تاریخ طبری میں ابن حصیرہ سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں اور ان تمام روایتوں کو ابومخنف نے ان سے نقل کیا ہے۔ شیخ طوسیؒ نے اپنے رجال میں ان کو امیر

Presented by Ziaraat.Com

المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے (۳) لیکن آپ نے حارث بن حصین ازدی نامی شخص کا تذکرہ امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں کیا ہے جو غلط ہے۔

۲۲۔ عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی: یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کی روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ مقدس اردبیلی نے "جامع الرواۃ" میں ذکر کیا ہے کہ کافی میں تیمم کے وقت کے سلسلے میں ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ایک روایت منقول ہے۔

تہذیب میں عسقلانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، نیز بصائر الدرجات میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان سے ابان بن عثمان اور جعفر بن بشیر نے روایتیں نقل کی ہیں۔ (۴)

۱۔ نمل، ۶۲ ۲۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۲۷۲

۳۔ رجال شیخ، ص ۳۹، ط نجف ۴۔ جامع الرواۃ، ج ۱، ص ۴۹۴

۲۳۔ ابو ضحاک: یہ شب عاشور کا واقعہ امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔

ذھبی نے " میزان الاعتدال" (۱) میں اور عسقلانی نے " تہذیب التہذیب" (۲) میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ شعبہ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔

۲۴۔ عمرو بن مرّۃ الجملی: یہ ابو صالح حنفی سے اور وہ عبد ربہ انصاری کے غلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی خبر میں جناب بریر بن خضیر کی شوخی کا تذکرہ ہے۔ (۱) ذہبی نے "میزان الاعتدال" (۲) میں اور عسقلانی نے " تہذیب التہذیب" (۳) میں انکا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ابن حبان نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ انھوں نے ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔ احمد بن حنبل نے ان کی ذکاوت اور پاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات ۱۱۸ ہجری میں ہوئی اور بخاری کا بیان ہے کہ علی (علیہ السلام) سے انھوں نے تقریباً ۱۰۰ روایتیں نقل کی ہیں۔ شعبہ کا بیان ہے کہ یہ بڑے صاحب علم تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ سچے اور مورد اعتماد ہیں ابن معین کا بیان ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

۲۵۔ عطا بن سائب: انھوں نے جنگ کے شروع میں ابن حوزہ کی شہادت کا تذکرہ عبد الجبار بن وائل حضرمی کے حوالے سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل حضرمی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۴)

عسقلانی نے " تہذیب التہذیب" میں انکا اس طرح تذکرہ کیا ہے: عبد الجبار بن وائل اپنے بھائی سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، اس کے بعد کہتے ہیں کہ ۱۲۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ عطاء مکہ کے رہنے والے ہیں ۶۴ ہجری میں ابن زبیر کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی خرابی اور اس کی تجدید کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ۹۴ ہجری تک حجاج کے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے۔ (۷) " تہذیب التہذیب" میں ہے کہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۳۷ ہجری میں ہوئی ہے۔

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۵۴۰، ط حیدر آباد ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۱۳۶

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۵۲۳ ۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۸۸

Presented by Ziaraat.Com

۵۔ تہذیب التہذیب، ج۸، ص ۱۰۲ ۶۔ طبری، ج ۵ ص ۴۳۱ ۷۔ ج ۶، ص ۴۸۸

۲۶۔ علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی ہمدانی: زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت کو انھوں نے کثیر بن عبداللہ شعبی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حنظلہ بن اسعد شبامی اصحاب امام حسین علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ علی ان کے فرزند ہیں؛ ایسا لگتا ہے کہ یا تو علی اس وقت کربلا میں موجود نہ تھے یا کمسن ہونے کی وجہ سے قتل نہ ہو پائے۔ یہ بلاواسطہ کوئی خبر نقل نہیں کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت انھوں نے کثیر بن عبداللہ شعبی قاتل زہیر بن قین کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۲۷۔ حسین بن عقبہ مرادی: یہ عمرو بن حجاج کے حملے کا تذکرہ زبیدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

۲۸۔ ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی: اہل حرم کی شام میں اسیری کی روایت کو یہ قاسم بن بخیت کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے بلکہ تعریف و تمجید سے بالا تر ہے۔

۲۹۔ ابو جعفر عبسی: یحیٰبن حکم کے اشعار کو یہ ابو عمارہ عبسی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

یہ وہ ۲۹، افراد ہیں جو ابو مخنف اور عینی گواہوں کے درمیان واسطہ ہیں۔

چھٹی فہرست

اس فہرست میں ائمہ علیہم السلام، ان کے اصحاب اور مورخین موجود ہیں جو ۱۴، افراد پر مشتمل ہیں۔

۱۔ امام زین العابدین علیہ السلام: اپنے دونوں فرزند عون اور محمد کے ہمراہ عبداللہ بن جعفر کا امام حسین علیہ السلام کے نام خط اور مکہ سے نکلتے وقت امام علیہ السلام کے پاس سعید بن عاص اشدق کا اپنے بھائی یحیٰ ابن سعید بن عاص کے ہمراہ خط لانا اور امام علیہ السلام کا اس خط کا جواب دینا حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔(۱ (

اسی طرح حارث بن کعب والبی عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ۹، محرم کو ایک شب کی مہلت لی اور اپنے اصحاب کے درمیان خطبہ دیا۔(۲) اسی طرح حارث بن کعب والبی ازدی اور ابو ضحاک

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷۔ ۳۸۸

۲۔ طبری، ۵، ص ۴۱۸

کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام کے شب عاشور کے اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی امام علیہ السلام سے گفتگو، اس پر امام حسین علیہ السلام کا جواب آپؑ سے منقول ہے۔(۱ (

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام: عقبہ بن بشیر اسدی کے حوالے سے شیر خوار کی شہادت کا واقعہ امام علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔(۲ (

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام: ایک مرسل روایت میں امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر شمشیر و تیر و تبر کے زخموں کی تعداد آپ ہی سے مروی ہے۔

۴۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام: زید بن علیؑ اور داود بن عبیداللہ بن عباس کے حوالے سے فرزندان عقیل کی حماسہ آفرین تقریر منقول ہے۔ ان

Presented by Ziaraat.Com

دونوں حضرات سے روایت کرنے والے شخص کا نام عمرو بن خالد واسطی ہے جو بنی ہاشم کے چاہنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ وہ پہلے کوفہ میں رہتا تھا پھر ''واسط'' منتقل ہو گیا وہ زید اور امام جعفر صادقؑ سے روایتیں نقل کرتا ہے۔

نجاشی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے: ''ان کی ایک بہت بڑی کتاب ہے جس سے نصر بن مزاحم منقری وغیرہ روایتیں نقل کرتے ہیں۔(۳) شیخ طوسیؒ نے ان کو امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔(۴) اس کے علاوہ مامقانیؒ نے تنقیح المقال میں ان کا ذکر کیا۔(۵) اسی طرح عسقلانی نے بھی'' تہذیب التہذیب'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔(۶)

۵۔ فاطمہ بنت علیؑ: آپ کا تذکرہ طبری نے کیا ہے۔ حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے دربار یزید کا واقعہ انہی مخدرہ سے منقول ہے۔(۷) واضح رہے کہ ان بی بی اور امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرنے والا راوی ایک ہی ہے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص۴۲۰۔۴۲۱ ۲۔ طبری، ج۵، ص۴۴۸

۳۔ رجال نجاشی، ص۲۰۵، ط ھند ۴۔ رجال شیخ، ص۱۲۸، ط نجف

۵۔ تنقیح المقال، ج۲، ص۳۳۰ ۶۔ تہذیب التہذیب، ج۸، ص۳۶

۷۔ طبری، ج۵، ص۴۶۱۔۴۶۲

۶۔ ابو سعید عقیصا: مسجد الحرام میں امام حسین علیہ السلام سے ابن زبیر کے روبرو ہونے کی روایت اپنے بعض اصحاب کے واسطے سے انھوں نے نقل کی ہے۔(۱) علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب'' الخلاصہ'' کی قسم اول میں آپ کو امیر المومنینؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔(۲)

''میزان الاعتدال'' میں ذہبی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان کا نام دینار ہے اور اہل بیتؑ کے پیرو ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی۔(۳) ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

۷۔ محمد بن قیس: قیس بن مصہر صیداوی کو خط دے کر امام حسین علیہ السلام کا ان کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کرنا، جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر، عبداللہ بن مطیع کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو، نیز حضرت (ع) کا جواب(۴) اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی روایت انھوں نے نقل کی ہے۔(۵) واضح رہے کہ عبداللہ بن مطیع والی روایت اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی خبر ان سے بطور مرسل نقل ہوئی ہے یعنی درمیان سے راوی حذف ہے۔

کشیؒ نے ذکر کیا ہے: ''یہ امام باقر علیہ السلام سے بڑی شدید محبت رکھتے تھے لہذا آپ نے ان کو فلاں اور فلاں کی باتیں سننے سے منع کیا تھا۔(۶) اس کے بعد کشی نے ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے مدافع تھے۔(۷) نجاشیؒ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: یہ ثقہ، سرشناس اور کوفی ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔(۸)

شیخ طوسیؒ نے اپنی فہرست کے رقم ۵۹۱ و ۶۴۴(۹) اور رجال میں آپ کو امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اور آپ کو اس نام سے چار بار یاد کیا ہے۔(۱۰) اسی طرح علامہ حلیؒ نے الخلاصہ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔(۱۱)

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ طبری، ج۵، ص ۳۸۵ ۲۔ الخلاصہ، ص ۱۹۳، ط نجف ۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۳۹

۴۔ طبری، ج۵، ص ۳۹۴۔ ۳۹۶ ۵۔ طبری، ج۵، ص ۴۴۰ ۶۔ ص ۳۴۰ حدیث، رقم ۶۳۰

۷۔ ص ۲۳۷ حدیث ۴۳۰ ۸۔ رجال نجاشی، ص ۲۲۶، ط ھند ۹۔ فہرست، ص ۱۵۷ و ۱۷۶

۱۰۔ رجال شیخ، ص ۲۹۸ رقم ۲۹۴، طبع نجف ۱۱۔ الخلاصہ، ص ۱۵۰ رقم ۶۰ اور اس کے بعد، ط نجف

۸۔ عبداللہ بن شریک عامری نہدی: امام حسین علیہ السلام کا شب عاشور مہلت مانگنا، شب عاشور آپ کے خطبے اور اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی گفتگو اور امام حسین علیہ السلام کے جواب کو یہ راوی امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مرسل روایت میں یہ راوی شمر کا حضرت عباس کے لئے شب عاشور امان نامہ لانا اور ۹ محرم کو غروب کے نزدیک پسر سعد ملعون کا امام علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا واقعہ نقل کرتا ہے۔(۱)

کشیؒ نے ذکر کیا ہے: "یہ امام باقر اور صادق علیہما السلام کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے ہیں"۔(۲)

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن شریک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سپاہ میں بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والوں میں ہوں گے۔(۳) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں یہ علمدار لشکر ہوں گے۔(۴)

تاریخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جناب مختار کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔(۵) اس کے بعد مصعب بن زبیر کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔ (۶) پھر ۷۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے امان نامہ کی وجہ سے مصعب سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد شاید انھوں نے توبہ کر لی اور پھر ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔

۹۔ ابو خالد کابلی: انھوں نے ایک مرسل روایت میں صبح عاشور امام حسین علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا ہے۔ طبری نے ان کا نام ابو خالد کاہلی لکھا ہے لیکن کتب رجالی میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مشہور وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

کشی نے ذکر کیا کہ وہ حجاج کے خوف سے مکہ بھاگ نکلے اور وہاں خود کو چھپائے رکھا؛ اس طرح خود کو حجاج کے شر سے نجات دلائی اور جناب محمد بن حنفیہ کے خدمت گذار ہو گئے یہاں تک کہ ان کی

۱۔ طبری، ج۵، ص ۴۱۵۔ ۴۱۶ ۲۔ رجال کشی، ص ۱۰، حدیث ۲۰

۳۔ ص ۳۱۷، حدیث ۳۹۰ ۴۔ ص ۲۱۷، ۳۹۱

۵۔ طبری، ج ۶ ص ۴۹، ۵۱ و ۱۰۴ ۶۔ ج ۶، ص ۱۶۱

امامت کے قائل ہو گئے لیکن بعد میں اس باطل عقیدہ سے منھ موڑ کر امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا عقیدہ اتنا راسخ ہوا کہ آپؑ کے خاص اصحاب میں شمار ہونے لگے اور ایک عمر تک امام علیہ السلام کی خدمت گذاری کے شرف سے شرفیاب ہوتے رہے، پھر اپنے شہر کی طرف چلے گئے۔(۱) شیخ طوسیؒ نے رجال میں ان کو امام سجاد علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔

ظاہراً یہ ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو جناب مختار کے ساتھ تھے، اسی لئے جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہو گئے اور اسی وجہ سے وہ حجاج کے

Presented by Ziaraat.Com

چنگل سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے، ورنہ مکہ کی طرف بھاگنے کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہیں ہوسکتا۔

۱۰۔ عقبہ بن بشیر اسدی: شیر خوار کی شہادت کا واقعہ انھوں نے امام صادق علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ کشّی نے ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: ''عقبہ نے امام باقر علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ وہ حکومت وقت کی طرف سے اپنی قوم میں اپنے قبیلہ کے کار گزار بن جائیں۔ امام علیہ السلام نے انھیں اجازت نہیں دی۔ انھوں نے شیر خوار کی شہادت کو نقل کیا ہے۔(۲(

شیخ طوسیؒ نے رجال میں ان کو امام زین العابدینؑ (۳) اور امام محمد باقر علیہ السلام (۴) کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ تاریخ طبری میں جناب مختار کے ساتھیوں کی مصیبت اور غم میں ان کے مرثیے موجود ہیں جسے پڑھا کرتے تھے۔(۵(

۱۱۔ قدامہ بن سعید: قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی اپنے دادا سے روایتیں نقل کرتے ہیں جناب مسلم بن عقیل کے مقابلہ کیلئے محمد بن اشعث بن قیس کندی کے میدان نبرد میں آنے کی خبر، جناب مسلم کا قید کیا جانا،(۶) آپ کا قصر دارالامارہ کے دروازہ پر پانی مانگنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کی خبر (۷) قدامہ نے اپنے دادا زائد سے نقل کی ہے۔ شیخ طوسیؒ نے ان کو امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔(۸(

۱۔ رجال کشی، ص ۱۲۱، حدیث ۱۹۳؛ رجال شیخ، ص ۱۰۰ رقم ۲

۲۔ رجال کشی، ص ۲۰۳، حدیث ۳۵۸ ۳۔ رجال شیخ، ص ۳۲ ۴۔ ص ۱۲۹، رقم ۲۹، ط نجف

۵۔ طبری، ج ۶، ص ۱۱۶ ۶۔ ج ۵، ص ۳۷۳

۷۔ ج ۵، ص ۳۷۵ ۸۔ رجال شیخ، ص ۲۷۵، ط نجف

۱۲۔ حارث بن کعب والبی ازدی: حارث بن کعب نے عقبہ بن سمعان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی علیہا السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

یہ جناب مختار کے ساتھیوں میں تھے، پھر کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے اور وہاں پر امام علیہ السلام سے حدیثیں سنیں۔ شیخ طوسیؒ نے ان کو اپنے رجال میں امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔(۱(

۱۳۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ عبداللہ بن شریک عامری نہدی اور وہ امام علی بن الحسین علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلات گذر چکی ہے۔ شیخ طوسیؒ نے ان کو امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔(۲(

۱۴۔ ابو حمزہ ثمالی: ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی ازدی عبداللہ ثمالی ازدی اور قاسم بن بخیت کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایت شام میں اہل حرم کی اسیری کے سلسلے میں ہے۔ کشّیؒ نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ابو حمزۃ الثمالی فی زمانہ، کلقمان فی زمانہ، وذالک انہ خدم اربعۃ منّا علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و برھۃ من عصر موسی بن جعفر''(۳(

ابو حمزہ، لقمان زمانہ تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہم میں سے چار (اماموں) کو درک کیا ہے: علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور موسی بن جعفر کے تھوڑے سے زمانے کو درک کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

عامر بن عبداللہ بن جذاعہ ازدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نشہ آور چیزوں کے بارے میں سوال کیا آپؑ نے فرمایا: ''کل مسکر حرام'' ہر مست

Presented by Ziaraat.Com

کرنے والی چیز حرام ہے۔عامر بن عبداللہ نے کہا: لیکن ابو حمزہ تو بعض مسکرات کو استعمال کرتے ہیں! جب یہ خبر ابو حمزہ کو ملی تو انھوں نے تہہ دل سے

۱۔رجال طوسی، ص۸۷،ط نجف

۲۔ص۳۹-۱۱۸،ط نجف

۳۔طبری، ج۵، ص۴۶۵

توبہ کی اور کہا: "استغفر اللہ منہ الان واتوب الیہ" میں ابھی خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے تو امام علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی کے بارے میں سوال کیا۔انھوں نے عرض کیا: میں جب ان کو چھوڑ کے آیا تو وہ مریض تھے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: جب پلٹنا تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو بتا دینا کہ وہ فلاں مہینے اور فلاں روز وفات پائیں گے۔

علی بن حسن بن فضال کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد ابو حمزہ، زرارہ اور محمد بن مسلم کی وفات ایک ہی سال میں واقع ہوئی ہے۔

نجاشی نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ تھے۔محمد بن عمر جعابی تمیمی کا بیان ہے کہ آپ مہلب بن ابو صفرہ کے آزاد کردہ تھے۔آپ کے بیٹے منصور اور نوح سب کے سب زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے ہمراہ شہید کئے گئے۔

آپ نے امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور ان تمام ائمہ علیہم السلام سے روایتیں نقل کیں ہیں آپ کا شمار ہمارے نیکوکار بزرگوں اور روایت وحدیث میں معتمد وثقہ لوگوں میں ہوتا ہے۔(۱(

شیخ طوسی نے فہرست (۲)اور رجال میں آپ کو امام سجاد(۳) امام محمد باقر(۴) امام جعفر صادق(۵) اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ذہبی نے" میزان الاعتدال" (۶)اور عسقلانی نے"تہذیب"(۷) میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۔رجال نجاشی، ص۸۳،ط ہند ۲۔فہرست شیخ، ص۶۶،ط نجف

۳۔رجال شیخ، ص۸۴،ط نجف ۴۔ص۱۱۰

۵۔۱۶۰،ط نجف ۶۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۶۳

۷۔تہذیب التہذیب، ج۲، ص۷

یہ ہیں وہ چودہ ۱۴ افراد جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے اصحاب پر مشتمل ہیں اور اس کتاب کی سند میں واقع ہوئے ہیں۔ان کے علاوہ ابو مخنف نے عون بن ابی جحیفہ سوائی کوفی متوفی ۱۱۶ھ سے یعنی اس کتاب میں تاریخ کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان سے عینی شاہدین کے عنوان سے نہیں بلکہ بعنوان مورخ روایت نقل کی ہے۔جیسا کہ " تقریب التہذیب" میں یہی مذکور ہے۔اس مورخ نے صقعب بن زہیر کے حوالے سے مدینہ سے مکہ کی طرف امام علیہ السلام کی روانگی، مکہ میں آپ کی مدت اقامت اور پھر وہاں سے کوچ... کا تذکرہ کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اب ہم اسی مقام پر اپنے مقدمہ کو اس امید کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ خداوند متعال ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سید الشہداء امام حسین بن علی علیہما السلام کی صحیح خدمت نیز ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

۔ معاویہ کی وصیت

۔ معاویہ کی ہلاکت

۔ یزید کا خط ولید کے نام

۔ مروان سے مشورت

۔ قاصد بیعت

Presented by Ziaraat.Com

ظ امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

ظ ابن زبیر کا موقف

ظ امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

معاویہ کی وصیت (ا(

طبری نے اپنی تاریخ میں جلد ۵، ص ۳۲۲ پر اس طرح ذکر کیا ہے: پھر ۶۰ ھ کا زمانہ آگیا... اور اس سال معاویہ نے ان تمام لوگوں کو بلایا جو عبید اللہ کی ہمراہی میں وفد کی شکل میں یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دے رہے تھے... ان تمام لوگوں کو بلا کر اس نے عہد و پیمان باندھے جسے ہشام بن محمد نے ابو مخنف کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبد اللہ بن مخرمہ نے بیان کیا ہے کہ معاویہ جس مرض الموت میں ہلاک ہوا اسی مرض کی حالت میں اس نے اپنے

ا۔ معاویہ بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس، ہجرت سے ۲۵، سال پہلے متولد ہوا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف جنگوں میں اس کے باپ ابو سفیان سے جنگ کی ہے۔ آخر کار ۸ ھ میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے باپ ابو سفیان کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ اور اس کے باپ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا۔ (طبری، ج۳، ص ۹۰) عمر نے اپنے دور حکومت میں اس کو شام کا گورنر بنادیا۔ (طبری، ج۳، ص ۶۰۴) عثمان کے قتل تک اسی طرح یہ گورنری پر باقی رہا۔ عثمان کے قتل کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام سے عثمان

Presented by Ziaraat.Com

کے خون کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوا اور جنگ صفین میں حضرت کے خلاف میدان جنگ میں آ گیا۔ اس جنگ وجدال اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کر دی؛ بالآخر جمادی الاولی ۴۱ھ میں صلح ہو گئی اور اس سال کا نام "عام الجماعۃ" رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۹ سال ۳ مہینہ یا ۳ مہینہ سے کچھ کم امیر شام نے حکومت کی یہاں تک کہ ۶۰ھ ماہ رجب میں اس کی موت ہو گئی۔ اس وقت معاویہ کا سن ۸۵ سال تھا۔ اس واقعہ کو طبری نے کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے (تاریخ طبری، ج۵، ص ۳۲۵ (

بیٹے یزید (۱) کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! میں نے رنج سفر سے تجھے آسودہ، تمام چیزوں کو تیرے لئے مہیا، تیرے لئے دشمنوں کو سرنگوں، ذلیل و رسوا، سارے عرب کی گردن کو تیرے آگے جھکا دیا اور تمام چیزوں کو تیرے لئے جمع کر دیا ہے۔ (۲(

۱۔ ۲۸ھ میں یزید نے دنیا میں جنم لیا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبی ہے۔ معاویہ نے لوگوں کو اپنے بعد یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے سلسلہ میں بلایا۔ بیعت یزید کی دعوت کا سلسلہ ۵۶ھ میں شروع ہوا۔ اور ۵۹ھ میں معاویہ نے وفد بھیج کر بیعت لینا شروع کیا۔ یزید کی ولی عہدی کا سلسلہ ماہ رجب ۶۰ھ سے شروع ہوا۔ اس وقت وہ ۳۲ سال کچھ مہینہ کا تھا اور ربیع الاول کی ۱۴ تاریخ کو ۶۴ھ میں مقام حوارین میں فی النار ہوا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۹۹) اس طرح اس کی مدت حکومت ۳ سال ۸ مہینہ ۱۴ دن ہوئی اور کل حیات ۳۶ سال ہوئی۔

آئندہ گفتگو میں یہ بات آئے گی کہ باپ کی موت کے وقت یزید وہاں موجود تھا۔ اس کے وجود کی موافقت سبط بن جوزی نے "تذکرۃ خواص الامۃ"، ص ۲۳۵ پر کی ہے لیکن شیخ صدوق نے اپنی "امالی" میں امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسی کو خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۷۷ پر "اعثم کوفی" متوفی ۳۱۴ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ موجود تھا لیکن پھر شکار کے لئے چلا گیا اور تین دنوں کے بعد واپس آیا تو محل میں داخل ہو گیا اور پھر ۳ دن کے بعد باہر نکلا۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ معاویہ نے دو وصیتیں کی ہوں، پہلی یزید کی موجودگی میں اور دوسری یزید کی غیر موجودگی میں اور یہ وصیتیں دو لوگوں کے واسطے سے ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا، یہی وجہ ہے کہ دونوں وصیتوں میں اختلاف ہے۔

۲۔ یہ کام معاویہ نے ۱۰ سال میں کیا ہے، جس کی ابتداء ۵۰ھ سے ہوئی اور اس کے مرگ پر تمام ہوئی ہے۔ طبری نے اس کے سبب کو ج۵، ص ۳۰۱ پر ذکر کیا ہے: مغیرہ بن شعبہ ۴۹ھ میں طاعون کے خوف سے بھاگ کر کوفہ سے معاویہ کے پاس پہنچا (۴۱ ہجری یعنی عام الجماعۃ ہی کے زمانے سے مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا) اور معاویہ سے اپنی ناتوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے چاہا کہ اسے دوبارہ کوفہ جانے سے معاف رکھا جائے معاویہ نے اسکے عذر کو قبول کر لیا اور سعید بن عاص کو اس کی جگہ پر کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ اس واقعہ نے مغیرہ کی حسد کی چنگاری کو آتش فشاں میں تبدیل کر دیا لہٰذا وہ فوراً یزید کے پاس آیا اور ولی عہدی کے عنوان سے یزید کی بیعت کا سلسلہ چھیڑا۔ اس بات کو یزید نے اپنے باپ تک پہنچایا تو اس پر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ لوٹا دیا اور حکم دیا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لے۔ اس طرح مغیرہ کوفہ لوٹا اور یزید کی بیعت کے سلسلہ میں کام کرنے لگا اور وفد کی شکل میں گروہ گروہ بنا کر لوگوں کو معاویہ کے پاس بھیجنے لگا۔

اس کے بعد معاویہ نے ایک خط زیاد بن سمیہ کو اس عنوان سے لکھا (اس زمانے میں زیاد معاویہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا جس کی ابتداء ۴۵ھ سے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئی) کہ وہ اس امر میں مشورہ چاہتاہے۔زیاد نے عبید بن کعب نمیری ازدی کو معاویہ کے پاس

مجھکو اس حکومت کے سلسلے میں جو میں نے تیرے لئے استوار کی ہے قریش کے چار افراد سے خوف ہے:

۱۔حسین بن علی(۱)۲۔عبداللہ بن عمر(۲(

روانہ کیااوراس تک یہ پیغام پہنچایا کہ زیاد یہ سمجھتا ہے کہ یزید کچھ دنوں کے لئے اپنی ایسی رنگینیوں سے دست بردار ۳۶ہو جائے جو لوگوں کو انتقام لینے پر مجبور کر دیتی ہیں تاکہ گورنروں کو یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے میں آسانی ہو... پھر ۳ ۵ھ ماہ مبارک رمضان میں زیاد بن سمیہ فی النار ہوا۔اس وقت وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر تھا۔۵۶ھ ماہ رجب میں معاویہ نے عمرہ کا پروگرام بنایا اور وہاں پہنچ کر اس نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دینے لگا۔اس پر سعید بن عثمان سامنے آیا اور اس نے اس کی بڑی مخالفت کی تو یزید کی سفارش پر معاویہ نے اسے خراسان کا گورنر بنادیا۔اس کے بعد ۵۴ھ سے معاویہ کا نمک خوار مروان جو اس وقت سے لیکر آج تک مدینہ کا گورنر تھا معاویہ کے سامنے آیا اور بہت مخالفت کی تو معاویہ نے اسے خوب پھٹکارا اور ۵۷ھ میں اسے گورنری سے معزول کر دیا۔طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ملاحظہ ہو ج۵،ص۳۰۹۔ مسعودی نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے ۳۸ویں صفحہ پر مروان کی مخالفت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔عبیداللہ بن زیاد جو ۵۵ھ سے بصرہ کا گورنر تھا اس نے ۶۰ھ میں ایک وفد شام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ معاویہ کے سامنے یزید کی بیعت کرے۔(طبری،ج۵،ص ۳۲۲ (

۱۔امام حسین علیہ السلام نے ماہ شعبان ۴ھ میں اس دار فانی میں آنکھیں کھولیں۔(طبری،ج۳،ص۵۵۵) اس طرح آپ نے ۶سال اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کی۔اس کے بعد ۳۰سال اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزاری۔۳۰سال کے سن میں عثمان کی خلافت کے زمانے میں اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام،حذیفہ بن یمانی،عبداللہ بن عباس اور اصحاب کے ایک گروہ کے ہمراہ سعید بن عاص کی سربراہی میں خراسان کی جنگ میں شرکت فرمائی۔(طبری،جلد۴،ص۲۶۹)امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۱۰سال اپنے بھائی امام حسنؑ کے ہمراہ ان کی خوشی وغم میں شریک رہے۔یہی ۱۰سال امام حسن علیہ السلام کی امامت کی مدت ہے جو معاویہ کا بھی زمانہ ہے،یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا اور آپ ۱۰محرم ۶۱ھ بروز جمعہ شہید کردئے گئے۔اس وقت آپ کی عمر ۵۶سال ۶مہینے تھی۔

۲۔عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہیں۔بیعت نہ کرنے پر حضرت علی علیہ السلام نے ابن عمر سے کہا :''انک لسیی ء الخلق صغیراً و کبیراً''(طبری،ج۴،ص۴۲۸) تمہاری خلقت ہی خراب ہے چھوٹے رہو یا بڑے ہو جاؤ۔دوسری جگہ ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا:'' لولا ما اعرف من سوء خلقک صغیراً و کبیراً لا نکرتنی'' (طبری،ج۴،ص۴۳۶) اگر مجھے تمہاری بری خلقت کی معرفت نہ ہوتی تو بھی تم میری مخالفت کرتے؛لیکن حفصہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو عائشہ کی ہمراہی سے روک دیا۔(طبری،ج۴،ص۴۵۱) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے خلاف طلحہ وزبیر کے قیام کی درخواست کا جواب دینے سے بھی حفصہ نے عبداللہ بن عمر کو روک دیا۔(طبری،ج۴،ص۴۶۰)عبداللہ بن عمر

۳۔عبداللہ بن زبیر(۱)۴۔عبدالرحمن بن ابی بکر(۲(

ان میں سے عبداللہ بن عمر وہ ہے جسے عبادت نے تھکا دیا ہے؛اگر وہ تنہا رہ جائے گا تو بیعت کرلے گا،لیکن حسین بن علی وہ ہیں کہ اگر اہل عراق ان کو دعوت دیں گے تو وہ قیام کریں گے؛(۳)اگر وہ

Presented by Ziaraat.Com

ابو موسی اشعری کا داماد تھا، جب جنگ صفین میں ابو موسی کو حکم کے لئے منتخب کیا گیا تو ابو موسی نے اس کو (عبداللہ بن عمر) بلایا اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دعوت دی۔ عمرو عاص نے اسے خلافت کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ جب مرحلہ معاویہ تک پہنچ گیا تو یہ معاویہ کے پاس چلا گیا(طبری، ج۵، ص۵۸) اس نے اگرچہ یزید کی بیعت نہیں کی تھی لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے اپنے داماد مختار کی آزادی کے لئے یزید کو ایک خط لکھا اور یزید نے بھی اس کی درخواست کو رد نہیں کیا۔ شاید اس کے بعد اس نے یزید کی بیعت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۵۷۱) مسعودی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے ولید کے ہاتھوں پر یزید کے لئے اور حجاج کے ہاتھوں پر مروان کے لئے بیعت کی ہے۔(مروج الذہب، ج ۲، ص۳۱۶ (

۱۔ عبداللہ بن زبیر پہلی یا دوسری ہجری میں متولد ہوا۔ جب عثمان کا گھراؤ ہوا تھا تو اسی نے عثمان کی مدد کی یہاں تک کہ خود مجروح ہو گیا۔(طبری، ج ۴، ص۳۸۲) یہ کام اس نے اپنے باپ زبیر کے حکم پر انجام دیا تھا۔(طبری، ج۴، ص۳۸۵) اور عثمان نے زبیر سے اس کے سلسلہ میں ایک وصیت کی تھی۔(طبری، ج۴، ص۴۵۱) یہ اپنے باپ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھا۔ اور اس کو حق کی طرف پلٹنے اور توبہ کرنے سے روکا تھا۔(طبری ،ج۴، ص۵۰۲) عائشہ نے اسے بصرہ کے بیت المال کا امیر بنایا تھا کیونکہ یہ عائشہ کا مادری بھائی تھا جس کا نام "ام رومان" تھا(ج۴، ص۳۷۵) پھر یہ زخمی ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا پھر ٹھیک ہو گیا۔(ج۴، ص۵۰۹) حضرت علی علیہ السلام نے اسے " برائیوں کے فرزند" کے نام سے یاد کیا ہے۔ (ج۴، ص۵۰۹) یہ معاویہ کے ساتھ تھا تو معاویہ نے عمرو عاص کے ہمراہ اسے محمد بن ابی بکر سے جنگ کے لئے بھیجا۔ جب عمرو عاص نے محمد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے محمد کے سلسلے میں سفارش کی لیکن معاویہ نے اس کی سفارش قبول نہیں کی(طبری، ج۵، ص۱۰۴) امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ مکہ نکل گیا(طبری، ج۵، ص۴۷۴) اور ۱۲ ، سال تک وہاں ان لوگوں سے لڑتا رہا یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جمادی الاولی ۷۳ھ میں حجاج نے اس کو قتل کر دیا۔(ج۶، ص۱۸۷) اس کے ایک سال قبل اس کا بھائی مصعب " انبار" نامی جگہ پر قتل ہوا جس کی طرف خود عبدالملک نے اقدام کیا تھا۔

۲۔ اسد الغابہ میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر یزید کی بیعت کے مطالبہ سے پہلے ہی مدینہ سے نکل گئے تھے اور حبشی نامی جگہ پر وفات ہو چکی تھی جو مکہ سے ۱۰ ، میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ واقعہ ۵۵ھ کا ہے لہٰذا یہ بات معاویہ کی وصیت سے یہ موافقت نہیں رکھتی ہے، واللہ اعلم۔

۳۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے جیسا کہ یعقوبی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق نے امام علیہ السلام کو اس وقت خط لکھا جب آپ مدینہ میں تھے اور امام حسن علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ اس خط میں تحریر تھا کہ وہ لوگ امام علیہ السلام کے حق کے لئے قیام کے منتظر ہیں۔ جب معاویہ نے یہ سنا تو اس پر اس نے امام علیہ السلام کی مذمت کرنے کی کوشش کی۔ امام علیہ السلام نے اس کی تکذیب کی اور اس کو خاموش کر دیا۔

خروج کریں تو ان سے جنگ کر کے ان پر فتح حاصل کرنا لیکن ان کے قتل سے درگذر کرنا اور گزشتہ سیاست پر عمل کرنا(۱) کیونکہ ان سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کا حق بھی بزرگ ہے۔ اور جہاں تک ابو بکر کے بیٹے کی بات ہے تو اس کی رائے وہی ہوگی جو اس کے حاشیہ نشینوں کا مطمح نظر ہوگا۔ اس کا ہم وغم فقط عورتیں اور لہو ولعب ہے؛ لیکن جو شیر کی طرح تمہاری گھات میں لگا ہے اور لومڑی کی طرح تجھ کو موقع ملتے ہی فریب دینا چاہتا ہے اور اگر فرصت مل جائے تو تجھ پر حملہ کر دے وہ ابن زبیر ہے؛ اگر اس نے تیرے ساتھ ایسا کیا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔(۲(

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ کی ہلاکت

۶۰ ھ میں معاویہ واصل جہنم ہوا(۳) معاویہ کی موت کے بعد ضحاک بن قیس فہری(۴)اپنے ہاتھوں میں معاویہ کا کفن لپیٹے باہر نکلااور منبر پر گیا۔خدا کی حمد وثنا کی اور اس طرح کہنے لگا: بیشک معاویہ قوم عرب کی تکیہ گاہ تھے۔ان کی شمشیر براں کے ذریعہ خدا نے فتنوں کو ٹالا، بندوں پر حکومت عطا کی اور ملکوں پر فتح وظفر عنایت فرمائی۔اب وہ مرچکے ہیں اور یہ ان کا کفن ہے ہم اس میں ان کو لپیٹ کر قبر میں لٹادیں

۱۔یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ امیر شام نے یہ کہا تھا کہ '' فان خرج علیک فظفرت''، یعنی اگر وہ خروج کریں تو ان کے ساتھ فتح وظفر تک لڑتے رہنا لیکن قتل نہ کرنا۔اس طرح وہ دو خوبیوں کو جمع کرنا چاہتا تھا؛ایک فتح وظفر دوسرے انتقام نہ لینا۔اس مطلب پر معاویہ کا وہ خط دلالت کرتا ہے جو اس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سلسلے میں لکھا تھا اور اپنے غلام سرجون رومی کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا تھا؛ جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ اگر عراق میں حالات خراب ہونے لگیں تو فوراً ابن زیاد کو وہاں بھیج دینا؛ جیسا کہ آئندہ اس کی روداد بیان ہو گی۔

۲۔اس کی روایت خوارزمی نے اپنی کتاب کے ص ۱۷۵ پر کچھ اضافے کے ساتھ کی ہے۔

۳۔ طبری، ج۵، ص ۳۲۴ پر ہشام بن محمد کا بیان ہے اور ص ۳۳۸۔پر ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ ماہ رجب ۶۰ھ میں یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

۴۔ضحاک بن قیس فہری جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ تھا۔وہاں معاویہ نے اسے پیادہ یا قلب لشکر کا سربراہ بنایا تھا۔اس کے بعد اپنی حکومت میں جزیرہ'' حران'' کا والی بنایا۔وہاں پر عثمان کے چاہنے والے کوفہ وبصرہ سے اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔اس پر علی علیہ السلام نے اس کی طرف مالک اشتر نخعی کو روانہ کیا اور ۳۶ھ میں جناب مالک اشتر نے اس سے جنگ کی، پھر

گے اور ان کو ان کے عمل کے ساتھ وہاں چھوڑ دیں گے۔تم میں سے جو ان کی تشییع جنازہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے وہ ظہر کے وقت آجائے، اس کے بعد اس نے نامہ بر کے ذریعہ یزید کے پاس معاویہ کی بیماری کی خبر بھجوائی۔(۱ (

معاویہ نے دمشق میں اسے اپنی پولس کی سربراہی پر مقرر کردیا یہاں تک کہ ۵۵ھ میں جب یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اسے کوفہ بھیج دیا ۔پھر ۵۸ھ میں اسے کوفہ سے واپس بلاکر دوبارہ پولس کا سربراہ بنادیا ۶۰ھ تک وہ اس عہدے پر مقرر رہا یہاں تک کہ بصرہ سے عبید اللہ بن زیاد کا ایک گروہ وفد کی شکل میں وہاں پہنچا اور معاویہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی۔(مسعودی، ج۲، ص ۳۲۸ (
ان واقعات کی طبیعی مسیر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملعون اس وقت تک اپنے منصب پر باقی تھا جب آل محمد کا قافلہ شام پہنچا ہے۔۶۴ھ میں معاویہ بن یزید مرگیا تو پہلے ضحاک نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا پھر لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ جب مروان مدینے سے اور عبید اللہ بن زیاد عراق سے شام پہونچے تو ابن زیاد نے مروان کو خلافت کی لالچ دلائی لٰہذا مروان نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور لوگوں نے مروان کی بیعت کرلی، اس پر ضحاک دمشق میں متحصن ہوگیا پھر وہاں سے نکل کر مقام ''مرج راھط''(دمشق سے چند میل کے فاصلہ) پر مروان سے جنگ پر آمادہ ہوگیا۔۲۰

Presented by Ziaraat.Com

۲ دنوں تک یہ جنگ چلتی رہی۔ آخر کار ضحاک کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوے اور وہ خود مارا گیا۔ اس کا سر ماہ محرم ۶۴ھ یا ۶۵ھ میں مروان کے پاس لایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴۴، ۵۳۵) یہ شخص اتنا ملعون تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ہر نماز کے قنوت میں اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۷۱ و وقعۃ صفین، ص ۶۲ (

۱۔ طبری نے وصیت کو اسی طرح نامہ بر کے حوالے سے لکھا ہے کہ نامہ بر یزید تک پہنچا لیکن یزید نے کب سفر کیا اور کہاں غائب تھا اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ بن حکم (متوفی ۱۵۷ھ) سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ یزید غائب تھا تو معاویہ نے ضحاک بن قیس جو اس وقت اس کی پولس کا سر براہ تھا اور مسلم بن عقبہ مری جس نے مدینہ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یزید کے لشکر کی سر براہی کی تھی، کو بلایا اور ان دونوں سے وصیت کی اور کہا: تم دونوں یزید تک میری یہ وصیت پہنچا دینا۔

وصیت کی یہ روایت ابومخنف کی روایت سے کچھ مختلف ہے۔ بطور نمونہ (الف) ابومخنف کی روایت میں چار افراد کا تذکرہ ہے جن سے معاویہ کو خوف تھا کہ وہ یزید کی مخالفت کریں گے جن میں سے ایک عبدالرحمن بن ابی بکر ہے لیکن اس روایت میں مذکورہ شخص کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ (ب) ابومخنف کی روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام سے عفو و گذشت سے کام لینا لیکن اس روایت میں ہے کہ امید ہے کہ خدا ان کو کوفیوں کے لشکر سے بچائے جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو تنہا چھوڑ دیا۔ (ج) ابومخنف کی روایت میں ہے کہ ابن زبیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا لیکن اس روایت میں صلح کی وصیت ہے اور قریش کے خون سے آغشتہ نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ یزید کا ولید کو خط لکھ کر لوگوں کا نام پیش کرنا اور اس میں ابن ابی بکر کا تذکرہ نہ کرنا اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ اسی طرح سرجون رومی کے پاس محفوظ خط میں معاویہ کا ابن زیاد کو عراق کے حاکم بنانے کی وصیت کرنا بھی اس روایت کی تائید کرتی ہے۔

اب رہا سوال کہ یزید کہاں غائب تھا تو طبری نے علی بن محمد سے (ج ۵، ص ۱۰) پر روایت کی ہے کہ یزید مقام ''حوارین'' پر تھا۔ خوارزمی نے (ص ۱۷۷) پر ابن اعثم کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید اس دن وصیت کے بعد شکار کے لئے نکل گیا تھا۔ اس طرح وصیت کے وقت حاضر ہونے اور موت کے وقت غائب رہنے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔

خط کو پڑھ کر یزید نے یہ کہا:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ

فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم؟

کانّ اغبر من ارکانھا انقطعا

من لا تزل نفسہ توفی علی شرف

توشک مقالید تلک النفس ان تقعا

لما انتھینا و باب الدار منصفق

وصوت رملہ ریع القلب فانصدعا (۱(

Presented by Ziaraat.Com

نامہ بر شتاباں خط لے کر آیا، جس کی وجہ سے دل بیتاب اور ہراساں ہو گیا، میں نے اس سے کہاوائے ہو تجھ پر تیرے اس خط میں کیا پیغام ہے، گویا زمین اپنے ارکان سے جدا ہو گئی ہے، اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ بستر علالت پر ہیں، یہ سن کر میں نے کہا: جس کی حیات شرافت و درستی سے عجین ہے قریب ہے کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے، جب پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا اور دل رملہ کے نالہ و شیوان سے پھٹنے لگا۔

یزید کا خط ولید کے نام

یزید نے ماہ رجب میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عتبہ بن ابو سفیان، (۲) مکہ کا حاکم عمر بن سعید بن عاص، (۳) کوفہ (۴) کا حاکم نعمان بن بشیر انصاری، (۵) اور بصرہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد (۶) تھا۔

ا۔ طبری، ج۵، ص۳۲۷۔ یہ روایت ہشام بن محمد سے ابی مخنف کے حوالے سے نقل ہوئی ہے کہ ابو مخنف نے کہا کہ مجھ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبد اللہ بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ اسی نے کہا: "لمامات معاویہ خرج..." جب معاویہ کو موت آئی تو وہ نکلا...

۲۔ ۵۸ھ میں یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم مقرر ہوا۔ (طبری، ج۵، ص۳۰۹) جب اس نے امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو یزید نے اس سال اسے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج۵، ص۳۴۳) اس کا باپ عتبہ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ساتھ تھا اور اس کے دادا کو حضرت علی علیہ السلام نے فی النار کیا تھا۔ (وقعہ صفین، ص۱۷) آخری موضوع جو تاریخ طبری میں اس شخص کے سلسلے میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی ہلاکت کے بعد ضحاک نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے بلایا تو ولید نے اسے گالیاں دیں جس پر ضحاک نے اس کو قید کر دیا۔ (طبری، ج۵، ص۵۳۳) تتمتہ المنتھی کے ص۴۹ پر محدث قمیؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ کے جنازہ پر نماز پڑھتے وقت ولید پر حملہ کیا گیا اور اسی حملہ میں وہ مر گیا۔

....

۳۔ ماہ رمضان ۶۰ھ میں یزید نے اسے مدینہ کا گورنر بنایا پھر موسم حج کی سربراہی بھی اسی کے سپرد کی۔ اس نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا۔ یہ مطلب اس روایت کی تایید کرتا ہے جس میں اس طرح بیان ہوا ہے: "ان یزید اوصاہ بالفتک بالحسین اینما وجد ولو کان متعلقا باستار الکعبہ" یزید نے اپنے اس پلید عنصر کو حکم دیا کہ حسین کو جہاں پاؤ قتل کر دو چاہے وہ خانہ کعبہ کے پردہ سے کیوں نہ لپٹے ہوں۔

خالد بن معاویہ بن یزید (جو مروان بن حکم کے بعد حاکم بنا تھا) کے بعد عمرو بن سعید اموی۔ حکمرانی کے لئے نامزد ہوا۔ بیعت کے مراسم مقام "جولان" میں ادا کئے گئے جو دمشق اور اردن کے درمیان ہے۔ بیعت کا یہ جشن ۴ یا ۵ ذی قعدہ ۶۴ھ چہار شنبہ یا پنجشنبہ کے دن منایا گیا۔ یہ واقعہ معاویہ بن یزید کی ہلاکت کے بعد ہوا اور اسی دن سے دمشق کی حکومت عمرو بن سعید کے ہاتھوں میں آ گئی۔

پھر جب ضحاک بن قیس فہری دمشق سے ان لوگوں کی طرف نکلا تا کہ لوگوں کو اپنی طرف یا ابن زبیر کی طرف دعوت دے اور مروان نے ارادہ کیا کہ اس سے نبرد آزمائی کرے تو عمرو بن سعید میمنہ پر تھا (طبری، ج۵، ص۲۲۷) پھر اس نے مروان کے لئے مصر کو فتح کیا اور مصعب بن زبیر سے فلسطین میں جنگ کی یہاں تک کہ اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ (طبری، ج۵، ص۵۴۰) وہاں سے لوٹ کر جب یہ مروان کے پاس آیا تو مروان کو معلوم ہوا کہ

Presented by Ziaraat.Com

حسان بن بجدل کلبی جو یزید بن معاویہ کا ماموں اور قبیلۂ بنی کلاب کا بزرگ تھا (یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کے لئے برانگیختہ کیا تو لوگوں نے اس کی بیعت کی) اس نے خود جا کر لوگوں سے عمرو بن سعید کے لئے بیعت لی۔ یہ خبر سنتے ہی مروان نے حسان کو بلایا اور جو باتیں اس تک پہنچی تھیں اس سے باخبر کرایا تو حسان نے انکار کرتے ہوئے کہا: " انا اکفیک عمرواً" میں عمرو کے لئے تنہا ہی کافی ہوں۔ پھر جب رات کے وقت لوگ جمع ہوئے تو وہ تقریر کے لئے اٹھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبدالملک کی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اس پر لوگوں نے اس کی بیعت کی۔ ۶۹ھ یا ۷۰ھ یا ۷۱ھ میں عبدالملک بن مروان زفر بن حارث کلابی سے جنگ کے ارادہ سے باہر نکلا یا دیر جاثلیق کی طرف گیا تاکہ مصعب بن زبیر سے جنگ کرے اور دمشق میں اپنا جانشین عبدالرحمن ثقفی کو بنایا تو اشدق نے عبدالملک سے کہا: " انک خارج الی العراق فاجعل لی ہذا الامر من بعدک" آپ عراق جا رہے ہیں لہٰذا اپنی جگہ پر مجھے جانشین بنا دیجئے۔ اس کے بعد اشدق دمشق پہنچا تو ثقفی وہاں سے بھاگ گیا، پھر جب عبدالملک دمشق پہنچا تو اس نے صلح کرائی اس کے بعد وہ دمشق میں داخل ہوا پھر اسی نے راتوں رات اپنے ہی محل میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا۔ (طبری، ج۵، ص ۱۴۰۔ ۱۴۸) اس کا باپ سعید بن عاص وہی ہے جو عثمان کے دور حکومت میں کوفہ کا گورنر تھا اور شراب پیتا تھا، اہل کوفہ نے اس کی عثمان سے شکایت کی لیکن اسکے باوجود بھی وہ شراب نوشی کی عادت سے باز نہیں آیا لہٰذا امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس پر حد جاری کی۔

مجمع الزواید، ج۵، ص ۲۴۰ پر ابن حجر ہیثمی نے اور تطہیر الجنان میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہتے سنا ہے: " لیرعفن علی منبری جبار من جبابرۃ بنی امیہ فیسیل رعافہ" بنی امیہ کے ظالم وجابر حکمرانوں

....

میں سے ایک جبار کی نکسیر میرے منبر پر پھوٹے گی اور اس کا خون جاری ہوگا۔ پیغمبر اسلام کی یہ پیشین گوئی عمرو بن سعید کے سلسلے میں سچی ثابت ہوئی کیونکہ اس کی نکسیر اس وقت پھوٹی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے منبر پر بیٹھا تھا یہاں تک کہ اس کا خون جاری ہونے لگا۔

۴۔ "جلولاء" میں مسلمانوں کو کامیابی ملنے کے بعد سپہ سالار لشکر سعد بن ابی وقاص نے عمر کو خط لکھا جس کا عمر نے اس طرح جواب دیا: " ابھی وہیں رہو اور لوگوں کی بات نہ سنو اور اسے مسلمانوں کے لئے دار ہجرت اور منزل جہاد قرار دو! " تو سعد نے مقام "انبار" پر پڑاؤ ڈالا لیکن وہاں فوج شدید بخار میں گرفتار ہوگئی تو سعد نے خط لکھ کر عمر کو باخبر کیا؛ عمر نے سعد کو یہ جواب دیا: عرب کے لئے وہی زمین مناسب ہے جہاں اونٹ اور بکریاں آرام سے رہ سکیں لہٰذا ایسی جگہ دیکھو جو دریا کے کنارے ہو اور وہیں پڑاؤ ڈال دو۔ سعد وہاں سے چل کر کوفہ پہنچے، (طبری، ج۳، ص ۵۷۹) کوفہ کے معنی ریتیلی اور پتھریلی زمین ہے (طبری، ج۳، ص ۶۱۹) جہاں فقط سرخ ریت ہوتی ہے اسے "سہلہ" کہتے ہیں اور جہاں یہ دونوں چیزیں ملی ہوں اسے "کوفہ" کہتے ہیں۔ (طبری، ج۴، ص ۴۱) کوفہ میں ۳ دیر تھے: دیر حرقہ، دیر ام عمرو اور دیر سلسلہ۔ (طبری، ج۴، ص ۴۱) ان مسلمانوں نے محرم ۱۷ھ میں نرکل اور بانس سے مکان تیار کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد شوال کے مہینہ میں ایک بھیانک آگ نے سارے کوفہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جسکی وجہ سے ۸۰ سائبان نذر آتش ہوگئے اور تمام نرکل اور بانس کے بنے ہوئے مکان جل گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سعد نے ایک آدمی کو عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس بات کی اجازت لے کر آئے کہ یہاں اینٹ کے مکانات تعمیر ہو سکیں۔ عمر نے کہا: اسے انجام دو لیکن خیال رہے کہ ہر گھر میں ۳ کمروں سے زیادہ نہ ہوں اور اس سلسلے میں کوئی زیادہ روی نہ ہو۔ اس وقت گھروں کی تعمیر کا ذمہ دار ابو الہیاج تھا، لہٰذا سعد نے عمر کے بتائے ہوئے نقشہ کو اس کے

Presented by Ziaraat.Com

سامنے پیش کیااور درخواست کی کہ اس روش کے مکانات تعمیر کرائے۔اس طرح اس شہر کی تعمیر نو کا آغاز ہوا جس کا نام کوفہ ہے۔عمر نے اپنے نقشہ میں لکھا تھا کہ اصلی شاہراہ ۴۰ ذراع ہو اور اس کے اطراف کی سڑکیں اہمیت کے اعتبار سے ۲۰ ،اور ۳۰ ،ذراع ہوں۔اسی طرح گلیاں ۷، میٹر ہوں، للہذا انجینیروں کی ایک کمیٹی نے بیٹھ کر مشورہ کرنے کے بعد کام شروع کیا۔ابوالہیاج نے سب کے ذمہ کام تقسیم کر دیا سب سے پہلے جو چیز کوفہ میں بنائی گئی وہ مسجد ہے۔مسجد کے اطراف میں بازار بنایا گیا جس میں کھجور اور صابون بیچنے والے رہنے لگے اس کے بعد ایک بہترین تیر انداز درمیان سے اٹھا اور اس نے داہنی طرف، آگے اور پیچھے تیر پھینکا اور حکم دیا کہ جو چاہے تیر کے گرنے کی جگہ کے آگے سے اپنے اپنے گھر بنالے اور مسجد کے آگے ایک سائبان بنایا گیا جو سنگ مرمر کا تھا اور کسریٰ سے لایا گیا تھا۔اس کی چھت رومیوں کے کنیسہ جیسی تھی۔بیچ میں ایک خندق کھودی گئی تا کہ مکان بنانے میں آگے پیچھے نہ کر سکیں۔سعد کے لئے ایک ایسا گھر بنایا گیا جس کا ایک راستہ دو سو ذراع کا بنایا گیا جو نقیبوں کے لئے تھا جس میں بیت المال بنائے گئے۔یہی قصر کوفہ کہا جاتا ہے جسے ”روزبہ“ نے مقام ”حیرۃ“ سے اینٹیں لاکر کسری جیسی عمارت بنائی تھی۔(طبری،ج۴،ص۴۴۔۴۵) سعد نے اس محل میں سکونت اختیار کی؛جو محراب مسجد سے متصل تھا اور اسی میں بیت المال رکھا اور اس پر ایک نقیب (نگراں) کو معین کیا جو لوگوں سے اموال لیتا تھا۔ان تمام مطالب کی روداد سعد نے عمر تک پہنچائی۔اس کے بعد مسجد کو منتقل کیا گیا اور

....

اس کی عمارت کو قصر کی اینٹوں کو توڑ کر بنایا گیا جو مقام ”حیرۃ“ میں کسری کی طرح تھا اور قصر کے آخر میں قبلہ کی طرف بیت المال قرار دیا گیا۔اس طرح مسجد کا قبلہ قصر کے داہنی طرف تھا اور اسکی عمارت مرمری تھی جس کے پتھر کسری سے لائے گئے تھے۔(طبری،ج۴،ص۶۴)مسجد کے قبلہ کی طرف ۴،راستے بنائے گئے اور اس کے پچھم، پورب ۳۔۳ سڑکیں بنائی گئیں۔مسجد اور بازار سے ملی ہوئی جگہ پر ۵، سڑکیں بنائی گئیں۔قبلہ کی سڑک کی طرف بنی اسد نے مکان بنانے کے لئے انتخاب کیا۔اسد اور نخع کے درمیان ایک راستہ تھا، نخع اور کندہ کے درمیان ایک راستہ تھا۔کندہ اور ازد کے درمیان ایک راستہ تھا۔صحن کے شرقی حصہ میں انصار اور مزینہ رہنے لگے،اس طرح تمیم اور محارب کے درمیان ایک راستہ تھا۔اسد اور عامر کے درمیان ایک راستہ تھا۔صحن کے غربی حصہ میں بجلہ اور بجیلہ نے منزل کے لئے انتخاب کیا۔اسی طرح جدیلہ اور اخلاط کے درمیان ایک راستہ اور سلیمان و ثقیف کے درمیان دو راستے تھے جو مسجد سے ملے ہوئے تھے۔ہمدان ایک راستہ پر اور بجیلہ ایک راستہ پر تھے،اسی طرح تمیم اور تغلب کا ایک راستہ تھا۔یہ وہ سڑکیں تھیں جو بڑی سڑکیں کہی جاتی تھیں۔ان سڑکوں کے برابر کچھ اور سڑکیں بنائی گئیں پھر ان کو ان شاہراہوں سے ملا دیا گیا۔یہ دوسری سڑکیں ایک ذراع سے کم کے فاصلہ پر تھیں۔اسی طرح اس کے اطراف میں مسافرین کے ٹھہرنے کے لئے مکانات بنائے گئے تھے۔وہاں کے بازار مسجدوں کی روش پر تھے جو پہلے آکر بیٹھ جاتا تھا وہ جگہ اسی کی ہو جاتی تھی یہاں تک کہ وہاں سے اٹھ جائے یا چیزوں کے بیچنے سے فارغ ہو جائے(طبری،ج۴،ص۴۵ ۔۴۶) اور تمام دفاعی نظام بھی برقرار کئے گئے، منجملہ ۴، ہزار تیز رفتار گھوڑے بھی رکھے گئے۔اس طرح شہر کوفہ مسلمانوں کے ہاتھوں تعمیر ہوا۔

۵۔نعمان مدینہ میں قبیلہء خزرج کی ایک فرد تھا۔شیخ طوسیؒ نے ” رجال“ میں ص ۳۰ پر اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور طبری نے ج۴،ص۳۴۰ پر اسے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے سرپیچی کی ہے۔اس کے بعد یہ معاویہ سے ملحق ہو گیا اور جنگ صفین میں اسی کے ہمراہ تھا۔اس کے بعد معاویہ نے ایک فوج کے ساتھ اسے ” عین التمر“ شب

Presented by Ziaraat.Com

خون کے لئے بھیجا۔ اس مطلب کو طبری نے ۳۹ھ کے واقعات ج ۵، ص ۱۳۳ پر لکھا ہے پھر ۵۸ھ میں معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنا دیا۔ یہ اس عہدہ پر باقی رہا یہاں تک کہ معاویہ کیفر کردار تک پہنچ گیا اور یزید نے مسند سنبھالی۔ آخر کار اس کی جگہ پر یزید کی جانب سے ۶۰ھ میں عبیداللہ بن زیاد نے گورنری کی باگ ڈور سنبھالی۔ اب نعمان نے یزید کی راہ لی اور امام حسین علیہ السلام کے قتل ہونے تک اسی کے پاس رہا۔ پھر یزید کے حکم پر اہل حرم کے ہمراہ مدینہ گیا (طبری، ج ۵، ص ۴۱۲) وہاں سے شام لوٹ کر یزید کے پاس رہنے لگا یہاں تک کہ یزید نے اسے پھر مدینہ بھیجا تاکہ وہ انصار کو عبداللہ بن حنظلہ سے دور رہنے کا مشورہ دے اور یزید کی مخالفت سے انہیں ڈرائے دھمکائے لیکن انصار نے ایک نہ سنی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۴۸۱)

۶۔ ۲۰ھ میں عبیداللہ بن زیاد پیدا ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۷) ۴۱ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بصرہ میں اسے اس کے دو بھائیوں عباد اور عبدالرحمن کے ہمراہ قید کر لیا اور زیاد کے نام ایک خط لکھا کہ یا تم فوراً تم معاویہ کے پاس جاؤ یا میں تمہارے لیکن یزید نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس کا سارا ہم و غم یہ تھا کہ ان لوگوں سے بیعت حاصل کرے جنہوں نے اس کے باپ معاویہ کی درخواست کو یزید کی بیعت کے سلسلے میں ٹھکرا دیا تھا اور کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے سلسلہ میں اپنا ہاتھ دینا نہیں چاہتے تھے، لہٰذا آسودہ خاطر ہونے کے لئے اس نے مدینہ کے گورنر ولید کو ایک خط اس طرح لکھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم، من یزید امیر المؤمنین الی الولید بن عتبہ... اما بعد: فان معاویۃ کان عبدا من عباد اللہ، اکرمہ اللہ واستخلفہ، وخولہ ومکن لہ فعاش بقدر ومات باجل، فرحمہ اللہ! فقد عاش محموداً! ومات براً تقیاً! والسلام"

بیٹوں کو قتل کر دوں گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۸) ۵۳ھ میں زیاد مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۸) اس کے بعد اس کا بیٹا عبیداللہ معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے ۵۴ھ میں اسے خراسان کا گورنر بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۷) اس کے بعد ۵۵ھ میں بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔ خراسان سے نکل کر بصرہ جاتے وقت اس نے اسلم بن زرعہ کلابی کو اپنا جانشین بنایا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۶) جس زمانے میں خراسان میں اس نے کوہ نجاری پر حملہ کیا اور اس کے دو شہر رامیشتہ اور بیر جند کو فتح کر لیا اسی وقت اپنے سپاہیوں میں سے دو ہزار تیر اندازوں کو اس نے لیا اور ان کی تربیت کے بعد انہیں اپنے ساتھ لیکر بصرہ روانہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۸) اس کا ایک بھائی عباد بن زیاد، سجستان کا گورنر تھا اور دوسرا بھائی عبدالرحمن بن زیاد اپنے بھائی عبیداللہ ہی کے ہمراہ خراسان کی حکمرانی میں تھا، وہ اس عہدہ پر دو سال تک رہا (طبری، ج ۵، ص ۲۹۸) پھر کرمان کی حکومت کو بھی عبیداللہ بن زیاد نے ہی سنبھال لیا اور وہاں اس نے شریک بن اعور حارثی ہمدانی کو بھیج دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۱) یزید نے عباد کو سجستان سے اور عبدالرحمن کو خراسان سے معزول کر کے ان کے بھائی سلم بن زیاد کو گورنر بنا دیا اور سجستان اس کے بھائی یزید بن زیاد کو بھیج دیا (طبری، ج ۵، ص ۴۷۱) پھر اسے کوفہ کی گورنری بھی ۶۰ھ میں دیدی او بصرہ میں اس کے بھائی عثمان بن زیاد کو حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۸) جب امام حسینؑ کی شہادت ہوئی تو یہ ملعون ۴۰ سال کا تھا اور اس عظیم واقعہ کے بعد یہ ۶۱ھ میں پھر کوفہ سے بصرہ لوٹ گیا۔ جب یزید اور اس کا بیٹا معاویہ ہلاک ہو گیا تو بصرہ والوں نے اس کی بیعت کر لی اور اسکو خلیفہ کہنے لگے لیکن پھر اس کی مخالفت کرنے لگے تو یہ شام چلا گیا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۳) اس سفر میں اس کے ساتھ اس کا بھائی عبداللہ بھی تھا۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳) وہاں اس نے مروان کی بیعت کی ور اس کو اہل عراق کے خلاف جنگ کے لئے اکسایا تو مروان نے اسے ایک فوج کے ساتھ عراقیوں کے خلاف جنگ کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳) وہاں اس نے توابین سے جنگ کی اور ان کو ہرا دیا یہ واقعہ ۶۵ھ کا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۸) پھر ۶۶ھ میں جناب مختار سے نبرد آزما ہوا (طبری، ج ۶، ص ۸۱) اور اسی میں اپنے شامی ہمراہیوں کے ساتھ ۶۷ھ میں قتل

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا گیا۔(طبری، ج۶، ص۸۷ (

یزید امیر المومنین کی طرف سے ولید بن عتبہ کے نام، امابعد... حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جس کو خدا نے مورد احترام و اکرام قرار دیا اور خلافت واقتدار عطا فرمایا اور بہت سارے امکانات دیئے۔ان کی زندگی کی جتنی مدت تھی انھوں نے اچھی زندگی بسر کی اور جب وقت آگیا تو دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ خدا ان کو اپنی رحمت سے قریب کرے۔انھوں نے بڑی اچھی زندگی بسر کی اور نیکی اور شائستگی کے ساتھ دنیا سے گزر گئے۔ والسلام

پھر ایک دوسرے کاغذ پر جو چوہے کے کان کی طرح تھا یہ جملے لکھے :

"امابعد فخذ حسینا وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن زبیر بالبیعۃ اخذا شدیداً لیست فیہ رخصۃ حتی یبایعوا، والسلام" (۱ (

امابعد، حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے سختی کے ساتھ مہلت دیے بغیر فوراً بیعت حاصل کرو۔ والسلام

معاویہ کی خبر مرگ پاتے ہی(۲) ولید نے فوراً مروان بن حکم (۳) کو بلوایا تاکہ اس سلسلے میں اس سے مشورہ کرسکے۔(۴ (

۱۔ طبری، ج۵، ص۳۳۸، اس خبر کو طبری نے ہشام کے حوالے سے اور ہشام نے ابو مخنف کی زبانی نقل کیا ہے۔ یہ ان متعدد روایتوں میں سے پہلی روایت ہے جنہیں طبری نے آپس میں ملادیا ہے اور ہر روایت کے شروع میں "قال" کہا ہے۔ یہ تمام روایتیں ابو مخنف کی طرف مستند ہیں۔

طبری کی روایت میں ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے یہی جملہ نقل ہوا ہے جس میں فقط شدت اور سختی کا تذکرہ ہے، قتل کا ذکر نہیں ہے۔ ہشام کے حوالے سے سبط بن جوزی کی روایت میں بھی یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔(ص ۲۳۵) ارشاد کے ص ۲۰۰ پر شیخ مفیدؒ نے بھی اسی جملہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں ہشام اور مدائنی کا حوالہ موجود ہے لیکن یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ج ۲، ص ۲۲۹ پر خط کا مضمون اس طرح نقل کیا ہے :

"اذا اتاک کتابی ہذا فاحضر الحسین بن علی، وعبداللہ بن زبیر فخذ ہما بالبیعۃ، فان امتنعا فاضرب أعناقہما وابعث الیّ برؤوسہا، وخذ الناس بالبیعۃ، فمن امتنع فانفذ فیہ الحکم، وفی الحسین بن علی وعبداللہ بن زبیر، والسلام "

....

جیسے ہی تم کو میرا خط ملے ویسے ہی حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو حاضر کرو اور ان دونوں سے بیعت حاصل کر! اگر انکار کریں تو ان کی گردن اڑا دو اور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو! لوگوں سے بھی بیعت لو اور انکار کرنے پر ان کے ساتھ بتائے ہوئے حکم پر عمل کرو! وہی جو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کے بارے میں بتایا ہے۔ والسلام

خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۸۰ پر ابن اعثم کے حوالے سے خط کو نقل کیا ہے۔ یہ خط بعینہ طبری کی ہشام کے حوالے سے منقول روایت کی طرح ہے فقط اس جملہ کا اضافہ کیا ہے: ...ومن ابی علیک منہم فاضرب عنقہ وابعث الیّ براسہ، ان میں سے جو انکار کرے اس کا سر کاٹ کر فوراً میرے پاس روانہ کرو! یزید کا یہ خط ولید کو ۲۶ رجب شب جمعہ کو موصول ہوا تھا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ کو الوداع کہنے کی تاریخ سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ مورخین نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی ہے کہ یزید نے یہ خط کب لکھا اور کب قاصد کو مدینہ کے لئے روانہ کیا تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ شام سے مدینہ کی مسافت میں کتنا وقت لگا۔ ہاں طبری نے (ج۵، ص، ۴۸۲) پر ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے جو روایت نقل کی اس سے ہم کچھ

Presented by Ziaraat.Com

اندازہ لگا سکتے ہیں، کیونکہ عبدالملک بن مروان نے یزید کو جو خط لکھا تھا کہ ہم لوگ مدینہ میں محصور ہیں لہٰذا فوج بھیجو جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ سامنے آیا اس میں یہ ملتا ہے کہ قاصد کو آمد و رفت میں ۲۴ ؍دن لگے؛ بارہ دن جانے میں اور ۱۲ دن واپس لوٹنے میں۔ اس وقت یہ قاصد کہتا ہے کہ اتنے دنوں کے بعد میں فلاں وقت عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا، اس کے علاوہ طبری کے دوسرے بیان سے بھی کچھ اندازہ لگتا ہے کیونکہ طبری نے ج۵، ص ۴۹۸ پر واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزید ۱۴ ؍ربیع الاول ۶۴ھ کو واصل جہنم ہوا اور مدینہ میں اس کی خبر مرگ ربیع الآخر کے شروع میں موصول ہوئی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر ۱۶ ؍دنوں بعد ملی۔

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے اس کے باپ حکم بن عاص کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکال دیا تھا، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتا تھا، لیکن عثمان نے اسے اپنی حکومت میں جگہ دی اور اپنی بیٹی نائلہ کی اس سے شادی کر دی اور افریقا سے مصالحت کے بعد جو ایک خطیر رقم آئی تھی جس کا ایک حصہ ۳۰۰ ؍قنطار سونا تھا وہ اسے دیدیا (طبری، ج۴، ص ۲۵۶) اور اسنے ان اموال کی مدد سے نہر مروان کی خریداری کی جو تمام عراق میں پھیلی ہوئی تھی (طبری، ج۴، ص ۲۸۰) اس کے علاوہ مروان کو ۱۵ ؍ہزار دینار کی ایک رقم اور دی (طبری، ج۴، ص ۳۴۵) سب سے بری بات جو ہوئی وہ یہ کہ عثمان، مروان کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن گئے۔ وہ جو چاہتا تھا یہ وہی کرتے تھے۔ اسی مسئلہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے عثمان کو خیر خواہی میں سمجھایا تھا۔ جب عثمان کا محاصرہ ہوا تو عثمان کی طرف سے اس نے لڑنا شروع کیا جس کے نتیجے میں خود اس پر حملہ ہوا پھر لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن ایک بوڑھی دایہ جس نے اسے دودھ پلایا تھا مانع ہو گئی اور بولی: اگر تم اس آدمی کو مارنا چاہتے ہو تو یہ مر چکا ہے اور اگر تم اس کے گوشت سے کھیلنا چاہتے ہو تو بری بات ہے (طبری، ج۴، ص ۳۶۴) وہاں سے اس کا غلام ابو حفصہ یمانی اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ (طبری، ج۴، ص ۳۸۰) اسی واقعہ کے بعد مروان کی گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی اور آخر وقت تک ایسی ہی رہی۔ (طبری، ج۴، ص ۳۹۴ (

....

یہ شخص جنگ جمل میں شریک تھا اور دونوں نمازوں کے وقت اذان دیا کرتا تھا۔ اسی نے طلحہ پر ایسا تیر چلایا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ خود بھی یہ جنگ میں زخمی ہو گیا تھا لہٰذا وہاں سے بھاگ کر مالک بن مسمع غزاری کے یہاں پہنچا اور اس سے پناہ کی درخواست کی اور اس نے درخواست کو قبول کر لیا۔ (طبری، ج۴، ص ۵۳۶) جب وہاں سے پلٹا تو معاویہ سے جا ملا۔ (طبری، ج۴، ص ۵۴۱) معاویہ نے بھی عام الجماعۃ کے بعد اسے مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ ۴۴ھ میں اس نے مسجد میں پیش نماز کی خاص جگہ بنانے کی بدعت رائج کی۔ (طبری، ج۵، ص ۲۱۵) اس کے بعد معاویہ نے فدک اس کے سپرد کر دیا لیکن پھر واپس لے لیا (ج۵، ص ۵۳۱) ۴۹ھ میں معاویہ نے اسے معزول کر دیا۔ (طبری، ج۵، ص ۲۳۲) ۵۴ھ میں ایک بار پھر مدینہ کی گورنری اس کے سپرد کر دی۔ ۵۶ھ میں معاویہ نے حج انجام دیا تو وہاں اس نے چاہا کہ مروان یزید کی بیعت کی توثیق کر دے (طبری، ج۵، ص ۳۰۴) لیکن پھر معاویہ ۵۸ھ تک اپنے اس ارادے سے منصرف ہو گیا۔ ۵۶ھ میں ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مروان اس سے ہمیشہ منہ پھلائے رکھتا تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۰۹) جب اہل حرم شام وارد ہو رہے تھے تو یہ ملعون دمشق میں موجود تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۶۵) ۶۲ھ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یہ مدینہ ہی میں تھا۔ یہی وہ ملعون ہے جس نے حکومت سے مدد مانگی تھی تو مدد کے طور پر یزید نے مسلم بن عقبہ المری کو روانہ کیا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۸۲) جب اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کے سامنے پہنچے تو بنی امیہ نے انہیں مروان کے گھر میں قید کر دیا جبکہ وہ ہزار آدمی تھے پھر ان کو

Presented by Ziaraat.Com

مدینہ سے باہر نکال دیااور اس نے اپنے اہل وعیال کو چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام کے پاس مقام ینبع میں چھوڑ دیاامام علیہ السلام نے ان کی پرورش وحمایت کی ذمہ داری لے لی۔امام علیہ السلام نے اس زمانے میں مدینہ کو چھوڑ دیا تھا تاکہ ان کے کسی جرم کے گواہ نہ بن سکیں (طبری، ج۵، ص ۴۸۵) پھر جب ۶۴ھ میں عبید اللہ بن زبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی حکومت میں مدینہ کا گورنر بن گیا تو بنی امیہ مدینہ سے نکل بھاگے اور شام پہنچ کر مروان کے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔(طبری، ج۵، ص ۵۳۰) ۶۵ھ میں اس کو موت آگئی۔

۴۔جب ولید گورنر کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد مدینہ پہنچا تو مروان ناراضگی کے اظہار کے ساتھ اس سے ملنے آیا۔جب ولید نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے افراد کے درمیان مروان کی بڑی ملامت کی؛ جب یہ خبر مروان تک پہنچی تو ان دونوں کے آپسی رشتے اور رابطے تیر وتار ہو گئے۔یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت کی خبر لے کر نامہ بر آیا۔چونکہ یہ موت ولید کے لئے بڑی صبر آزما تھی اور دوسری اہم مشکل جو اس کے سر پر تھی وہ یہ کہ اس خط میں حکم دیا گیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر لوگوں سے بیعت لی جائے لہذا ایسی صورت میں اس نے مروان جیسے گھاگ آدمی کا سہارا لیا اور اسے بلوا بھیجا۔(. طبری، ج۵، ص ۳۲۵(

مروان سے مشورہ

مروان نے جب یزید کا خط پڑھا تو "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہا اور اس کے لئے دعائے رحمت کی۔ولید نے اس سے اس سلسلے میں مشورہ لیتے ہوئے پوچھا: "کیف تری ان نصنع" تم کیا کہتے ہو ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟اس پر مروان نے کہا: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اسی وقت تم ایک آدمی کو ان لوگوں کے پاس بھیجو اور ان لوگوں سے بیعت طلب کرو اور کہو کہ فوراً مطیع ہو جائیں؛ اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ان سے اسے قبول کرلو اور ان سے دست بردار ہو جاؤ لیکن اگر وہ انکار کریں تو قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کی خبر ملے ان کے سر قلم کردو؛ کیونکہ اگر ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک ملک کے گوشہ وکنار میں شورش برپا کر کے قیام کر دے گا اور مخالفت کا بازار گرم ہو جائے گا اور یہ لوگ عوام کو اپنی طرف بلانے لگیں گے۔(۱ (

قاصد بیعت

یہ سنتے ہی ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو جو ایک نوجوان تھا(۲) امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کی طرف روانہ کیا۔اس نے تلاش کرنے کے بعد دونوں لوگوں کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔وہ ان دونوں کے پاس گیا اور ان کو ایسے وقت میں ولید کے دربار میں بلایا کہ نہ تو وہ وقت ولید کے عام جلسے کا تھا اور نہ ہی ولید کے پاس اس وقت جایا جاتا تھا۔(۳ (

۱۔طبری، ج۵، ص۳۹۹،اسی روایت کو ہشام نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔خوارزمی نے بھی ص۱۸۱ پر اس کی روایت کی ہے۔

۲۔یہ شخص ۹۱ھ تک زندہ رہا، کیونکہ ولید بن عبدالملک نے جب مدینہ میں بعض قریشیوں کا استقبال کیا تو یہ موجود تھا(طبری، ج۶، ص ۵۶۵) "القمقام" کے بیان کے مطابق اس کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی اور اس کا لقب مطرف تھا۔(القمقام، ص ۲۷۰)عبداللہ کا باپ عمرو جو خلیفہ سوم عثمان کا بیٹا ہے یعنی

Presented by Ziaraat.Com

یہ قاصد عثمان کا پوتا تھا۔ اس کی ماں کا نام ام عمرو بنت جندب ازدی تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۲۰) طبری نے جلد ۵، ص ۴۹۴ پر لکھا ہے کہ اس کی ماں قبیلۂ ''دوس'' سے تھی۔ مسلم بن عقبہ نے واقعہ حرہ میں اسے بنی امیہ سے بے وفائی میں متہم کیا۔ جب اسے مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے عبداللہ بن عمرو کی بڑی مذمت کی اور حکم دیا کہ اس کی داڑھی کو نوچ ڈالا جائے۔

۳۔ وقت کے سلسلے میں ابو مخنف کی خبر اس حد تک ہے کہ ''لم یکن الولید یجلس فیھا للناس'' ایسے وقت میں

....

بلایا کہ جب کوئی عمومی جلسے کا وقت نہ تھا، لیکن یہ رات کا وقت تھا یا دن کا اس کی کوئی تصریح نہیں ہے؛ لیکن اس روایت میں کچھ ایسے قرائن موجود ہیں جس سے وقت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ ۲۶ رجب جمعہ کے دن صبح کا واقعہ ہے۔

)الف)۔ روایت کا جملہ یہ ہے'' فارسل .. الیھما یدعوھما فاتاھما فوجدھما فی المسجد فقال: اجیبا الامیر یدعوکما فقالا لہ: انصرف، الآن نأتیہ'' ۔ ولید نے اسے ان دونوں کی طرف بلانے کے لئے بھیجا۔ قاصد نے تلاش کرتے ہوئے ان دونوں کو مسجد میں پایا تو کہنے لگا: امیر نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کو ایک ہی وقت میں بلایا گیا تھا۔ ابن زبیر سے ایک دوسری خبر میں یہ ہے کہ اس نے کہا: ہم ابھی آتے ہیں لیکن وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آیا اور چھپ گیا۔ ولید نے پھر دوبارہ قاصد کو بھیجا تو اسے اپنے ساتھیوں کے درمیان پایا۔ اس نے مسلسل تین یا چار با قاصدوں کو بھیج کر بے حد اصرار کیا تو اس پر ابن زبیر نے کہا: ''لا تعجلونی، امھلونی فانی آتیکم'' اتنی جلدی نہ کرو تھوڑی سی مہلت دو، میں بس آ ہی رہا ہوں۔ اس پر ولید نے پانچویں مرتبہ اپنے گرگوں کو بھیج کر اسے بلوایا۔ وہ سب آکر ابن زبیر کو برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے: '' یا بن الکاھلیہ ! واللہ لتاتین الامیر او لیقتلنک ''اے کاہلہ کے بیٹے تو فوراً امیر کے پاس آجا ورنہ وہ تیرا سر کاٹ دے گا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے وہ پورا دن اور رات کے پہلے حصے تک وہاں جانے سے گریز کیا اور وہ ہر وقت یہی کہے جاتا تھا کہ ابھی آتا ہوں؛ لیکن جب لوگوں نے اسے برانگیختہ کیا تو وہ بولا: خدا کی قسم میں اتنے قاصدوں کی آمد سے پریشان ہو گیا ہوں اور اس طرح پے در پے لوگوں نے میرا جینا حرام کر دیا ہے لہٰذا تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو تاکہ میں امیر کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجوں جو ان کا منشاء اور حکم معلوم کر آئے۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ جعفر بن زبیر نے وہاں جا کر کہا: رحمک اللہ: اللہ آپ پر رحم کرے آپ عبداللہ سے دست بردار ہو جایئے۔ آپ نے قاصدوں کو بھیج بھیج کر ان کا کھانا پانی حرام کر دیا ہے، ان کا کلیجہ منہ کو آرہا ہے، انشاء اللہ وہ کل خود آجائیں گے۔ آپ اپنے قاصد کو لوٹا لیجئے اور اس سے کہیے کہ ہم سے منصرف ہو جائے۔ اس پر حاکم نے شام کے وقت وہاں سے لوگوں کو ہٹا لیا اور ابن زبیر راتوں رات مدینے سے نکل گیا۔ گذشتہ سطروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولید کا قاصد صبح میں آیا تھا، بلکہ واضح طور پر ذکر ہے کہ یہ سارے امور صبح میں انجام پائے کیونکہ عبارت کا جملہ یہ ہے: ''فلبث بذالک نھارہ واول لیلہ'' اس کے بعد ابن زبیر دن بھر اور رات کے پہلے حصے تک ٹھہرا چونکہ امام علیہ السلام اور ابن زبیر کو ایک ہی ساتھ بلایا گیا تھا لہٰذا امام علیہ السلام کو بلائے جانے کا وقت بھی وقت صبح ہی ہوگا۔

)ب)روایت میں یہ جملہ موجود ہے ''فالحوا علیھما عشیتھما تلک واول لیلھما'' ان لوگوں کو شام کے وقت اور شب کے پہلے حصے میں پھر بلوایا گیا۔ اس جملہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام علیہ السلام کو عصر کے وقت بلایا گیا تھا؛ لیکن یہ ایک وہم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس جملہ میں جو ایک کلمہ موجود

Presented by Ziaraat.Com

ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ "فألحوا علیهما" میں الحاح اصرار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے صبح کے وقت بلایا گیا پھر اصرار اور تکرار دعوت میں شام سے رات

پس قاصد نے کہا: " آپ دونوں کو امیر نے بلایا ہے" اس پر ان دونوں نے جواب دیا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔(۱) ولید کے قاصد کے جانے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اس بے وقت بلائے جانے کے سلسلے میں آپ کیا گمان کرتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: " قد ظننت ان طاغیتھم قد ھلک فبعث الینا لیاخذنا بالبیعة قبل ان یفشوا فی الناس الخبر " میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا سرکش حاکم ہلاک ہو چکا ہے لہٰذا ولید نے قاصد کو بھیجا تاکہ لوگوں کے درمیان خبر پھیلنے سے پہلے ہی ہم سے بیعت لے لی جائے۔

ہو گئی۔ خود یہ عبارت اس بات کو بیان کرتی ہے کہ یہ دعوت دن میں تھی، رات میں نہیں۔

)ج) ابو مخنف نے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے اور انھوں نے ابو سعید مقبری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد النبی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ابھی دو دن بھی نہ گذرے تھے کہ معلوم ہوا کہ آپ مکہ روانہ ہو گئے (طبری، ج۵، ص ۳۴۲) اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت بھی کرتی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ابن زبیر اپنے گھر میں چھپ کر اپنے چاہنے والوں کے درمیان پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد پورے دن اور رات کے پہلے حصہ تک ٹھہرا رہا لیکن پچھلے پہر وہ مدینہ سے باہر نکل گیا۔ جب صبح ہوئی اور ولید نے پھر آدمی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ نکل چکا ہے۔ اس پر ولید نے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کے پیچھے دوڑایا لیکن کوئی بھی اس کی گرد پا نہ پا سکا۔ سب کے سب لوٹ آئے اور ایک دوسرے کو سست کہنے لگے یہاں تک کہ شام ہو گئی (یہ دوسرا دن تھا) پھر ان لوگوں نے شام کے وقت قاصد کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "اصبحوا ثم ترون و نری" ذرا صبح تو ہو لینے دو پھر تم بھی دیکھ لینا ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اس پر ان لوگوں نے اس شب امام علیہ السلام سے کچھ نہ کہا اور اپنی بات پر اصرار نہ کیا پھر امام علیہ السلام اسی شب تڑکے نکل گئے۔ یہ یکشنبہ کی شب تھی اور رجب کے دو دن باقی تھے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۴۱ (

نتیجہ۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن زبیر حاکم وقت کی طرف سے بلائے جانے کے بعد دن بھر ہی مدینہ میں رہے اور راتوں رات نکل بھاگے اور امام علیہ السلام دو دن رہے اور تیسرے دن تڑکے نکل گئے۔ چونکہ امام علیہ السلام نے شب یکشنبہ مدینہ سے کوچ کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ روز جمعہ اور شب شنبہ اور روز شنبہ آپؑ مدینہ میں رہے اور یہ بلاوا جمعہ کے دن بالکل سویرے سویرے تھا۔ اس بنیاد پر روایت یہ کا جملہ کہ " ساعة لم یکن الولید یجلس فیھا للناس" (ایسے وقت میں بلایا تھا جس وقت وہ عوام سے نہیں ملا کرتا تھا) قابل تفہیم ہو گا۔ ابن زبیر اور امام علیہ السلام جمعہ کے دن صبح صبح مسجد میں موجود تھے؛ شاید یہ نماز صبح کے بعد کا وقت تھا۔ مقبری کے حوالے سے ابو مخنف کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار سے لوٹنے کے بعد اپنے ان دو بھروسہ مند ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے جن کے ہمراہ آپ ولید کے دربار میں گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن صبح ہی میں ولید کا قاصد آیا تھا اور وہ رجب کی ۲۶ ویں تاریخ تھی، اسی لئے ولید اس دن عوام کے لئے نہیں بیٹھتا تھا کیونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کے دن دربار نہیں لگتا تھا۔

۱۔ طبری ج۴، ص ۳۳۹ ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ سبط ابن جوزی نے بھی ص ۲۰۳ پر اور خوارزمی نے ص ۱۸۱ پر اس مطلب کو

Presented by Ziaraat.Com

ذکر کیاہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں دو ہی افراد کا ذکر ہے جب کہ خط میں تین لوگوں کا تذکرہ تھا۔
اس پر ابن زبیر نے کہا: وما اظن غیرہ فما ترید ان تصنع ؟میرا گمان بھی یہی ہے تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں ؟امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:'' اجمع فتیانی الساعۃ ثم امشی الیہ فاذا ابلغت الباب احتبستھم علیہ ثم دخلت علیہ'' ،میں ابھی ابھی اپنے جوانوں کو جمع کر کے ان کے ہمراہ دربار کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر ان کو دروازہ پر روک دوں گا اور تنہا دربار میں چلا جاؤں گا۔ابن زبیر: ''انی اخافہ علیک اذا دخلت'' جب آپ تنہا دربار میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے۔
امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:'' لا آتیہ الا وانا علی الا متناع قادر'' تم فکر مت کرو میں ان کے ہر حربہ سے بے خوف ہو کر ان سے مقاومت کی قدرت رکھتا ہوں۔اس گفتگو کے بعد امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چاہنے والوں اور گھر والوں کو اکھٹا کر کے روانہ ہو گئے۔دربار ولید کے دروازہ تک پہنچ کر اپنے اصحاب سے اس طرح گویا ہوئے:'' انی داخل،فان دعوتکم او سمعتم صوتہ قد علا فاقتحموا علیّ باجمعکم والا فلا تبرحوا حتی اُخرج الیکم''میں اندر جا رہا ہوں اگر میں بلاؤں یا اس کی آواز بلند ہو تو تم سب کے سب ٹوٹ پڑنا ورنہ یہیں پر ٹھہرے رہنا یہاں تک کہ میں خود آ جاؤں۔(۱(

روایت کے آخری ٹکڑے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقط امام علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کا ذکر کرنا اور عبدالرحمن بن ابو بکر اور عبداللہ بن عمر کا ذکر نہ آنا شاید اس لئے ہے کہ پہلا یعنی پسر ابو بکر تو واقعہ سے پہلے ہی مر چکا تھا اور دوسرا یعنی عبداللہ بن عمر مدینہ ہی میں نہیں تھا،جیسا کہ طبری نے واقدی سے روایت کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۳۴۳(
مقتل خوارزمی میں اعثم کوفی کے حوالے سے ص۱۸۱پر اور اسی طرح سبط بن جوزی نے ص۲۳۵پر اس قاصد کا نام جواُن دونوں کے پاس آیا تھا عمرو بن عثمان ذکر کیا ہے اور تاریخ ابن عساکر،ج۴،ص۳۲۷پر اس کا نام عبدالرحمن بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے۔
۱۔ شیخ مفید نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے،ص۲۰۰؛سبط بن جوزی،ص۲۳۶،خوارزمی،ص۱۸۳۔

امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس

اس کے بعد امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے۔اس کو سلام کیا اور وہاں پر مروان کو بیٹھا ہوا پایا جبکہ اس سے پہلے دونوں کے رابطہ میں دراڑ پڑ گئی تھی۔
امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی موت سے انجان بنتے ہوئے فرمایا : ''الصلۃ خیر من القطیعہ'' رابطہ برقرار رکھنا توڑنے سے بہتر ہے۔
خدا تم دونوں کے درمیان صلح وآشتی برقرار فرمائے۔ان دونوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔امام علیہ السلام آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ولید نے معاویہ کی خبر مرگ دیتے ہی فوراً اس خط کو پڑھ دیا اور آپ سے بیعت طلب کرنے لگا تو آپ نے فرمایا:'' انا للہ وانّا الیہ راجعون... امّا ما سألتنی من البیعۃ فان مثلی لا یعطی بیعتہ سرا'' تم نے جو بیعت کے سلسلے میں سوال کیا ہے تو میرے جیسا آدمی تو خاموشی سے بیعت نہیں کر سکتا'' ولا اُراک تجتزی بھا منی سرّاً دون ان تظھرھا علی رؤوس الناس علانےۃ'' ؟میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں میں اعلان عام کئے بغیر مجھ سے خاموشی سے بیعت لینا چاہو گے۔ولید نے کہا: ہاں یہ

Presented by Ziaraat.Com

صحیح ہے۔امام علیہ السلام نے فرمایا:" فاذا خرجت الی الناس فدعوتھم الی البیعۃ دعوتنا مع الناس فکان امراً واحداً"(۱) تو ٹھیک ہے جب باہر نکل کر لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو ہمیں بھی دعوت دینا تا کہ کام ایک بار ہو جائے۔امام علیہ السلام کے سلسلے میں ولید عافیت کو پسند کر رہا تھا لہذا کہنے لگا: ٹھیک ہے اللہ کا نام لے کر آپ چلے جایئے جب ہم لوگوں کو بلائیں گے تو آپ کو بھی دعوت دیں گے، لیکن مروان ولید سے فوراً بول پڑا:" واللہ لئن فارقک الساعۃ ولم یبایع؛لاقدرت منہ علی مثلھا أبداً، حتی تکثر القتلی بینکم وبینہ ! احبس الرجل ولا یخرج من عندک حتی یبایع أو تضرب عنقہ !"(۲)

۱۔خوارزمی نے اس مطلب کو دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے، ص ۱۸۳۔
۲۔خوارزمی نے اس مطلب کو ص ۱۸۴ پر ذکر کیا ہے۔

خدا کی قسم اگر یہ ابھی چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر ایسا موقع کبھی بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ دونوں گروہ کے درمیان زبردست جنگ ہو تم اسی وقت اس مرد کو قید کر لو اور بیعت کئے بغیر جانے نہ دو یا گردن اڑا دو، یہ سنتے ہی امام حسین علیہ السلام غضبناک ہو کر اٹھے اور فرمایا:" یابن الزرقاء(۱) انت تقتلنی ام ھو؟ کذبت واللہ واثمت" (۲) اے زن نیلگوں چشم کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے اور بڑے دھوکے میں ہے۔اس کے بعد امام علیہ السلام باہر نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان کو لیکر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔(۳)

۱۔یہ زرقاء بنت موہب ہے۔تاریخ کامل، ج۴، ص ۷۵ کے مطابق یہ عورت برے کاموں کی پرچمدار تھی۔یہ امام علیہ السلام کی طرف سے قذف اور تہمت نہیں ہے کہ اسے برے لقب سے یاد کرنا کہا جائے بلکہ قرآن مجید کی تاسی ہے قرآن ولید بن مغیرہ مخزومی کی شان میں کہتا ہے:" عتل بعد ذالک زنیم" زنیم کے معنی لغت میں غیر مشروع اولاد کے ہیں جس کو کوئی اپنے نسب میں شامل کر لے۔
۲۔مقتل خوارزمی، ص ۱۸۴ میں ان جملوں کا اضافہ ہے: "انا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکۃ ومھبط الرحمۃ، بنا فتح اللہ وبنا یختم، ویزید رجل فاسق، شارب الخمر، قاتل النفس، معلن بالفسق، فمثلی لا یبایع مثلہ، ولکن نصبح وتصبحون وننظر وتنظرون أینا أحق بالخلافۃ والبیعۃ" ہاں اے ولید! تو خوب جانتا ہے کہ ہم اہل بیت نبوت، معدن رسالت، ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور رحمت خدائی کے نزول و ھبوط کا مرکز ہیں، اللہ نے ہمارے ہی وسیلہ سے تمام چیزوں کا آغاز کیا اور ہمارے ہی ذریعہ انجام ہو گا، جبکہ یزید ایک فاسق، شراب خوار، لوگوں کا قاتل اور کھلم کھلا فسق انجام دینے والا ہے، پس میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا؛ لیکن صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ حقدار ہے۔جیسے ہی امام علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو جوانان بنی ہاشم برہنہ تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے؛ لیکن امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو روکا اور گھر کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔مثیر الاحزان میں ابن نما (متوفی ۶۴۵ھ) نے اور لھوف میں سید ابن طاؤس (متوفی ۶۱۳ھ) نے روایت کا تذکرہ کیا ہے۔
۳۔طبری نے اس روایت کو ہشام بن محمد کے حوالے سے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔خوارزمی نے ص ۱۸۴ پر خبر کا تتمہ بھی لکھا ہے کہ ولید سے مروان بولا: "عصیتنی لا واللہ لا یمکنک من مثلھا من نفسہ ابداً" تم نے میری مخالفت کی ہے تو خدا کی قسم تم اب کبھی بھی ان پر اس طرح قدرت نہیں پاؤ گے

Presented by Ziaraat.Com

۔ولید نے کہا:" ویح غیرک یامروان.."اے مروان! یہ سرزنش کسی اور کو کر تو نے تو میرے لئے ایسا راستہ چنا ہے کہ جس سے میرا دین برباد ہو جائے گا، خدا کی قسم اگر میرے پاس مال دنیا میں سے ہر وہ چیز ہو جس پر خورشید کی روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف حسین کا قتل ہو تو حسین کا قتل مجھے محبوب نہیں ہے۔(سبط بن جوزی، ص۲۲۶(

....

سبحان اللہ! کیا میں حسین کو فقط اس بات پر قتل کر دوں کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ میں بیعت نہیں کروں گا؟ خدا کی قسم میں گمان کرتا ہوں کہ جو قتل حسین کا مرتکب ہو گا وہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک خفیف المیزان ہو گا۔(ارشاد، ص۲۰۱ (

مروان نے اس سے کہا: اگر تمہاری رائے یہی ہے تو پھر تم نے جو کیا وہ پا لیا۔

ابن زبیر کا موقف

ابن زبیر نے یہ کہا: میں ابھی آتا ہوں لیکن اپنے گھر آکر چھپ گئے۔ولید نے قاصد کو دوبارہ اس کی طرف روانہ کیا۔اس نے ابن زبیر کو اپنے چاہنے والوں کی جھرمٹ میں پایا جہاں وہ پناہ گزیں تھا۔اس پر ولید نے مسلسل بلانے والوں کے ذریعہ آنے پر تاکید کی...آخر کار ابن زبیر نے کہا:" لا تعجلونی فانی آتیکم امھلونی" جلدی نہ کرو میں ابھی آرہا ہوں؛ مجھ کو تھوڑی سی مہلت دو۔اسکے بعد وہ دن اور رات کے پہلے پہر تک مدینہ میں رہا اور یہی کہتا رہا کہ میں ابھی آرہا ہوں؛ یہاں تک کہ ولید نے پھر اپنے گرگوں کو ابن زبیر کے پاس روانہ کیا۔وہ سب وہاں پہنچ کر اسے برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے: اے کاہلہ کے بیٹے! خدا کی قسم تو فوراً آجا ورنہ امیر تجھ کو قتل کر دے گا۔لوگوں نے زبردستی کی تو ابن زبیر نے کہا: خدا کی قسم ان مسلسل پیغام لانے والوں کی وجہ سے میں بے چین ہوں؛ پس تم لوگ جلدی نہ کرو میں ابھی امیر کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجتا ہوں جو ان کی رائے معلوم کر کے آئے،اس کے بعد فوراً اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔اس نے جاکر کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے، عبداللہ سے دست بردار ہو جایئے،لوگوں کو بھیج بھیج کر آپ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے،وہ انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔اب آپ اپنے پیغام رساں سے کہئے کہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے،اس پر ولید نے آدمی بھیج کر قاصد کو جانے سے روک دیا۔

ادھر ابن زبیر ۲۷ ؍رجب کو شب شنبہ امام حسین علیہ السلام کے نکلنے سے پہلے ہی راتوں رات مدینے سے نکل گئے اور سفر کے لئے نامعلوم راستہ اختیار کیا۔سفر کا ساتھی فقط انکا بھائی جعفر تھا اور کوئی تیسرا نہیں تھا۔ان دونوں بھائیوں نے پکڑے جانے کے خوف سے عام راستے پر چلنے سے گریز کیا اور ناہموار راستے سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔(تذکرۃ الخواص،ابن جوزی، ص۲۳۶ (

جب صبح ہوئی تو ولید نے اپنے آدمیوں کو پھر بھیجا لیکن ابن زبیر نکل چکے تھے۔اس پر مروان نے کہا: خدا کی قسم وہ مکہ روانہ ہوا ہے اس پر ولید نے فوراً لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا؛اس کے بعد بنی امیہ کے ۸۰ ؍گھوڑسواروں کو ابن زبیر کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن وہ سب کے سب خالی ہاتھ لوٹے۔

ادھر عبداللہ بن زبیر اپنے بھائی کے ہمراہ مشغول سفر ہیں۔چلتے چلتے جعفر بن زبیر نے" صبرۃ الحنظلی" کے شعر سے تمثیل کی:

وکل بنی اُم سیمسون لیلۃ

ولم یبق من اُعقابھم غیر واحد

Presented by Ziaraat.Com

اس پر عبداللہ نے کہا: سبحان اللہ! بھائی اس شعر سے کیا کہنا چاہتے ہو؟ جعفر نے جواب دیا: بھائی! میں نے کوئی ایسا

امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں

دوسرے دن سب کے سب عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں لگ گئے اور امام حسین علیہ السلام کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ شام کے وقت ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۸ رجب سنیچر کا دن تھا۔ امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: صبح ہونے دو تم لوگ بھی کچھ سوچ لو اور میں بھی سوچتا ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اس شب یعنی شب ۲۹ رجب امام حسین علیہ السلام سے دست بردار ہو گئے اور اصرار نہیں کیا ۔(۱)

ابو سعید مقبری کا بیان ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد میں وارد ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ دو لوگوں پر تکیہ کئے ہوئے چل رہے تھے، کبھی ایک شخص پر تکیہ کرتے تھے اور کبھی دوسرے پر؛ اسی حال میں یزید بن مفرغ حمیری کے شعر کو پڑھ رہے تھے:

لا ذعرت السوام فی فلق الصبح

مغیراً، ولا دعیت یزیداً

یوم أعطی من المھابہ ضیماً

والمنایا یرصدننی أن أحیدا(۲(

ارادہ نہیں کیا ہے جو آپ کے لئے رنجش خاطر کا باعث ہو۔ اس پر عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جس کا تم نے ارادہ نہ کیا ہو۔

اس طرح ابن زبیر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔ اس وقت مکہ کا حاکم عمرو بن سعید تھا۔ جب ابن زبیر وارد مکہ ہوئے تو عمرو بن سعید سے کہا: میں نے آپ کے پاس پناہ لی ہے لیکن ابن زبیر نے کبھی ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور نہ ہی کوئی افاضہ کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک کنارے رہنے لگے اور نماز بھی تنہا پڑھنے لگے اور افاضہ بھی تنہا ہی رہا۔(طبری، ج۵، ص۳۴۳) اس واقعہ کو ہشام بن محمد نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص۲۰۱، اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص، ص۲۳۶ پر بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں یہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام آئندہ شب میں اپنے بچوں، جوانوں اور گھر والوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل گئے اور ابن زبیر سے دور ہی رہے اور سبط ابن جوزی ص ۲۴۵ پر ہشام اور محمد بن اسحاق سے روایت نقل کرتے ہیں کہ دوشنبہ کے دن ۲۸ رجب کو امام علیہ السلام نکلے اور خوارزمی نے ص ۱۸۶ پر لکھا ہے کہ آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص۳۳۸، ۳۴۱، ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے روایت نقل کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔(ارشاد، ص۲۰۱(

۲۔ خوارزمی، ص۱۸۶

میں سپیدہ سحری میں حشرات الارض سے نہیں ڈرتا نہ ہی متغیر ہوتا ہوں اور نہ ہی اپنی مدد کے لئے یزید کو پکاروں گا۔ سختیوں کے دنوں میں خوف نہیں کھاتا جبکہ موت میری کمین میں ہے کہ مجھے شکار کرے۔

Presented by Ziaraat.Com

راوی کہتا ہے کہ میں نے جب یہ اشعار سنے تو اپنے دل میں کہا: خدا کی قسم ان اشعار کے پیچھے کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے۔ ابھی دو دن نہ گذرے تھے کہ خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ کا سفر اختیار کر کیا ہے۔(۱(

محمد بن حنفیہ کا موقف(۲ (

محمد حنفیہ کو جب اس سفر کی اطلاع ملی تو اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا بھائی جان ! آپ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عزیز ہیں میں اپنی نصیحت اور خیر خواہی کا ذخیرہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے تک پہنچانا بہتر نہیں سمجھتا. آپ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کیجئے اور کسی دور دراز علاقہ میں جاکر پناہ گزین ہو جایئے پھر اپنے نمائندوں کو لوگوں کے پاس بھیج کر اپنی طرف دعوت دیجئے. اب اگر ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو اس پر آپ خدا کی حمد و ثنا کیجئے اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کی بیعت کر لیتے ہیں تو اس سے نہ آپ کے دین میں کمی آئے گی نہ عقل میں،اس سے نہ آپ کی مروت میں کوئی کمی آئے گی اور نہ فضل و بخشش میں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ ان شہروں میں سے کسی ایک شہر میں چلے جائیں اور کچھ لوگ وہاں آکر آپ سے ملیں پھر آپس میں اختلاف کرنے لگیں۔کچھ گروہ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور کچھ آپ کے مخالف۔اس طرح جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھے اور آپ سب سے پہلے نیزوں کی باڑھ پر آجائیں۔اس صورت میں وہ ذات جو ذاتی طور پر اور اپنے آباء واجداد کی طرف سے اس امت کی باوقار ترین فرد ہے اس کا خون ضائع ہوگا اور ان کے اہل بیت ذلیل ہوں گے۔امام علیہ السلام نے جواب دیا: بھائی میں جا رہا ہوں !

۱۔ طبری، ج۵، ص ۳۴۲،ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق نے ابو سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے، جن کا زندگی نامہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۷

۲۔ محمد حنفیہ کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس ہیں جو قبیلہ ٔبنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتی ہیں۔(طبری،ج،۵، ص ۱۵۴(

محمد حنفیہ نے کہا: اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو مکہ میں قیام کیجئے گا۔ اگر وہ جگہ آپ کے لئے جائے امن ہو تو کیا بہتر اور اگر امن و سلامتی کو وہاں پر بھی خطرہ لاحق ہو تو ریگستانوں، پہاڑوں اور درّہ کوہ میں پناہ لیجئے گا اور ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے رہیے گا تا کہ روشن ہو جائے کہ لوگ کس طرف ہیں۔ایسی

آپ جنگ جمل میں اپنے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔امام علی السلام نے آپ کے ہاتھوں میں علم دیا تھا(طبری، ج۵، ص ۴۴۵) آپ نے وہاں بہت دلیری کے ساتھ جنگ لڑی اور قبیلۂ ''ازد'' کے ایک شخص کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جو لوگوں کو جنگ پر اکسا رہا تھا۔(طبری، ج۴، ص ۴۱۲) آپ جنگ صفین میں بھی موجود تھے اور وہاں عبید اللہ بن عمر نے ان کو مبارزہ کے لئے طلب کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے شفقت میں روکا کہ کہیں قتل نہ ہو جائیں۔(طبری، ج۵، ص ۱۳) امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عراق جا رہے تھے تو آپ مدینہ میں مقیم تھے۔(طبری، ج۵، ص ۳۹۴) مختار آپ ہی کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہوئے کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔(طبری، ج۵، ص ۵۶۱) ابن حنفیہ کو اس کی خبر دی گئی اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ خدائے متعال اپنے جس بندے کے ذریعہ چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔جب مختار کو ابن حنفیہ کے اس جملہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام مہدی کا لقب دیدیا۔(طبری، ج۶، ص ۱۴) مختار ایک خط لیکر ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس

Presented by Ziaraat.Com

گئے جو ابن حنفیہ سے منسوب تھا۔(طبری، ج۶، ص۴۶) اس کا تذکرہ ابن حنفیہ کے پاس کیا گیا تو انھوں نے کہا: وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمارا چاہنے والا ہے اور قاتلین حسین علیہ السلام تخت حکومت پر بیٹھ کر حکم نافذ کر رہے ہیں۔ مختار نے یہ سنا تو عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان دونوں کا سر ابن حنفیہ کے پاس روانہ کر دیا۔(طبری، ج۶، ص۶۲) مختار نے ایک فوج بھیج کر ابن حنفیہ کو برانگیختہ کرنا چاہا کہ وہ ابن زبیر سے مقابلہ کریں لیکن محمد حنفیہ نے روک دیا اور خون بہانے سے منع کر دیا۔(طبری، ج۶، ص۷۴) جب یہ خبر ابن زبیر کو ملی تو اس نے ابن حنفیہ اور ان کے ۱۷ رشتہ داروں کو کچھ کوفیوں کے ہمراہ زمزم کے پاس قید کر دیا اور یہ دھمکی دی کہ بیعت کریں ورنہ سب کو جلا دیں گے۔اس حالت کو دیکھ کر محمد حنفیہ نے کوفہ کے تین آدمیوں کو مختار کے پاس روانہ کیا اور نجات کی درخواست کی۔ خبر ملتے ہی مختار نے چار ہزار کا لشکر جو مال و اسباب سے لیث تھا فوراً روانہ کیا۔ وہ لوگ پہنچتے ہی مکہ میں داخل ہوئے اور مسجد الحرام میں پہنچ کر فوراًان لوگوں کو قید سے آزاد کیا۔ آزاد کرنے کے بعد ان لوگوں نے محمد حنفیہ سے ابن زبیر کے مقابلہ میں جنگ کی اجازت مانگی تو محمد حنفیہ نے روک دیا اور اموال کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔(طبری، ج۶، ص۷۶) آپ شیعوں کو زیادہ روی سے روکا کرتے تھے۔(طبری، ج۶، ص۱۰۶) ۶۸ھ میں حج کے موقع پر آپ کے پاس ایک مستقل پرچم تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے: میں ایسا شخص ہوں جو خود کو ابن زبیر سے دور رکھتا ہوں اور جو میرے ساتھ ہے اس کو بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سلسلے میں دو لوگ بھی اختلاف کریں۔(طبری ،ج۶، ص۱۳۸) آپ جحاف کے سال تک زندہ رہے اور ۶۵ سال کی عمر میں طائف میں اس دنیا سے جاں بحق ہو گئے۔ابن عباس نے آپ کی نماز پڑھائی ۔(طبری، ج۵، ص۱۵۴(

صورت میں آپ حالات کو اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر سکیں گے۔ میرے نزدیک آپ کے لئے بہترین راستہ یہی ہے۔اس صورت میں تمام امور آپ کا استقبال کریں گے اور اگر آپ نے اس سے منھ موڑا تو تمام امور آپ کے لئے مشکل سے مشکل تر ہو جائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھائی جان! آپ نے خیر خواہی کی ہے اور شفقت فرمائی ہے،امید ہے کہ آپ کی رائے محکم اور استوار ہو۔(۱ (

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام نے ولید سے کہا ٹھہر جاؤ تا کہ تم بھی غور کر لو اور ہم بھی غور کر لیں، تم بھی دیکھ لو اور ہم بھی دیکھ لیں، ادھر وہ لوگ عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں امام حسین علیہ السلام کو بالکل بھول گئے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔اسی شام ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۷ رجب شنبہ کا دن تھا۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھ لینا اور ہم بھی دیکھ لیں گے،اس پر وہ لوگ اس شب جو شب یکشنبہ یعنی شب ۲۸ رجب تھی رک گئے اور کسی نے اصرار بھی نہیں کیا۔اسی رات امام حسینؑ مدینہ سے خارج ہوئے جب کہ رجب کے فقط دو دن باقی تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند اور بھائی و بھتیجے موجود تھے بلکہ اہل بیت کے اکثر افراد موجود تھے،البتہ محمد حنفیہ اس کاروان کے ہمراہ نہیں تھے۔(۲ (

۱۔ طبری، ج۵، ص۳۴۱،ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے یہ روایت کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔(ارشاد، ص۲۰۲،خوارزمی، ص۱۸۸،اور خوارزمی نے اعثم کوفی کے حوالے سے امام علیہ السلام کی وصیت ''امّا بعد فانّی لم اخرج...'' کا اضافہ کیا ہے۔اور وصیت میں ''سیرۃ خلفاء الراشدین'' کا اضافہ کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ طبری، ج۵، ص ۲۴۰، ۲۴۱ و۳۸۱ پر بھی کوچ کرنے کی تاریخ یہی بیان کرتے ہیں جسے ابومخنف نے صقعب بن زہیر کے حوالے سے اور انھوں نے عون بن ابی جحیفہ کے توسط سے نقل کیا ہے۔" ارشاد" ، ص ۲۰۹ پر شیخ مفید اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۶ پر سبط بن جوزی بیان کرتے ہیں: آئندہ شب امام حسین علیہ السلام اپنے جوانوں اور اہل بیت کے ہمراہ مدینہ سے سفر اختیار کیا درحالیکہ لوگ ابن زبیر کی وجہ سے آپ سے دست بردار ہوگئے تھے، پھر ص ۲۴۵ پر محمد بن اسحاق اور ہشام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے یکشنبہ کو جبکہ رجب کے تمام ہونے میں دو دن بچے تھے مدینے سے سفر اختیار کیا، البتہ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۸۹ پر لکھا ہے کہ رجب کے تین دن باقی تھے۔

مدینہ سے سفر اختیار کرتے وقت امام حسین علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے: "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفاً يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" (۱) اور جب مکہ پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی "وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ" (۲)

۱۔ قصص، آیت ۲۱

۲۔ قصص، آیت ۲۲، طبری ج ۵، ص ۳۴۳ پر ہشام بن محمد ابومخنف سے نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر کا موقف: (۱) پھر ولید نے ایک شخص کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا تو آنے والے نے ابن عمر سے کہا: یزید کی بیعت کرو! عبداللہ بن عمر نے کہا: جب سب بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلوں گا۔ (۲) اس پر ایک شخص نے کہا: بیعت کرنے سے تم کو کونسی چیز روک رہی ہے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اختلاف کریں اور آپس میں لڑ بھڑ کر فنا ہوجائیں اور جب کوئی نہ بچے تو لوگ یہ کہیں کہ اب تو عبداللہ بن عمر کے علاوہ کوئی بچا نہیں ہے لہٰذا اسی کی بیعت کرلو، عبداللہ بن عمر نے جواب دیا: میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ قتل ہوں، اختلاف کریں اور فنا ہوجائیں لیکن جب سب بیعت کرلیں گے اور میرے علاوہ کوئی نہیں بچے گا تو میں بھی بیعت کرلوں گا اس پر ان لوگوں نے ابن عمر کو چھوڑ دیا کیونکہ کسی کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

۱) (طبری، ج۵، ص ۳۴۲ میں یہ لفظ موجود ہے کہ ہشام بن محمد ابومخنف سے نقل کرتے ہیں...، پھر طبری کہتے ہیں کہ واقدی (متوفی ۲۰۷) کا گمان ہے کہ جب قاصد، معاویہ کی موت کی خبر لے کر ولید کے پاس آیا تھا اس وقت ابن عمر مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے اور یہی مطلب سبط بن جوزی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھا ہے۔ ہاں ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کو بیعت یزید کے لئے بلایا تو یہ دونوں اسی رات مکہ کو روانہ ہوگئے؛ ان دونوں سے ابن عباس اور ابن عمر کی ملاقات ہوئی، جو مکہ سے آرہے تھے تو ان دونوں نے ان دونوں سے پوچھا: آپ کے پیچھے کیا ہے؟ تو ان دونوں نے

Presented by Ziaraat.Com

کہا: معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت،اس پر ابن عمر نے کہا: آپ دونوں تقوائے الٰہی اختیار کیجئے اور مسلمین کی جماعت کو متفرق نہ کیجئے! اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا اور وہیں چند دنوں اقامت کی یہاں تک کہ مختلف شہروں سے بیعت آنے لگی تو وہ اور ابن عباس نے پیش قدمی کی اور دونوں نے یزید کی بیعت کرلی"۔

۲) جیسا کہ معاویہ نے اپنی وصیت میں اور مروان نے ولید کو مشورہ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہی ہوا۔

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

عبداللہ بن مطیع عدوی

امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود

کوفیوں کے خطوط

امام حسین علیہ السلام کا جواب

حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر

راستے سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط

مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب

Presented by Ziaraat.Com

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

امام حسین علیہ السلام مکہ کے راستے میں: عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے باہم نکلے اور اصلی راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں کسی نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اگر ہم بھی ابن زبیر کی طرح کسی نامعلوم راستے سے نکل جائیں تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ہم کو پکڑ نہیں پائیں؟

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ''لا واللہ لا أفارقہ حتی یقضی اللہ ما احب الیہ'' (۱) نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا میں سیدھے راستے کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خدا میرے حق میں وہ فیصلہ کرے جو اس کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

عبد اللہ بن مطیع عدوی(۲ (

اسی وقت عبد اللہ بن مطیع حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور امامؑ

۱۔ طبری ج۵، ص ۳۵۱، طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث ہشام بن محمد سے اور انھوں نے ابی مخنف سے نقل کی ہے، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے اور عبد الرحمن بن جندب کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمعان نے بیان کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا غلام تھا۔ اس کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۲۔ عبد اللہ بن مطیع قرشی کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تو یہ قریش کے ہمراہ تھا)طبری، ج۵، ص ۴۸۱) پھر یہ ابن زبیر سے مکہ میں ملحق ہو گیا اور اس کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی پھر ابن زبیر ہی کی جانب سے والی کوفہ مقرر ہوا ۔ طبری، ج۵، ص ۶۲۲، تاریخ یعقوبی ج۳، ص ۳و۵، تاریخ مسعودی ج۳، ص ۸۳، مقتل خوارزمی ج۲، ص ۲۰۲، یہ پورا واقعہ محمد بن اسحاق سے منقول ہے۔ کوفہ میں مختار سے اس کا جھگڑا ہو گیا تو مختار نے اسے کوفہ سے نکال دیا۔ طبری، ج۵، ص ۳۱، عنقریب طبری کی یہ روایت بھی نظر سے گذرے گی کہ ہشام، ابو مخنف سے اور وہ محمد بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دوسری مرتبہ بھی ابن مطیع نے امام علیہ السلام سے مقام ''حاجر'' کے بعد اور مقام ''زرود'' سے قبل پانی کے کسی چشمہ پر ملاقات کی ہے۔ طبری، ج۵، ص ۳۹۵۔

سے کہنے لگا: میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: ابھی تو میں مکہ جانا چاہتا ہوں بعد میں اللہ جدھر چاہے گا اس کی مرضی کے مطابق اسی طرف چلا جاؤں گا۔

عبد اللہ بن مطیع نے کہا: خداوند عالم آپ پر رحمت نازل کرے اور ہمیں آپ پر قربان کرے! آپ اگر مکہ جا رہے ہیں تو دیکھئے کوفہ سے کبھی نزدیک نہ ہوئیے گا؛ یہ بڑی بری جگہ ہے، اسی جگہ آپ کے بابا کو قتل کیا گیا، یہیں آپ کے بھائی کو زخمی کیا گیا اور ظلم وستم کے مقابلہ میں وہ تنہا پڑ گئے اور دھوکہ سے ان کی جان لے لی گئی۔ آپ حرم ہی میں رہیے؛ کیونکہ آپ سید و سردار عرب ہیں۔ خدا کی قسم اہل حجاز میں کوئی بھی آپ کا ہم نظیر نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں رہ گئے تو لوگ ہر چہار جانب سے آپ کی طرف آئیں گے لہٰذا آپ حرم نہ چھوڑیئے۔ میرے چچا، ماموں اور میرا سارا خاندان آپ پر قربان ہو جائے اے میرے مولا! اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو ہم سب کے سب غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے جائیں گے۔(۱(

Presented by Ziaraat.Com

امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود

اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے امام علیہ السلام ۳ شعبان (۲) شب جمعہ کو وارد مکہ ہوئے۔ (۳) اس کے بعد آپ نے شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذی قعدہ اور ۸ ذی الحجہ تک مکہ میں قیام فرمایا۔ (۴) مکہ پہنچتے ہی ہر چہار جانب سے لوگوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عالم اسلام سے جتنے عمرہ کرنے والے آتے تھے موقع ملتے ہی آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تھے۔

۱۔ ص ۲۴۳ پر سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ راوی ہشام اور محمد بن اسحاق ہیں۔ خوارزمی نے ص ۱۸۹ پر اعثم کوفی سے روایت کی ہے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس روایت کو ہم سے صقعب بن زہیر نے اور ان سے عون بن ابی جحیفہ نے نقل کیا ہے۔ گذشتہ سطروں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام علیہ السلام ۲۸ رجب کو مدینہ سے نکلے، اس بنا پر ۳ شعبان کو مکہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ فقط پانچ دنوں میں یہ مسافت طے ہوئی ہے اور مکہ سے مدینہ کی مسافت ۵۰۰ کیلو میٹر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے روزانہ ۱۰۰ کلیو میٹر کی مسافت کو طے کیا اور یہ عام کارواں کی سفری مسافت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور سے قافلوں کی ایک روزہ مسافت ۸ فرسخ ہوا کرتی تھی جبکہ امام علیہ السلام کی ایک دن کی مسافت تقریباً ۱۸ فرسخ ہوتی ہے، اسکا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے اگرچہ راستہ کو تبدیل نہیں فرمایا کیونکہ اس میں خوف فرار تھا اور امام علیہ السلام کی توہین تھی لیکن آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کہ جس کے ہمراہ مقصد عجین تھا راستہ کو جلدی جلدی طے کیا۔

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۱، عقبہ بن سمعان کی خبر۔

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۱، عون بن جحیفہ کی خبر، سبط بن جوزی نے ہشام سے بھی روایت نقل کی ہے۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۴۵۔

ابن زبیر جو خوف وہراس کی وجہ سے کعبہ کے اندر محصور تھے اور ان کا کام فقط نماز و طواف رہ گیا تھا۔ وہ بھی آنے والوں کے ہمراہ امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ کبھی تو وہ روزانہ آتے بلکہ ایک دن میں دو بار آتے تھے اور کبھی کبھی دو دنوں میں ایک بار حاضر ہوتے تھے... ۔ اس ملاقات میں وہ ہمیشہ امام علیہ السلام سے رائے اور مشورہ کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مکہ میں امام علیہ السلام کا وجود ابن زبیر کے لئے سب سے زیادہ گراں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے رہتے ہوئے کوئی بھی ان کی بیعت اور پیروی نہیں کرے گا، اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام لوگوں کی نگاہوں میں صاحب شان و شوکت تھے۔ آپ کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر تھی اور لوگ آپ کے فرمانبردار تھے۔ (۱ (

کوفیوں کے خطوط (۲(

جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ لوگ عراقیوں کو یزید کے خلاف شعلہ ور کرنے لگے اور کہنے لگے: اے لوگو! حسین علیہ السلام اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور یہ لوگ مکہ پہنچ چکے ہیں۔ (۳) محمد بن بشیر اسدی ہمدانی (۴) کا بیان ہے کہ ہم لوگ سلیمان بن صرد خزاعی (۵) کے گھر جمع ہوئے۔ سلیمان تقریر کے لئے اٹھے اور بولے: معاویہ ہلاک ہو چکا ہے اور حسین علیہ السلام نے

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۱، یہ عقبہ بن سمعان کی روایت ہے۔ ارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۲۔

۲۔ کوفہ میں ۳۰ ہزار افراد تھے جو جنگ قادسیہ میں موجود تھے، (طبری، ج ۴، ص ۷۵) ۱۸ھ میں عمر نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا قاضی

Presented by Ziaraat.Com

بنایا۔(طبری، ج۴، ص۱۰۱) ۲۰ھ میں عمرنے سعد بن ابی وقاص کو لوگوں کی شکایت کی بنیاد پر کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ان لوگوں کا کہنا تھا کہ سعد کو اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں آتی، پھر عمر نے نجران کے یہودی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔(ج۴، ص۱۱۲) ۲۱ھ میں عمار یاسر کو کوفہ کا گورنر، ابن مسعود کو بیت المال کا حاکم اور عثمان بن حنیف کو زمین کی مساحت اور ٹیکس کا عہدیدار بنایا۔اہل کوفہ نے عمار کی شکایت کی تو عمار نے استعفیٰ دے دیا ۔(ج۴، ص۱۴۴)عمار کے بعد عمر نے ابو موسی اشعری کو کوفہ کا امیر بنادیا۔ایک سال تک وہ وہاں قیام پذیر رہالیکن کوفیوں نے اس کی بھی شکایت کی تو اس کو بھی عزل کر کے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا حاکم بنادیا گیا۔کوفہ میں ایک لاکھ جنگجو موجود تھے(طبری، ج۴، ص۱۶۵)اور اس وقت وہاں پر چالیس ہزار جنگجو تھے جن میں سے ہر سال ۱۰ ہزار سپاہی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چار سال پر ایک سپاہی کو سرحدی

....

علاقوں میں جنگ پر جانا ہوتا تھا۔(طبری، ج۴، ص۶۴۶) ۳۷ھ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا رئیس اپنے قبیلے کے جنگجو افراد اور ان کے فرزند جو قتال میں شرکت کر چکے ہیں، نیز اپنے قبیلے کے غلاموں کا نام لکھ کر امام علیہ السلام تک پہونچائے۔انہوں نے نام لکھ کر دیا تو ان میں چالیس ہزار جنگجو ۱۷ ہزار وہ افراد جو جنگجوؤں کے فرزند تھے، نیز ۸ ہزار موالی اور غلام تھے۔اس طرح کل ۶۵ ہزار جنگجو ہوئے (طبری، ج۵، ص۷۹) ان میں سے آٹھ سو مدینہ کے رہنے والے تھے(طبری، ج۴، ص۸۵) سعد نے ان افراد کو سات سات قبیلوں کے گروہ میں تقسیم کر دیا،اس طرح کنانہ اور ان کے ہم پیمان جو احابیش سے متعلق تھے اور" جدیلہ "کا گروہ سات قبیلوں پر مشتمل ہو گیا۔" قضاعہ" ،" بجیلہ"،" خثعم" ،" کندہ،" "حضرموت" اور" ازد" بھی ساتھ ہو گئے۔" مذحج" ، حمیر" ،"ہمدان" اور ان کے ہم پیمان بھی سات کے ایک گروہ میں چلے گئے۔" تمیم" ،" ہوازن"اور" رباب" سات کی ایک ٹکڑی میں منتقل ہو گئے۔"اسد"،" غطفان" ،" محارب" ،" نمر"،" ضبیعہ"،اور"تغلب" سات ایک گروہ میں آگئے اسی طرح "اہل حجر" اور "حمراء"اور "دیلم" بھی سات کی ایک ٹکڑی میں پہنچ گئے۔یہ سلسلہ عمر، عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے تک برقرار رہا لیکن زیاد نے آکر ان کو چار چار میں تقسیم کر دیا(طبری، ج۴، ص۴۸) اس طرح عمر بن حریث مدینہ کے چار گروہ کا سربراہ قرار پایا خالد بن عرفطہ، تمیم اور ہمدان کے چار گروہ کا حاکم بنا، قیس بن ولید بن عبدالشمس ،ربیعہ اور کندہ پر حاکم ہوا اور ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری، مذحج اور اسد پر حاکم ہوا۔یہ سب کے سب حجر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کے گواہ ہیں۔(طبری، ج۵، ص۲۶۸(

۳۔طبری، ج۵، ص۳۵۱، یہ بھی عقبہ کی خبر ہے۔

۴۔طبری، ج۵، ص ۳۵۲،ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشیر ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۵۔کشیؒ نے اپنے رجال کے ص۶۹، حدیث ۱۲۴پر فضل بن شاذان کے حوالے سے اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے کہ آپ کا شمار تابعین کی ایک بزرگ اور زاہد شخصیت میں ہوتا ہے۔شیخ طوسیؒ نے رجال کے ص۴۳پر آپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔آپ کی شخصیت کا منفی رخ یہ ہے کہ جنگ جمل سے منہ موڑ لیا اور بے جا عذر پیش کیا۔اس تخلف اور عذر کو نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب کے ص۶ پر ذکر کیا ہے۔سلیمان بن صرد کی یہ حالت دیکھ کر امیر المومنینؑ نے فرمایا: جب کہ میں تم پر سب سے زیادہ اعتماد رکھتا تھا اور یہ امید رکھتا تھا کہ سب سے پہلے تم میری مدد کے لئے آگے بڑھو گے لیکن تم ہی شک و تردید میں مبتلا ہو کر جنگ کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے ؟اس پر سلیمان بن صرد نے جواب دیا: میرے مولا آپ لطف و محبت میں اسی طرح پیش گام رہیں اور اسی طرح میری خیر خواہی اور محبت کو خالص سمجھیں !ابھی بہت مراحل باقی ہیں جہاں

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے دوست آپ کے دشمنوں کے سامنے پہچان لئے جائیں گے۔اس پر حضرت نے کوئی جواب نہیں دیالیکن جنگ صفین میں میمنہ کی سربراہی ان کے سپرد کر دی۔(صفین، ص۲۰۵) سلیمان نے حوشب سید الیمن شامی سے مبارزہ کیااور اسے قتل کر دیا۔اس وقت سلیمان اس شعر کو پڑھ رہے تھے:امسی علي عندنا محبباً۔نفدیہ بالام ولا نبغی اباً(صفین، ص۴۰۱) جنگ صفین میں کسی نے ان کے چہرے پر تلوار سے زخم لگایا تھا(صفین، ص۵۱۹)ابو مخنف نے ان کو صحابہ اور بزرگان شیعہ میں شمار کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص۵۵۲) ۶۴ھ میں توابین کے قائد یہی سلیمان بن صرد تھے۔(طبری، ج۵، ص۵۵۵)ان کا عذر یہ تھا کہ ہم لوگ خود کو آمادہ کر رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے کہ اسی دوران حسین علیہ السلام شہید کر دے ئے گئے۔(طبری، ج۵، ص۵۵۴(

یزید کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔وہ مکہ کی طرف آچکے ہیں۔تم ان کے اور ان کے بابا کے پیرو ہو۔اب اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم لوگ ان کے مددگار اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہو تو ان کو فوراً خط لکھو لیکن اگر تم کو خوف وہراس یا سستی ہے تو دیکھو اس پیکر حق وعدالت کو نصرت ومدد کا وعدہ دے کر دھوکہ نہ دو! اس پر وہ سب کے سب بول پڑے: ''نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کی راہ میں اپنی جان نچھاور کر دیں گے''اس پر سلیمان نے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو بس فوراً خط لکھ کر انہیں بلاؤ۔(۱) اس پر ان لوگوں نے فوراً خط لکھا:

''بسم اللہ الرّحمن الرّحیم، للحسین بن علی علیہ السلام، من سلیمان بن صرد، والمسیب بن نجبۃ(۲)ورفاعہ بن شداد(۳) وحبیب بن مظاہر(۴)وشیعتہ من المؤمنین والمسلمین من اہل الکوفۃ سلام علیک، فانا نحمد الیک اللہ الذی لاالہ الا ہو،امّابعد: فالحمد للہ الذی قصم عدوّک الجبّار العنید،الذی انتزی علی ھٰذہ الأمۃ فابتزّھا، وغصبھا فےءھا، وتأمّر علیھا بغیر رضیً منھا ثم قتل خیارھا، واستبقی شرارھا، وجعل مال اللّٰہ دولۃ بین جبابرتھا واغنیاءھا،فبعداً لہ کما بعدت ثمود۔

انہ لیس علینا امام؛لعل اللہ أن یجمعنا بک علی الحق والنعمان بن بشیر فی(قصرالامارۃ) لسنا نجتمع معہ فی جمعۃ ولا نخرج معہ الی عید، ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا أخرجناہ حتی نلحقہ بالشام،ان شاء اللہ،والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''(۵(

۱۔خوارزمی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے،ملاحظہ ہو ص۱۹۷

۲۔کشی نے اپنے رجال کے ص۶۹، حدیث ۱۲۴میں اس عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے: آپ کا شمار تابعین کے بزرگ سربراہ اور زاہدوں میں ہوتا ہے۔شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو اصحاب امیر المومنین ؑمیں ذکر کیا ہے۔ص۵۸، رقم۸،اور ص۷۰،رقم۴،میں ان کو اصحاب امام حسن ؑمیں ذکر کیا ہے۔وہاں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ذات ہے جس نے امیر المومنین ؑکی مدد کے لئے جلد از جلد خود کو کوفہ سے بصرہ پہنچایا، جیسا کہ طبری نے جلد ۴، ص۴۸۰پر لکھا ہے۔آپ کی فداکاری کا دوسرا رخ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو قتل وغارت سے روکنے اور اس سے مقاومت کے لئے حضرت نے ان کو خود ان کی قوم کے جوانوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم: سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنین ومسلمین کی جانب سے حسین ؑبن علی ؑکے نام۔آپ پر سلام ہو!ہم آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد وستائش کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔امابعد: حمد اس خدا کی جس نے آپ کے بدترین اور کینہ توز دشمن کو درہم وبرہم کر دیا،وہ دشمن جس نے خدا کی ذرہ برابر پرواہ کئے بغیر اس امت پر حملہ

Presented by Ziaraat.Com

کے ہمراہ روانہ کیا۔(طبری، ج۵، ص۱۳۵)وہ سلیمان بن صرد کی وفات کے بعد توابین کے دوسرے قائد تھے ۶۵ھ میں توابین کے ہمراہ جنگ میں ان کو قتل کردیا گیا۔(طبری، ج۵، ص۵۹۹) ۔

۳۔ کشی نے اپنے رجال کے ص۶۵، حدیث ۱۱۸ میں لکھاہے: ان کا شمار ان صالحین میں ہوتا ہے جنھوں نے ابوذر کو دفن کیا ہے۔ شیخؒ نے اپنے رجال کے ص۱۴ پر انہیں اصحاب امیر المومنینؑ اور ص۶۸ پر اصحاب امام حسن علیہ السلام میں ذکر کیا ہے، البتہ وہاں ''البجلی'' کا اضافہ ہے۔ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ یا بحلہ کی سربراہی آپ کے ہاتھوں میں تھی۔(صفین، ص۲۰۵) حجر بن عدی اور عمرو بن حمق کے ساتھیوں کے ہمراہ انہوں نے اموی ظلم و ستم کے خلاف اپنے مبارزہ کو جاری رکھا اور ان دونوں بزرگوار کی شہادت کے بعد زیاد بن ابیہ کے ہاتھوں سے نکل بھاگے۔(طبری، ج۵، ص۲۶۵)آپ وہ دوسری شخصیت ہیں جنھوں نے توابین کے لئے تقریر کی(طبری، ج۵، ص۵۵۳) توابین کی فوجی تنظیم کی ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی۔(طبری، ج ۵، ص۵۸۷) توابین کے آخری امیر آپ ہی تھے۔(طبری، ج۵، ص۵۹۶) آپ میمنہ والوں کے درمیان تقریر کرکے جنگ کے لئے ان کے حوصلوں کو بلند کیا کرتے تھے(طبری، ج۵، ص۵۹۸) آپ مسلسل اسی طرح مصروف جنگ رہے(طبری، ج۵، ص۶۰۱) لیکن رات کے وقت لوٹ کر کوفہ آگئے(طبری، ج۵، ص۶۰۵) پھر مختار نے ان کو پیغام بھیج کر بلوایا(طبری، ج۶، ص۸)اور اپنے لئے بیعت لی لیکن انہوں نے اہل یمن کے ہمراہ کوفہ میں مختار کے خلاف خروج کیا اور انہی کے ہمراہ نماز پڑھنے لگے۔(طبری، ج۶، ص۴۷) پھر جب انھوں نے سنا کہ ہمدان کا ایک شخص مختار کے نعرہ ''یالثارات الحسین علیہ السلام'' کے جواب میں ''یالثارات عثمان'' کا نعرہ لگا رہا ہے تو رفاعہ نے کہا: ہم کو عثمان سے کیا مطلب، ہم ان لوگوں کے ہمراہ نہیں لڑیں گے جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں ے،ہ کہہ کر ان لوگوں سے جدا ہوگئے اور یہ شعر پڑھنے لگے: ''انا ابن شدّاد علی دین علی لست لعثمان بن اروی بولی'' میں شدّاد کا فرزند علی کے دین پر ہوں عثمان بن اروی میرا سرپرست نہیں ہے۔

آپ مقام ''سبحۃ'' پر'' مھبذان'' کے حمام کے پاس عبادت کی حالت میں قتل کئے گئے۔(طبری، ج۶، ص۴۰۰(

۴۔ آپ امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کے سردار تھے۔(طبری، ج۵، ص۴۲۲)اموی لشکر کے ایک حصّے کا سربراہ حصین بن تمیم آپ کو قتل کرکے بہت بالیدہ تھا۔ قتل کرنے کے بعد اس نے آپ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکادیا۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کردیا۔ باجمیرا کی جنگ میں یہ دونوں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔(طبری، ج۵، ص۴۴۰)

۵۔ مقتل خوارزمی، ص۱۹۴

کردیا، ظلم و ستم کے ساتھ اس امت کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی اور قوم کی ساری ثروت کو غصب کرلیا۔ ظلم و ستم کی بنیادوں پر حکمرانی کی، نیک خو اور شائستہ سرپرست افراد کو نابود کردیا، شرپسند عناصر اور تباہی مچانے والوں کو محفوظ رکھا، قومی سرمایہ اور خدائی اموال کو ظالموں اور دولت کے پجاریوں کے ہاتھوں میں تقسیم کردیا۔ خدا ان لوگوں پر اسی طرح لعنت و نفرین کرے جس طرح قوم ثمود کو اپنی رحمتوں سے دور کیا!

ہم لوگ ان حالات میں خط لکھ رہے ہیں کہ اموی حاکم نعمان بن بشیر قصر دار الامارہ میں موجود ہے لیکن ہم نہ تو نماز جمعہ میں جاتے ہیں اور نہ ہی نماز عید اس کے ہمراہ انجام دیتے ہیں، ہم اگر آگاہ ہوگئے کہ آپ کا گرانمایہ وجود ہمارے شہر اور دیار کی طرف روانہ ہے تو اسے اپنے شہر سے نکال کر شام کی طرف روانہ کردیں گے۔ آپ پر خدا کا درود و سلام ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر ہم لوگوں نے عبداللہ سبع ہمدانی(۱) اور عبداللہ بن وال تمیمی (۲) کے ہاتھوں اس خط کو روانہ کیا۔ یہ دونوں افراد تیزی کے ساتھ نکلے اور ۱۰ رمضان المبارک تک امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے(۳) پھر دو دن صبر کر کے ہم لوگوں نے قیس بن مسہر صیداوی(۴) عبدالرحمن بن عبداللہ بن الکدن ارجی(۵(

۱۔ شیخ مفید نے اس شخص کا نام عبداللہ مسمع ذکر کیا ہے۔(الارشاد، ص ۲۰۳) خوارزمی نے عبداللہ بن سبیع ذکر کیا۔(ص ۱۹۴) آپ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے۔

۲۔ سبط بن جوزی نے عبداللہ بن مسمع البکری لکھا ہے۔(ص ۱۹۴) شیخ طوسیؒ نے فقط دونوں کے ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام عبیداللہ لکھ کر کہا کہ یہ دونوں معروف ہیں۔(رجال شیخ، ص۷۷) عبداللہ بن وال تمیمی توابین کے تیسرے سردار تھے اور وہیں قتل کر دئے گئے۔(طبری، ج۵، ص ۶۰۲(

۳۔ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ خواص، ص ۲۴۴

۴۔ یہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ مسلم بن عقیل کے ہمراہ عراق کی طرف لوٹے لیکن جب راستہ میں مشکل پیش آئی تو جناب مسلم نے خط لکھ کر ان کے ہاتھوں انھیں امام حسین علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔(طبری، ج۵، ص ۳۵۴) اس کے بعد یہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ آرہے تھے لیکن جب یہ قافلہ مقام '' بطن الحاجر'' تک پہنچا تو ایک خط لکھ کر امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ خط لیکر مقام قادسیہ تک پہنچے تو حصین بن تمیم تمیمی نے ان کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ابن زیاد نے

اور عمارہ بن عبید سلولی(۱) کو پھر روانہ کیا یہ افراد ۱۵۰ ؍خطوط لیکر روانہ ہوئے۔(۲) قابل ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک خط دو یا تین یا چند افراد کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ محمد بن بشر ہمدانی کہتا ہے کہ دو دن گذرنے کے بعد ہم نے پھر ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھوں اس طرح خط لکھ کر روانہ کیا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم : للحسین بن علی، من شیعتہ من المومنین والمسلمین امابعد : فحیّ ھلا، فان الناس ینتظرونک ولا رأی لھم فی غیرک فالعجل العجل والسلام علیک'' (۳ (

حسین بن علی کے نام یہ خط ان کے شیعوں کی جانب سے ہے جو مومن و مسلم ہیں۔امابعد: اے فرزند پیغمبر! جلد از جلد ہماری طرف آجایئے کیونکہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کے علاوہ ان کا دل کسی دوسرے کے لئے نہیں تڑپ رہا ہے لہٰذا جلدی کیجئے جلدی۔ والسلام

حکم دیا کہ ان کو چھت سے نیچے پھینک دیا جائے۔ حکم پر عمل کیا گیا اور قیس بن مسہر صیداوی کو قصر سے نیچے پھینک دیا گیا، جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور یہ شہید ہو گئے۔(طبری، ج،۵، ص ۳۹۵) جب امام حسین علیہ السلام مقام '' عذیب الحجانات'' تک پہنچے تو آپ کو جناب قیس کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر ایسی روح فرسا تھی کہ امام علیہ السلام کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں؛ آپ کے آنسو تھم نہ سکے اور بے ساختہ بول اٹھے: ''منھم من قضی نحبہ... اللھم اجعل لنا ولھم الجنۃ نزلا واجمع بیننا وبینھم فی مستقرّ رحمتک ورغائب مذخور ثوابک'' (ج۵، ص ۴۰۵(

Presented by Ziaraat.Com

ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد وفا کیا اور کچھ منتظر ہیں... خدایا اپنی جنت کو ہمارے اور ان کے لئے منزل گاہ قرار دے اور اپنی رحمت کی قرار گاہ اور اپنے گنجینہ ءثواب میں ہم کو اور ان لوگوں کو آپس میں جمع کر دے!

)۵ (شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳ پر ان کا نام عبد اللہ وعبد الرحمن شدادی ارجی لکھا ہے۔ سبط بن جوزی نے اپنی کتاب کے ص ۱۹۴ پر عبد اللہ بن عبد الرحمن لکھا ہے۔ یہ جناب مسلم کے ساتھ عراق آئے تھے۔(طبری، ج۵، ص ۳۵۴ (

۱۔ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۹۵ پر ان کا نام عامر بن عبید لکھا ہے۔ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳، اور سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر عمارہ بن عبد اللہ سلولی لکھا ہے۔ یہ بھی حضرت مسلم کے ہمراہ عراق آئے تھے۔(طبری، ج۵، ص ۳۵۴) یہ ہانی کے گھر میں بھی تھے(طبری، ج۵، ص ۳۶۳) لیکن اس کے بعد ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

۲۔ طبری نے ۵۳ خطوط کا تذکرہ کیا ہے لیکن شیخ مفید نے ص ۲۰۳ پر ۱۵۰ خطوط مرقوم فرمائے ہیں۔ یہی تعداد سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر ہشام اور محمد بن اسحاق کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ اسی طرح خوارزمی نے بھی اپنے مقتل ص ۱۹۵، پر" اعثم کوفی" کے حوالے سے اتنی ہی تعداد کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طبری کے یہاں" ثلاثۃ" اور "مأۃ" کے درمیان تصحیف ہوگئی ہے۔

۳۔ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ الخوص، ص ۲۴۴

اب چوتھا خط شبث بن ربعی(۱) حجار بن ابجر، (۲) یزید بن حارث بن یزید بن رویم(۳) عزرہ بن قیس(۴) عمرو بن حجاج زبیدی(۵) اور محمد بن عمر تمیمی (۶) نے روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے: اما بعد فقد اخضرّ الجنان، و أینعت الثمار، وطمت الجمام فاذا شئت فاقدم علی جند لک مجنّدۃ؛ والسلام علیک (۷ (اے پسر پیغمبر! ہمارے سارے باغ وبوستان سرسبز وشاداب ہیں، تمام کے تمام پھل پک چکے ہیں اور ساری نہریں اور کنویں جل تھل ہیں۔ اگر آپ آنا چاہتے ہیں تو تشریف لے آیئے! سپاہ حق آپ کے ہمراہ آمادہ نبرد ہے۔ والسلام علیک

۱۔ یہ شخص قبیلۂ "تمیم" کے خاندان یربوع سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا یربوعی تمیمی کہا جاتا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۳۶۹) یہ شخص پہلے جھوٹے مدعی نبوت سجاح کا موذن تھا(طبری، ج۳، ص ۲۷۳) پھر بعد میں مسلمان ہوگیا اور عثمان کا معین ومددگار ہوگیا۔ بعدہ علی علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کرلی۔ یہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر میں تھا اور بنی عمرو بن حنظلہ کا سربراہ تھا۔(صفین، ص ۲۰۵) جنگ نہروان میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کا سردار تھا(طبری، ج۵، ص ۸۵) ایک جماعت کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان پیغام رسانی بھی کرتا رہا(صفین، ص ۹۷) لیکن بعد میں اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی(طبری، ج۵، ص ۲۶۹) اور روز عاشورا اموی لشکر میں پیدلوں کا سردار تھا(طبری، ج۵، ص ۴۲۶) اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے یہ امام حسین علیہ السلام سے لڑنا پسند نہیں کرتا تھا اسی لئے جب اس سے عمر سعد نے کہا: کیا تم آگے بڑھ کر ان تیراندازوں کے ساتھ ہونا پسند نہیں کروگے جو حسین پر تیروں کی بارش کرنے والے ہیں؟ اس پر شبث نے کہا: سبحان اللہ تو خاندان مضر کے بزرگ اور کوفہ کے تیراندازوں کے گروہ میں مجھے بھیج رہا ہے، کیا تجھے کوئی اور نہ ملا جسے میرے بدلے میں وہاں بھیج دے؟ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ کہا کرتا تھا؟ خدا اس شہر(کوفہ) کے لوگوں کو کبھی بھی اچھائی عطا نہیں کرے گا اور کبھی بھی عقل ورشد کی راہ کو نہیں کھولے، کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ ہم نے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند کے ہمراہ پانچ سال تک آل ابوسفیان

Presented by Ziaraat.Com

کے خلاف لڑائی لڑی ہے لیکن اس کے بعد ہم ان کے فرزند کے دشمن ہوگئے جو زمین پر سب سے بہتر تھے۔ ہم آل معاویہ اور زناکار سمیہ کے بیٹے کے ہمراہ ان سے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔ ہائے رے گمراہی؛ وائے رے گمراہی! (طبری، ج۵، ص ۴۳۲۔۴۳۷) یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پر اہل کوفہ کے خوش ہونے پر ان کی ملامت کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۳۶(

لیکن اس کے بعد ابن زیاد کے سخت موقف سے ہراساں ہوگیا اور امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اپنی خوشی کا اظہار

....

کرنے کے لئے ایک مسجد بنوادی (طبری، ج۶، ص ۲۲) پھر ابن زبیر کی طرف سے ابن مطیع کے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اس نے جناب مختار سے پیکار کی ہے۔ (طبری، ج۶، ص ۲۳ (

۲۔ یہ شخص قبیلۂ عجل سے متعلق ہے لہٰذا العجلی کہا جاتا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۶۹) اس کا باپ نصرانی تھا اور ان کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت کا حامل تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۵) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جنہوں نے حجر بن عدی کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی۔ (طبری، ج۵، ص ۲۷۰) جس دن جناب مسلم نے خروج کیا اس دن یہ حجر بن عدی کے بیٹے کے لئے پرچم امان لہراتا ہوا آیا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۶۹) اسی شخص نے کربلا میں روز عاشور اس سے انکار کر دیا کہ اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا (طبری، ج۵، ص ۴۲۵) پھر اس نے مختار سے محاربہ کیا (طبری، ج۶، ص ۲۲) اس کے بعد مصعب کے لئے عبد اللہ بن حر سے جنگ کی اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس پر مصعب نے اس کی سرزنش کی پھر چھوڑ دیا۔ (طبری، ج۶، ص ۱۳۶) یہ کوفہ کے ان لوگوں میں سے ہے جن کو عبد الملک بن مروان نے خط لکھا تو ان لوگوں نے اصفہان کی حکومت کی شرط لگائی اور اس نے انہیں وہ سب کچھ دیدیا (طبری، ج۶، ص ۹۵۶) لیکن یہ شخص مصعب کے ہمراہ دکھاوے کے لئے عبد الملک سے جنگ کے لئے نکلا لیکن جب مصعب نے جنگ کے لئے بلایا تو کہنے لگا میں اس سے معذرت چاہتا ہوں۔ (طبری، ج۶، ص ۱۵۸) یہ ۷۱ھ تک زندہ رہا اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں۔

۳۔ اس کی کنیت ابو حوشب شیبانی ہے۔ اس شخص نے روز عاشورہ اس بات سے انکار کر دیا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۵) جب یزید قتل ہوگیا اور عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم ہوا تو عمرو بن حریث نے لوگوں کو ابن زیاد کی بیعت کے لئے بلایا۔ اس وقت یہی یزید بن حارث اٹھا اور بولا: خدا کی حمد و ثنا کہ اس نے ہمیں ابن سمیہ سے نجات دی؛ جس میں کوئی کرامت ہی نہیں تھی، اس پر عمرو بن حریث نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کے قید کر دیا جائے لیکن بنی بکر بن وائل نے بیچ بچاؤ کرا کے اس کو نجات دلائی۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۴) اس کے بعد یہ عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری کے ساتھیوں میں ہوگیا جو ابن زبیر کی جانب سے ابن مطیع سے قبل کوفہ کا والی تھا اور اس کو سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کے خروج سے پہلے ان سے جنگ کرنے پر اکسایا کرتا تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۶۱۔۵۶۳) پھر یہ عبد اللہ بن یزید کو مختار کے قید کرنے پر اکسایا کرتا تھا (طبری، ج۵، ص ۵۸) پھر ابن مطیع نے اسے مختار سے جنگ کرنے کے لئے "جبانۃ مراد" کی طرف بھیجا (طبری، ج۶، ص ۱۸) لیکن مختار نے اس کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا (طبری، ج۶، ص ۱۲۴) پھر مختار کی حکومت کے زمانے میں بنی ربیعہ کے ساتھ اس نے مختار کے خلاف پرچم بغاوت بلند کر دیا (طبری، ج۶، ص ۴۵) لیکن مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا (طبری، ج۶، ص ۵۲) پھر ابن زبیر کی جانب سے مقرر والی کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ ۶۸ھ میں اس جنگ میں شرکت کی جو "ازارقہ" کے خوارج سے ہوئی تھی (طبری، ج۶، ص ۱۲۴) پھر مصعب نے اسے

Presented by Ziaraat.Com

مدائن کاامیر بنادیا۔(طبری،ج٦،ص ۱۲۴) بعدہ عبدالملک بن مروان کی جانب سے ۷۰ھ میں شہر

....

ری کاوالی مقرر رہوا۔(طبری،ج٦،ص ۴ ۱٦) آخر کار خوارج نے اسے قتل کر دیا۔(ابصار العین، ص ۱۵) اس کے دادایزید بن رویم شیبانی بزرگان کوفہ میں شمار ہوتے تھے جو جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔(صفین، ص ۲۰۵(

۴۔اسے احمسی کہتے ہیں اسکا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری،ج۵،ص ۲۷۰) اسی لئے اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھاتا کہ اپنی جنایتوں کواس تحریر کے ذریعے چھپاسکے۔یہی وجہ ہے کہ جب پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس جاکر یہ پوچھنے کو کہاکہ آپ کو یہاں کون لایاہے ؟توشرم سے یہ مولا کے پاس نہ گیااور یہی وجہ تھی کہ جب نویں محرم کی شب کو یہ شخص جناب زہیر سے روبرو ہواتوجناب زہیر قین نے اس کی بے حیائی پر کہہ دیاکہ خدا کی قسم کیاتوہی نہ تھاکہ جس نے خط لکھاتھا؟کیاتونے پیغام رساں کو نہیں بھیجاتھااور کیاتو نے ہماری مدد ونصرت کاوعدہ نہیں کیاتھا؟یہ چونکہ عثمانی مذہب تھالہٰذاجناب زہیر سے کہنے لگا: تیرا تعلق بھی تواس گھرانے سے نہ تھا،تو بھی تو عثمانی مذہب تھا۔(طبری،ج۵،ص۴۱۷) عمر سعد نے اسے سواروں کی نگہداری پر مقرر کیاتھا۔اور یہ رات میں ان سب کی نگہداشت کرتاتھا(طبری،ج ۵،ص ۵۲۲) لیکن اصحاب امام حسین علیہ السلام اسے گھوڑوں کوچھپانے نہیں دیتے تھے بلکہ اسے آشکار کر دیتے تھے۔اس پراس نے پسر سعد سے شکایت کی اور درخواست کی کہ اسے اس امر سے بازرکھاجائے اور پیدلوں کی سربراہی دیدی جائے اور پسر سعد نے ایساہی کیا۔(طبری،ج۵،ص۴۳٦) اس ملعون کاشمارانہی لوگوں میں ہوتاہے جنہوں نے امام علیہ السلام اوران کے اصحاب کے مقدس سروں کوابن زیاد کے سامنے پیش کیاتھا۔(طبری،ج ۵،ص۴۵٦) اس کے بعداس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔

۵۔اس کاشمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتاہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری،ج۵،ص ۲۷۰) اس کی بہن روعہ بنت حجاج،ہانی بن عروہ کی بیوی اوریحیٰ ابن ہانی کی ماں تھی۔(طبری،ج۵،ص ۳٦۴) جب ہانی شہید ہوگئے تو یہ قبیلہ " مذحج" کے جم غفیر کو لیکر ابن زیاد کے محل کے پاس پہنچا۔جب دربار میں خبر پہنچی توابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیج کر یہ کہلوادیاکہ وہ زندہ ہیں؛اس پر سارا مجمع متفرق ہوگیا۔(طبری،ج۵ ،ص۳٦۷) پھر یہ شخص کربلا پہنچاتو پسر سعد نے اسے ۵۰۰سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔یہ سب کے سب فرات کے کنارے گھاٹ پر کھڑے ہوگئے کہ امام علیہ السلام اوران کے اصحاب تک پانی نہ پہنچنے پائے۔یہ واقعہ شہادت سے تین دن پہلے کاہے(طبری،ج۵،ص ۴۱۲) ۹محرم کو جب امام علیہ السلام نے ایک شب کی مہلت مانگی اور پسر سعد لوگوں سے مشورت کرنے لگاتواس شخص نے پسر سعد سے مہلت نہ دینے کے سلسلہ میں ملامت کی۔ (طبری،ج۵،ص۴۱۷) روزعاشورہ یہ شخص فرات کی طرف پسر سعد کے لشکر میں میمنہ کاسردار تھا۔(طبری،ج۵،ص ۴۲۲) اسی فرات کی طرف سے امام حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب پر یہ حملہ آور ہوتااور سپاہیوں کوان کے قتل پراکساتاتھا۔(طبری،ج۵،ص ۴۳۵) یہ انھیں لوگوں میں ہے جو شہداء کے سرکو کوفہ لے گئے تھے۔(طبری،ج۵،ص۴۵٦) بعدہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوگیا(طبری،ج٦،ص ۲۸) اور"سکۃ الثوریین" سے ۲ہزار لوگوں کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلا(طبری،ج٦،ص ۱۹۰) پھر

....

Presented by Ziaraat.Com

''جبانہ مراد'' میں قبیلہ مذحج کے پیروں میں ہو گیا۔(طبری، ج٦، ص ۴۵) جب مختار فتح یاب ہو گئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ '' شراف اور واقصہ'' کے راستہ پر نکل گیا۔ اس کے بعد یہ شخص کہیں نہیں دیکھا گیا۔(طبری، ج٦، ص ۵۲ (

٦۔ اس کو ابن عطارد بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔(طبری، ج٦، ص ۲۷۰) مختار سے جنگ کے وقت یہ مضر کا اہم پیمان تھا۔(طبری، ج٦، ص۴۷) اس کے بعد اس نے مختار کی بیعت کر لی تو مختار نے اسے آذر بایجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ (طبری، ج٦، ص ۳۳۴) خوارج ازارقہ سے جنگ کے موقع پر یہ شخص حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ تھا جو کوفہ میں ابن زبیر کی طرف سے حاکم مقرر ہوا تھا۔(طبری، ج٦، ص ۱۲۴) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جس کا بنی مروان کے حاکم عبدالملک بن مروان سے مکاتبہ ہوا کرتا تھا۔(طبری، ج٦، ص ۱۵٦) اس کے بعد عبدالملک نے اس کو ہمدان کا گورنر بنا دیا۔(طبری، ج٦، ص ۱٦۴) جب یہ دوبارہ لوٹا تو اس وقت ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔(طبری، ج٦، ص ۲۰۴) اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا۔

اس کا باپ عمیر بن عطارد کوفہ کے قبیلہ تمیم کا اہم پیمان تھا جو صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔(صفین، ص ۲۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خون کے سلسلے میں سفارش کی حتی کہ عمرو بن حریث اور زیاد نے اس کی ملامت کی۔(طبری، ج۵، ص۲۳٦(

۷۔ الارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۳ و تذکرۃ الخواص، سبط بن جوزی، ص ۲۴۴، ذرا غور تو کیجئے کہ دنیا کے متوالے یہ سمجھ رہے تھے کہ امام علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دنیاوی چیزوں سے لبھایا جائے، ہائے رے عقل کا دیوالیہ پن۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

تمام پیغام رساں مولا کے حضور میں حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے ان سب کے خطوط پڑھ کر وہاں کے لوگوں کی احوال پرسی کی؛ پھر ہانی بن ہانی السبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی(جو نامہ بروں کے سلسلے کے آخری رکن تھے) کے ہمراہ خط کا جواب اس طرح لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم: من الحسین بن علی، الی الملأ من المومنین والمسلمین، اما بعد: فان ھانئاًو سعیداً قدما علیّ بکتبکم۔

وکانا آخر من قدم علیّ من رسلکم۔ وقد فھمت کل الذی اقتصصتم وذکرتم، ومقالۃ جلّکم: انہ لیس علینا امام فا قبل، لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الھدی والحق.

وقد بعثتُ الیکم اخی وابن عمی وثقتی من اھل بیتی (مسلم بن عقیل) وأمرتہ ان یکتب الیّ بحالکم وأمرکم ورأیکم .

فان کتب الیّ: انہ قد أجمع رأی ملئکم، وذوی الفضل والحجی منکم، علی مثل ماقدمت علی بہ رسلکم، وقرأت فی کتبکم، أقدم علیکم وشیکاً ان شاء اللہ، فلعمری ما

Presented by Ziaraat.Com

الامام الا العامل بالکتاب، والآخذ بالقسط، والدائن بالحق، والحابس نفسه علی ذات اللہ، والسلام (۱(

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ خط حسین بن علی کی طرف سے مومنین و مسلمین کے ایک گروہ کے نام بعد از حمد خدا، ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔

یہ دونوں ان نامہ رسانوں میں سے آخری نامہ رساں ہیں جو اب تک میرے پاس آچکے ہیں میں نے تمام ان چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جس کا قصہ تم لوگوں نے بیان کیا اور جن باتوں کا تم لوگوں

۱۔ طبری ج ۵، ص ۳۵۳، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشر ہمدانی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، شیخ مفید نے بھی اس روایت کو ذکر کیا "الارشاد"، ص ۲۰۴، تذکرۃ الخواص، ص ۱۹۶

نے ذکر کیا ہے۔ تم میں اکثر و بیشتر لوگوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہٰذا آجایئے، شاید خداوند عالم آپ کے وسیلہ سے ہم لوگوں کو ہدایت و حق پر جمع کردے۔

میں تمہاری طرف اپنے بھائی، اپنے چچا کے بیٹے (مسلم بن عقیل) اور اپنے خاندان کی اس فرد کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے اعتماد ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ وہاں جاکر تمہارے آراء و خیالات سے مجھ کو مطلع کریں، اب اگر انھوں نے مجھکو مطلع کردیا کہ تمہارے خیالات وہی ہیں جو تم نے اپنے خطوط میں تحریر کئے ہیں؛ جسے میں نے دقت سے پڑھا ہے اور صرف عوام نہیں بلکہ تم میں کے ذمہ دار اور صاحبان فضل و شرف افراد بھی اس پر متفق ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں تم لوگوں کے پاس آجاوں گا۔

قسم ہے میری جان کی! امام تو بس وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرنے والا ہو، عدل و انصاف قائم کرنے والا، حق پر قائم، اس کو اجراء کرنے والا اور اللہ کی راہ میں خود کو وقف کردینے والا ہو۔ والسلام

حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر

امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو بلایا اور قیس بن مسہر صیداوی (۱) عمارہ بن عبید السلولی (۲) اور عبد الرحمن عبد اللہ بن الکدن ارجی (۳) کے ہمراہ آپ کو روانہ کیا۔ مسافرت کے وقت آپ نے ان کو تقویٰ کی سفارش کی، باتوں کو صیغہ راز میں رکھنے کو کہا اور لوگوں کے ساتھ عطوفت و مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے محسوس کیا کہ لوگ اپنے کئے ہوئے وعدہ پر برقرار ہیں تو مجھے فوراً اس سے مطلع کرنا۔

مسلم بن عقیل وداع ہوکر کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مدینہ آئے، مسجد رسول خدا میں نماز ادا کی، اس کے بعد اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے رخصت ہوکر راہی کوفہ ہوئے۔ قیس نے راستے کی شناخت کے لئے دو ایسے لوگوں کو ہمراہ رکھا جو راستے سے آگاہ تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ ادھر ادھر بھٹکنے کی وجہ سے ان لوگوں پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس پر دونوں راستہ شناس افراد نے کہا: آپ لوگ اس

۱۔ ۲۔ ۳۔ یہی وہ افراد ہیں جو کوفیوں کے ۱۵۰ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔ عمارہ بن

Presented by Ziaraat.Com

عبید کو شیخ مفید رہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبداللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبدالرحمن کو شیخ مفید نے عبدالرحمن بن عبداللہ تحریر کیا ہے اور عبداللہ اور عبدالرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ۲۰۴۔

راستے کو پکڑ لیں اس کے انتہا پر پانی موجود ہے لیکن ان لوگوں کو وہاں بھی پانی میسر نہ ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ افراد موت کے دھانے پر پہونچ گئے۔ آخر کار چار و ناچار یہ لوگ مدینہ پلٹ گئے۔

راستہ سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط

درہ خبیت کے ایک تنگ گوشہ سے جناب مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا اور قیس بن مسہر کے ہاتھوں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا

"امابعد: فانّی اقبلت من المدینة معی دلیلان لی، فجارا عن الطریق وضلّا، واشتدّ علینا العطش، فلم یلبثا اٴن ماتا، واٴقبلنا حتی انتھینا الی الماء، فلم ننج الا بحشاشة اٴنفسنا، وذلک الماء بمکان یدعی المضیق من بطن الخُبیت، (۱) قد تطیرّت من وجھی ھٰذا، فان راٴیت اعفیتنی منہ وبعثت غیری (۲) والسلام"

امابعد: میں مدینہ سے دو ایسے افراد کے ساتھ نکلا جو راستہ سے آشنا تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ اسی حالت میں ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں جان بحق ہو گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ گئے، اس طرح ہم لوگ موت کے منہ سے نکل آئے۔ یہ پانی درہ خبیت کے ایک تنگ گوشہ میں ہے۔ میرے مولا میں نے اس سفر کو فال بد سمجھا ہے لہٰذا اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرما دیں اور کسی دوسرے کو اس کام کی انجام دہی کے لئے بھیج دیں۔ والسلام

۱۔ خبیت مدینہ کے اطراف میں مکہ کے راستہ کی طرف ایک جگہ ہے جہاں یہ دونوں راہنما گم ہو کر مکہ کی طرف نکل پڑے تھے۔ جیسا کہ ابصار العین میں موجود ہے۔ ص ۱۶

۲۔ ارشاد، ص ۲۰۴ و خوارزمی ص ۱۹۷ پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔ طبری نے بھی معاویہ بن عمار کے واسطہ سے اسے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ ج ۵، ص ۳۴۷

مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب

خط ملتے ہی امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو جواب دیا:

"امابعد: فقد خشیت ان لا یکون حملکَ علی الکتاب الیّ فی الا ستعفاء من الوجہ الذی وجّھتک لہ الا الجبن، فامض لوجھک الذی وجھتک لہ، والسلام علیک "

امابعد: مجھے اس کا خوف ہے کہ تم نے اس عظیم سفر سے جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے معافیت طلبی کا خط فقط خوف و ہراس کی بنیاد پر لکھا ہے لہٰذا میری رای یہ ہے کہ فوراً اس کام پر نکل پڑو جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ والسلام علیک

Presented by Ziaraat.Com

جناب مسلم نے خط کے جواب کو پڑھ کر کہا: میں اس سفر میں اور اس کام کی انجام دہی میں اپنی جان سے ہر گز خوف زدہ نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر مسلم وہاں سے نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک منزل گاہ اور چشمہ آب تک پہنچے جو قبیل� ۂ" طئی" کا تھا۔ آپ نے اس چشمہ کے پاس پڑاؤ ڈالا اور کچھ دیر آرام کیا۔ آرام کے بعد پھر وہاں سے سفر پر نکل پڑے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد راستے میں جناب مسلم نے ایک شکاری کو ہرن کا شکار کرتے ہوئے دیکھا۔ جب اس شخص نے ہرن پر تیر مارا تو وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ حضرت مسلم نے اسے دیکھ کر کہا: اگر خدا چاہے گا تو ہمارا دشمن بھی اسی طرح نابود ہو جائے گا۔

کوفہ میں جناب مسلمؑ کا داخلہ

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط ظ مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ ظ مسلم کی تلاش میں ابن زیاد

کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ظ مختار کا نظریہ

مسلم، ہانی کے گھر ظ دوسری صبح

معقل شامی کی جاسوسی ظ جناب مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کی روانگی

ابن زیاد کے قتل کا پلان ظ آگ اور پتھر کی بارش

معقل، جناب مسلم کے گھر میں ظ فریب امان اور گرفتاری

دربار میں ہانی کا احضار ظحضرت مسلم بن عقیل کی محمد بن اشعث سے وصیت

ہانی، ابن زیاد کے روبرو ظ مسلم، محل کے دروازہ پر

موت کی دھمکی ظ مسلم، ابن زیاد کے روبرو

ہانی کے قید کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ظحضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت

Presented by Ziaraat.Com

جناب مسلم علیہ السلام کا قیام ظ جناب ہانی کی شہادت

اشراف کوفہ کی خیانت ظتیسرا شہید

پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ ظ چوتھا شہید

جناب مسلم علیہ السلام کی غربت وتنہائی ظ مختار قید خانہ میں

ابن زیاد کا موقف ظ یزید کے پاس سروں کی روانگی

یزید کا جواب ظ امام علیہ السلام کا مکہ سے سفر

کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا داخلہ

وہاں سے مسلم علیہ السلام پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنے تینوں ساتھیوں قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبید السلولی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکدن ارجی کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہوئے (۱) اور مختار بن ابو عبید ثقفی (۲) کے گھر میں مہمان ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی شیعہ ہر چہار جانب سے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے لگے اور رفت وآمد کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب سب شیعہ جمع ہو گئے تو جناب مسلم نے ان کو امام علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا۔ خط کے مضمون کو سنتے ہی وہ سب کے سب رونے لگے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص ۳۵۵، مروج الذہب، ج۲، ص ۸۶ ، کے بیان کے مطابق کوفہ میں وارد ہونے کی تاریخ ۵ ، شوال ہے۔

۲۔ پہلی ہجری میں مختار نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ (طبری، ج۲، ص ۴۰۲) ۳۷ھ میں اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کی جانب سے ان کی جانشینی میں مدائن کے گورنر ہوئے۔ (طبری، ج۵، ص ۷۶) عام الجماعتہ کے بعد ۴۰ھ تک اپنے چچا ہی کے پاس رہے۔ (طبری، ج۵، ص ۱۵۹) طبری نے مختار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے بتایا کہ حسن بن علی (علیہما السلام) نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی ہے۔ (ج۵، ص ۵۶۹) زیاد کے زمانے میں مختار سے چاہا گیا کہ وہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دیں لیکن مختار نے اسے قبول نہ کیا۔ (طبری، ج۵، ص ۲۷۰) جناب مسلم کے قیام کے دوران آپ کا شمار پرچمداروں میں ہوتا تھا (ج۵، ص ۳۸۱) لیکن جب جناب ہانی کے قید ہونے کی خبر سے مطلع ہوئے تو اپنے پرچم اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جناب مسلم کے خروج سے پہلے ہی کسی وعدہ کے بغیر قیام کر دیا، پھر جب عمرو بن حریث نے مختار کو دعوت دی کہ ابن زیاد کے پرچم امن تلے آجاؤ اور صلح کر لو تو دھوکہ میں آکر مختار نے صلح قبول کر لی۔ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو چھڑی سے آپ کے چہرے پر حملہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے آنکھ میں کافی چوٹ آئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کو قید کر دیا گیا؛ یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ آپ کی بہن صفیہ، عبد اللہ بن عمر کی زوجہ تھیں لہٰذا مسلم نے اپنے چچا کے بیٹے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو ابن عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ مختار کی آزادی کے لئے یزید کو خط لکھے۔ اس

Presented by Ziaraat.Com

نے خط لکھ کر یزید سے مختار کی آزادی کی درخواست کی تو اس نے خط لکھ کر ابن زیاد کو حکم دیا کہ مختار کو آزاد کر دیا جائے لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا لیکن انھیں کوفہ سے نکال دیا۔ مختار وہاں سے راہی حجاز ہو گئے اور وہاں

اس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری (۱) اٹھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: ”اما بعد فانی لا أخبرک عن الناس ولا أعلم ما فی أنفسھم وما أغرّک منھم ،واللّٰہ احدّثک عما أنا موطّن نفسی علیہ واللّٰہ لأجیبنّکم اذا دعوتم ولأُقاتلنّ معکم عدوّکم، ولأضربنّ بسیفی دونکم حتی ألقی اللّٰہ، لا ارید بذالک الا ما عند اللّٰہ“

ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور ابن زبیر کے ہمراہ اہل شام سے بڑی شدید جنگ لڑی۔ یزید کی موت کے پانچ مہینہ بعد ابن زبیر کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (طبری، ج۵، ص ۵۷۰۔۵۷۸) جب کوفہ میں وارد ہوئے تو سلیمان بن صرد خزاعی شیعوں کو توبہ اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے قصاص کی دعوت دے رہے تھے۔ مختار نے آکر دعویٰ کیا کہ وہ محمد حنفیہ کے پاس سے آرہے ہیں اور سلیمان فنون جنگ سے نابلد ہیں لہٰذا خود کی جان بھی گنوائیں گے اور اپنے سپاہیوں کا بھی بے جا خون بہائیں گے۔ (طبری، ج۵، ص ۵۶۰ و ۵۸۰) جب توابین نے خروج کیا تو ابن زبیر کے کار گزار ابن مطیع نے مختار کو قید کر لیا (ج ۵، ص ۶۰۵) ایسی صورت میں مختار نے اپنے غلام زربی کو ابن عمر کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ ابن زبیر کے کار گزار سے مختار کی رہائی کی درخواست کرے۔ ابن عمر نے خط لکھ کر درخواست کی تو اس نے عہد و پیمان کے ساتھ آزاد کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۸) آزاد ہونے کے بعد مختار نے خروج کیا اور تمام امور پر غلبہ پا کر جنگ شروع کی۔ ابن زیاد سے گھمسان کی جنگ کی اور اسی جنگ میں اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد قاتلین امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا شروع کیا۔ آخر کار ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر نے مختار کو قتل کر ڈالا۔ (ج ۶، ص ۶۷) قتل کرنے کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ مختار کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک دی جائیں۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور مسجد کے پاس مختار کو آویزاں کر دیا گیا۔ وہ اسی طرح لٹکے رہے یہاں تک کہ حجاج ثقفی نے اسے ہٹایا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۱۰) مصعب نے مختار کی پہلی بیوی عمرۃ بنت نعمان بن بشیر کو قتل کر دیا اور دوسری بیوی ام ثابت بنت سمرہ بن جندب کو چھوڑ دیا۔ (ج ۶، ص ۱۱۲) ۷۱ھ میں مصعب نے عبد الملک سے جنگ کی۔ اس جنگ میں زائدہ بن قدامہ ثقفی بھی حاضر تھا؛ پس اس نے مصعب کو قتل کر دیا اور آواز دی ” یالثارات المختار“ یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۹) مختار کا گھر مسجد کے پاس تھا تو عیسی بن موسی عباسی نے ۱۵۹ھ میں اسے مختار کے وارثوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ (طبری، ج ۸، ص ۲۲) بادی النظر میں ۸ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مختار نے مسلم علیہ السلام کو جو اپنے گھر میں روکا اس کا سبب یہی تھا کہ وہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کے نسبتی رشتہ دار تھے اور اس پر طبری کی روایت کو اگر اضافہ کر دیا جائے کہ شیعہ مختار کی مذمت اس لئے کیا کرتے تھے کہ انھوں نے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور ساباط میں ان پر حملہ کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵ (

مختار کے سلسلے میں روایتوں کی زبان مختلف ہے اور سند کے اعتبار سے کوئی بھی روایت محکم نہیں ہے لہٰذا قابل اعتبار صاحبان رجال کا تحقیقی نظریہ یہی ہے کہ اگر کوئی روایت فقہی مسئلہ میں تنہا مختار سے نقل ہوئی ہو تو اس پر توقف کیا جائے گا۔ مختار کے سلسلے میں طبری کی روایت معتبر نہیں ہے اور مختار کی شخصیت کو اس طرح گرانا اور بے حیثیت کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مترجم (

۱۔ اس کے بعد عابس جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کا خط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵) اس کے بعد یہ امام علیہ السلام کے ہی ساتھ رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴) یہ قبیلہ ہمدان سے منسوب تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

امابعد: اے مسلم! میں آپ کو لوگوں کی خبر نہیں دے رہاہوں نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے دلوں میں کیاہے اور نہ ہی میں ان کے سلسلہ میں آپ کو دھوکہ دوں گا؛ خدا کی قسم میں وہی بولوں گا جو میرے دل میں پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ مجھ کو بلائیں گے میں حتماًلبیک کہوں گا، میں آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے ضرور بالضرور قتال کروں گا، آپ کے سامنے اپنی شمشیر سے لقاءالٰہی تک لڑتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں خدا کے نزدیک میرے لئے جو چیز ہے اس کے علاوہ میرا کوئی بھی منشاء نہیں ہے۔

پھر حبیب بن مظاہر فقعسی اسدی کھڑے ہوئے اور فرمایا: "رحمک اللہ؛ قد قضیت ما فی نفسک بواجز من قولک" اللہ تم پر رحم کرے (اے عابس) جو تمہارے دل میں تھا اور جو کچھ کہنا چاہئے تھا اسے تم نے بڑے مختصر جملوں میں بیان کر دیا۔ اس کے بعد پھر فرمایا:

"وانا واللہ الذی لا الہ الا ھو علی مثل ما ھو ھذا علیہ" اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں نے بھی اس مرد کی راہ کو اپنی راہ قرار دیا پھر حنفی (۱) نے بھی اسی طرح اپنا ارادہ ظاہر کیا، پھر ایک کے بعد ایک سب نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کیا، اس کے بعد جناب مسلم کے پاس شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ جاری ہو گیا؛ یہاں تک کہ جناب مسلم کی منزل گاہ لوگوں کے لئے جانی پہچانی ہو گئی یہاں تک کہ اس کی خبر نعمان بن بشیر (۲) کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس خبر کے شائع ہونے کے بعد وہ منبر پر آیا حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس نے کہا:

امابعد: اے بندگان خدا! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور فتنہ و پراکندگی کی طرف جلدی جلدی آگے نہ بڑھو کیونکہ ان دونوں صورتوں میں لوگ ہلاک ہوں گے، خون بہیں گے اور اموال غصب ہوں گے... میں کسی ایسے شخص سے جنگ نہیں کر سکتا جو مجھ سے جنگ کے لئے نہ آئے؛ اسی طرح میں کسی ایسے پر حملہ آور نہیں ہو سکتا جو مجھ پر یورش نہ کرے، نہ ہی میں تم کو سب و شتم کروں گا نہ ہی تحریک، نہ ہی بری باتوں کی

۱۔ یہ وہی سعید بن عبداللہ حنفی ہیں جو اہل کوفہ کا خط لے کر امام علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور امام علیہ السلام کا جواب لیکر کوفہ پہنچے تھے۔

۲۔ طبری، ج۵، ص۳۵۵ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے ابو وداک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو وداک کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر ہم لوگوں کے پاس آیا اور منبر پر گیا۔

نسبت دوں گا نہ ہی بدگمانی و تہمت لگاؤں گا، لیکن اگر تم نے اپنے اندر کے کینہ کو صفحہ دل سے باہر آشکار کر دیا اور بیعت توڑ کر اپنے حاکم کے خلاف مخالفت کے لئے علم بلند کیا تو یاد رہے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنوں کو اس وقت تک تہہ تیغ کرتا رہوں گا جب تک میرے ہاتھ میں قبضہ شمشیر ہے، خواہ تم میں سے کوئی میرا ناصر و مددگار نہ ہو، لیکن مجھے اس کی امید ہے کہ تم میں سے جو حق کو پہچانتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جو باطل کی طرف پلٹتے ہیں۔

نعمان بن بشیر کی تقریر کے بعد عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی (۱) اٹھا (جو بنی امیہ کا ہم پیمان تھا) اور بولا: اس وقت تم جو سمجھ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے اس وقت تو سخت گیری کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اپنے دشمنوں کے ساتھ تمہاری سیاست ناتواں اور ضعیف لوگوں کی سیاست ہے۔ اس پر نعمان نے کہا: "أن أکون من المستضعفین فی طاعۃ اللہ احبّ الی من أن أکون من الاعزین فی معصیۃ اللہ" خدا کی اطاعت میں میرا شمار مستضعفین و ناتوانوں میں ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی معصیت میں میرا شمار صاحبان عزت میں ہو، یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آیا۔

عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا اور یزید بن معاویہ کے نام ایک خط لکھا:

Presented by Ziaraat.Com

امابعد: فان مسلم بن عقیل قد قدم الکوفہ، فبایعتہ الشیعۃ للحسین بن علی، فان کان لک بالکوفۃ حاجۃ فابعث الیھا رجلا قویاً ینفذ أمرک، ویعمل مثل عملک فی عدوک، فان النعمان بن بشیر رجل ضعیف، او ھو یتضعّف.

امابعد: مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ چکے ہیں اور حسین بن علی کے چاہنے والوں نے ان کی بیعت کرلی ہے۔اب اگر تم کوفہ کو اپنی قدرت میں رکھنا چاہتے ہو تو کسی ایسے قوی انسان کو بھیجو جو تمہارے حکم کو نافذ کر سکے اور اپنے دشمن کے سلسلہ میں تمہارے ہی جیسا اقدام پیش کر سکے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک ناتوان انسان ہے یا شاید خود کو ضعیف دکھانا چاہ رہا ہے۔

ا۔اس کا نام ان لوگوں میں آتا ہے جنھوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی۔اس کا پورا نام عبداللہ بن مسلم بن شعبۃ الحضرمی ہے۔(طبری، ج۵، ص۲۶۹(

پھر عمارہ بن عقبہ(۱)اور عمر بن سعد بن ابی وقاص (۲) نے ایسے ہی خطوط(۳)لکھ کر یزید کو حالات سے آشنا کرایا۔

ا۔یہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا بھائی ہے۔یہ اور اس کا بھائی مکہ سے مدینہ کی طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھتا ہوا نکلا تا کہ پیغمبر اکرمؐ ان دونوں کی بہن ام کلثوم کو جو حدیبیہ کے بعد ہجرت کرکے مدینہ چلی آئی تھیں انہیں لوٹا دیں لیکن پیغمبر اکرمؐ نے انکار کر دیا۔(طبری، ج۲، ص ۶۴۰) اسکا مکان اپنے بھائی کے ہمراہ کوفہ کے میدانی علاقہ میں تھا۔(طبری، ج۴، ص۲۷۴)اس کی بیٹی ام ایوب، مغیرہ بن شعبہ کی بیوی تھی۔جب مغیرہ مر گیا تو زیاد بن ابیہ نے اس سے شادی کرلی۔(طبری، ج۵، ص۱۸۰) اسی نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خلاف گواہی دی۔(طبری، ج۵، ص ۲۳۶)یہ اپنے باپ عقبہ بن ابی معیط کے ہمراہ کفر کی حالت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پیغمبر اسلام نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، اس پر اس نے کہا: اے محمد اس بچی کا کیا ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم کی آگ (طبری، ج۵، ص ۳۴۹) یہ جناب مسلم کی شہادت کے وقت محل میں تھا(طبری، ج۵، ص۳۷۶)اور حاکم کوفہ کے سامنے مختار کے خلاف بھی سازشیں رچتا رہا۔(طبری، ج۵، ص۳۴۹) اس کے بعد اس کے سلسلہ میں خبریں مخفی ہیں اور کچھ پتہ نہیں ہے۔

۲۔اسکی ماں بشری بنت قیس بن ابی کیسم تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد لوگوں میں شمار ہوتی ہے۔(طبری، ج۳، ص۳۴۱) اس کی ولادت ہجرت کی دوسری دھائی کے اوائل میں ہوئی ہے اور کربلا میں یہ ۵۰؍ سال کے آس پاس کا تھا۔۱۷؍ یا ۱۹؍ ہجری میں اس کے باپ سعد نے اسے عیاض بن غنم کے ہمراہ ارض جزیرہ یعنی شمال عراق اور شام کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔اس زمانے وہ بالکل نوجوان تھا۔(طبری، ج۴، ص۵۳) ۳۷ ھ میں عمر نے اپنے باپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس نے حکمیت کے مسئلہ میں حاضر ہونے کی لالچ نہ دلادی۔اس کے بعد وہ ''دومۃ الجندل'' میں اپنے باپ کو لیکر حاضر ہوگیا۔اس کا باپ بادیہ نشین بنی سلیم کے پانی کے پاس تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا: بابا آپ وہاں گواہی دیجئے گا کہ آپ صحابی رسول اور شوریٰ کی ایک فرد ہیں؛اس لئے خلافت کے آپ زیادہ سزاوار ہیں۔(ج۵، ص۶۶۔۶۷) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی اور کوفہ کو سنبھالنے کے لئے یزید کو خط لکھا۔(طبری، ج۵، ص۳۰۶) مسلم بن عقیل کے سلسلہ میں اس نے مکر سے کام لیا اور جناب مسلم کی وصیتوں کو ابن زیاد کے لئے فاش کر دیا۔اس پر ابن زیاد نے کہا امین خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی کبھی خائن پر

Presented by Ziaraat.Com

امین کا دھوکہ ہوتا ہے۔(طبری، ج۵، ص۳۷۷) محمد بن اشعث کندی نے چاہا تھا کہ ابن زیاد کے قتل کے بعد یہ کوفہ کا امیر بن جائے لیکن بنی ہمدان کے مرد شمشیروں کے ہمراہ اور عورتیں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کناں گھروں سے باہر نکل آئیں (طبری، ج۵، ص۵۲۴) مختار نے اس کی طرف ابو عمرہ کو روانہ کیا۔اس نے عمر سعد کو قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر آ گیا۔اس کے بعد اس کے بیٹے حفص بن عمر کو بھی قتل کر دیا اور کہا: خدا کی قسم اگر قریش کو ۴۔ حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اس کے ۳۔ حصہ کو بھی میں قتل کر دوں تب بھی حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے پور کا بدلہ بھی نہ ہوگا۔یہ کہہ کر ان دونوں کے سروں کو مدینہ محمد حنفیہ کے پاس بھیج دیا۔(طبری ج۶، ص۲۔۶۱ (

۳۔ہشام کا بیان ہے کہ عوانہ نے کہا: جب فقط دو دنوں کے اندر یزید کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا تو یزید بن معاویہ نے معاویہ کے غلام سرجون(۱) کو بلایا اور اس سے پوچھا: تمہاری رائے کیا ہے؟ کیونکہ حسینؑ نے کوفہ کی راہ اختیار کر لی ہے اور مسلم بن عقیل کوفہ میں حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں۔دوسری طرف نعمان کے ضعف و ناتوانی اور اس کے برے بیان کے سلسلہ میں مسلسل خبریں آرہی ہیں تو اب تم کیا کہتے ہو؟ کوفہ کا عامل کس کو بناؤں؟ واضح رہے کہ یزید کو عبیداللہ بن زیاد بے انتہا ناپسند تھا۔

....

سرجون نے جواب دیا: تم یہ بتاؤ کہ اگر معاویہ زندہ ہوتا اور تم کو رائے دیتا تو کیا تم اس کی رائے کو قبول کرتے؟ یزید نے جواب دیا: ہاں۔یہ سنتے ہی سرجون نے وہ وصیت نامہ نکالا جو ایسے ماحول کے لئے معاویہ نے لکھ کر مخفیانہ طور پر سرجون کے حوالے کیا تھا جس میں ایسی صورت حال میں کوفہ کو عبیداللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔یہ وصیت نامہ دے کر سرجون نے کہا: یہ معاویہ کی رائے ہے جسے لکھ کر کے وہ مر گیا۔یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود اس رائے کو فوراً قبول کر لیا پھر مسلم بن عمرو باہلی(۲) کو بلایا اور خط لکھ کر فوراً اسے بصرہ روانہ کیا۔خط میں اس نے یہ لکھا: اما بعد: کوفہ سے میرے پیروؤں نے خط لکھ کر مجھ کو خبر دی ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جمع ہو کر مسلمانوں کے اجتماع کو درہم و برہم کر رہا ہے تو تم میرا خط پڑھتے ہی رخت سفر باندھ کر کوفہ پہنچ جاؤ اور ابن عقیل کی جستجو میں اس طرح لگ جاؤ جیسے کوئی اپنے گم شدہ گوہر کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنی گرفت میں قید کر لو یا قتل کر دو یا پھانسی پر چڑھا دو۔والسلام

مسلم بن عمرو وہاں سے فوراً نکلا اور بصرہ جا کر ہی دم لیا۔وہاں جا کر یہ خط عبیداللہ کے حوالے کیا۔اس نے فوراً سامان سفر آمادہ کرنے کے لئے کہا اور دوسرے دن راہی کوفہ ہو گیا۔(طبری، ج۵، ص۳۵۷ (

اس واقعہ کی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے عمار دہنی(ابو معاویہ بن عمار امام صادق اور امام موسی کاظم علیہما السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ان کے باپ عمار علماء اہلسنت کے درمیان ثقہ اور صاحب جاہ و منزلت شمار ہوتے ہیں۔ان کی کنیت ابو معاویہ ہے۔کبھی کبھی امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی روایت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔(رجال علامہ، ص۱۶۶) ابن ندیم کی کتاب " الفہرست " ص۲۳۵، طبع یورپ کے مطابق عمار کی ایک کتاب بھی ہے۔) نے اس طرح نقل کی ہے: یزید نے اپنے غلام سرجون(جس سے وہ ہمیشہ مشورہ کیا کرتا تھا) کو بلایا اور تمام اخبار سے آگاہ کیا۔سرجون نے کہا: اگر معاویہ زندہ ہوتا تو کیا تم اس کی باتوں کو قبول کرتے؟ یزید نے کہا: ہاں! سرجون نے کہا: تو اب میری بات کو قبول کرو کیونکہ کوفہ کے لئے عبیداللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔اس کو فوراً وہاں کا والی بناؤ۔یہ سنتے ہی یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود جبکہ اسے بصرہ سے بھی ہٹانا چاہتا تھا فوراً رضا و رغبت کے ساتھ ابن زیاد کو خط لکھا اور اس کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور اسے لکھا کہ مسلم بن عقیل کو تلاش کرے اور اگر مل جائیں تو

Presented by Ziaraat.Com

انہیں قتل کردے(ج۵،ص۳۴۸ (

)۱(سرجون بن منصور رومی معاویہ کا کاتب اوراس کے دفتر کا منشی تھا۔(ج۵،ص۲۳۰ج۶،ص۱۸۰(

)۲(مسلم بن عمرو باہلی بصرہ میں زیاد بن ابیہ کے ہمراہ تھااور" باہلہ"میں صاحب عزوشرف تھا۔۴۶ھ تک اس کے ساتھ رہا۔(طبری ۵ص ۲۲۸) اس کے بعد شام میں سکونت اختیار کی لہٰذا یہ بصری شامی ہوگیا۔اس نے دوبارہ شام سے بصرہ کا سفر یزید کا خط ابن زیاد تک پہنچانے کی غرض سے کیا پھر ابن زیاد ہی کے ساتھ کوفہ آگیا۔جب ہانی بن عروہ ابن زیاد کے دربار میں لائے گئے تو اس نے ان سے کہا کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کو حاکم کے سامنے پیش کرو۔(ج۵،ص۳۶۶)جب جناب مسلم دارالامارہ کے دروازہ پر پہنچے اور پانی مانگا تو اس نے آپ کو برا بھلا کہا(ج۵،ص۳۷۶) پھر یہ مصعب بن زبیر کا حامی ہوگیا تو مصعب نے اسے ابن حر جعفی سے جنگ کے لئے بھیجا لیکن ۶۸ھ میں یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔(ج۶،ص۱۳۲) یہ مصعب کے وزیر کی طرح تھا۔(ج۶،ص۱۳۶) یہ مصعب کے ساتھ دیرجاثلیق میں اس جنگ میں مارڈالا گیا جو ۷۱ھ میں مروان کے ساتھ ہوئی تھی۔(ج۶،ص ۱۵۸) یہ دولت کا بڑا لالچی تھا(ج۵،ص۴۳۲) اس کے ۷بیٹے تھے ۱۔قتیبہ ۲۔عبدالرحمن ۳۔عبداللہ ۴۔عبیداللہ ۵۔صالح ۶۔بشار ۷۔محمد(ج۶، ص۵۱۶) باپ کے بعد سب کے سب حجاج بن یوسف کے طرفدار ہوگئے تو اس نے ۸۶ھ میں قتیبہ کو خراسان کا حاکم بنادیا۔(ج۶،ص۴۲۴) اس نے جنگ کرکے بیرجندمانوشکث،وارمین،بخارا،شومان،کش،نسف،خام جز،سمرقند،شوش،فرگانہ،کاشمر،صالح نیزک،سغد،اور خوارزم شاہ کو فتح کرلیا اور ۹۶ھ میں اپنے بھائی کے ہمراہ قتل کردیا گیا۔(ج۶ ،ص۴۲۹۔۵۰۶ (

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط

امام حسین علیہ السلام نے اہل بصرہ کے نام ایک خط لکھا جسے سلیمان(۱) نامی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں بصرہ کے پانچ علاقوں(۲) کے رئیس اوراسی طرح اشراف بصرہ مالک بن مسمع بکری(۳)احنف بن قیس(۴) منذر بن جارود(۵) مسعود بن عمرو(۶) قیس بن ہیثم(۷) اور عمرو بن عبیداللہ بن معمر کے پاس روانہ کیا۔

۱۔امام حسین علیہ السلام نے جس قاصد کو خط بصرہ کی طرف روانہ کیا تھا اس کے نام میں اختلاف ہے۔یہاں اس روایت میں اس کا نام سلیمان ہے۔اسی طرح مقتل خوارزمی کی(ج۱،ص۱۹۹) میں اعثم کوفی کے حوالے سے بھی یہی نام مذکور ہے۔لہوف میں بھی یہی نام ہے لیکن کنیت ابورزین ہے جو اس کے باپ کا نام ہے۔اس کی ماں کا نام کبشہ ہے جو امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھی یہ خاتون امام حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ ام اسحاق تمیمہ کی خدمت گذار تھی۔ابورزین نے اسی خاتون سے شادی کی تو سلیمان دنیا میں آئے۔ابن نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ امام نے یہ خط ذریعے بسدوسی کے ہاتھ روانہ کیا۔ابن امین نے لواعج الاشجان،ص۳۶پر لکھا ہے کہ امامؑ نے ان دونوں کے ہمراہ خط روانہ کیا تھا۔

۲۔بصرہ پانچ قبیلوں پر منقسم تھا اور ہر قبیلہ کا ایک رئیس تھا۔

۳۔مالک بن مسمع البکری جحدری: یہ بصرہ میں قبیلہ بنی بکر بن وائل سے متعلق تھے(طبری،ج۴،ص۵۰۵)شکست کے دن مروان بن حکم کے یہاں پناہ لی۔اس کے بعد بنی مروان اس کی حفاظت کرتے رہے اوراپنے درمیان اس کے ذریعہ سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور خود کو صاحب شرف سمجھتے رہے(طبری،ج۴،ص۵۳۶)اسکی رائے بنی امیہ کی طرف مائل تھی لہذا ابن حضرمی کے خلاف جسے معاویہ نے بصرہ روانہ کیا تھا اس نے ابن زیاد کی

Presented by Ziaraat.Com

اس وقت مدینہ کی جب وہ اپنی طرف دعوت دے رہا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۱۱۰) یہ وہی ہے جس نے یزید کی ہلاکت کے بعد ابن مرجانہ کی بیعت کرلی لیکن پھر اس نے اس کی بیعت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کے ہمراہ بیت المال پر قبضہ کر کے اسے غارت کردیا (طبری، ج۵، ص ۵۰۵) پھر یہ اس بات پر متہم ہوگیا کہ یہ چاہتا ہے کہ ابن زیاد کو دوبارہ بصرہ کے دارالامارہ کی طرف لوٹا دے۔(طبری، ج۵، ص ۵۱۲) مالک بن مسمع، بکر بن وائل جو ربیعہ یمن سے متعلق تھے کا مملوک تھا اور یہ سب کے سب ہم پیمان تھے۔ یہ بنو قیس اور انکے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ اسی طرح غزہ، شیع اللات اور ان کے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ عجل، آل؛ ذھل بن ثعلبہ اور ان کے ہم پیمان تھے۔ یشکر، وضیعہ بن ربیعہ بن نزار یہ سب کے سب خانہ بدوش تھے اور حنیفہ شہر نشین تھے (طبری، ج۵، ص ۵۱۵) پھر جب معاویہ کی خلافت کے آخری ایام اور یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں قبیلہ ”ازد“ کے افراد بصرہ میں آکر ان سے ملحق ہوگئے تو مالک بن مسمع بھی ان کے ہمراہ آیا

....

اور ان کے ہمراہ تجدید پیمان کیا۔(طبری، ج۵، ص ۵۱۶) ۶۴ھ میں ایک بار پھر تجدید پیمان کیا۔ ان کے مقابلہ میں مسعود بن عمرو المعنی تھا۔ وہ سب کے سب عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب قرشی ہاشمی سے مقابلہ کے لئے نکلے تاکہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹا سکیں۔ اس میں ان کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور مالک بن مسمع کا گھر جلا دیا گیا۔(طبری، ج۵، ص ۵۲۱) اس نے غیرت میں آکر بصرہ میں مختار کے ساتھیوں سے دفاع کیا اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ مخالفین کا ہم پیمان ہے۔(طبری، ج۶، ص ۶۸) پھر مصعب اور مختار کی جنگ میں قبیلہ بکر بن وائل کا مخالف ہوگیا (طبری، ج۶، ص ۹۵) پھر خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس کی مدد کی۔ یہ خالد وہی ہے جسے عبدالملک بن مروان نے بصرہ بلایا تھا، بعد میں اس نے خالد کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں پر چوٹ آگئی تو جنگ سے گھبرا گیا پھر اس نے عبیداللہ بن عبیداللہ بن معمر جانشین مصعب سے امن کی درخواست کی تو اس نے امان دے دیا لیکن یہ مصعب سے خوف زدہ ہوگیا اور اپنی قوم کے ساتھ ”قبیلہ ثاج“ میں ملحق ہوگیا۔(طبری، ج۶، ص ۱۵۵) اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

۴۔ احنف کا نام صخرہ بن قیس ابو بحر سعدی ہے۔ یہ عباس بن عبدالمطلب سے روایت نقل کرتا ہے (طبری ج ۱، ص ۲۶۳) ۱۷ھ میں عتبہ بن غزوان نے اہل بصرہ کے ایک وفد کے ہمراہ اسے عمر کے پاس بھیجا (طبری، ج۴، ص ۸۱) اور اہل بصرہ نے اہل فارس میں سے جن لوگوں سے ۱۷ھ میں جنگ کی اس نے بھی انہی کے ہمراہ جنگ کی عمر نے اسے خراسان کی پرچم داری دے کے فتح کے لئے بھیجا جو خود اسی کی رائے تھی (طبری، ج۴، ص ۹۴)، پھر اس نے یزد جرد پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا۔(طبری، ج۴، ص ۱۷۱) ہرات کو ۳۱ھ میں فتح کر لیا (طبری، ج۴، ص ۳۰۱) اور ”مرودود“ اہل بلخ سے صلح کرلی۔(طبری، ج۴، ص ۳۱۰۔۳۱۳) یہ بصرہ کے ان لوگوں میں سے ہے جنہیں عایشہ نے خط لکھا تھا (طبری، ج۴، ص ۴۶۱) بصرہ کے فتنہ میں اس نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا حضرت نے اسے اس کی قوم کے ہمراہ جنگ سے الگ رہنے کی دعوت دی تو اس نے اپنی قوم کو بلایا اور قوم نے بھی لبیک کہا پھر وہ ان کے ہمراہ کنارہ کش ہوگیا۔ جب جنگ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو کامیابی حاصل ہوئی تو یہ ۱۰ ہزار یا ۶ ہزار لوگوں کے ساتھ حضرت کے پاس آگیا۔(طبری، ج۴، ص ۴۹۷۔۴۶۸) بعض روایتوں میں ۴ ہزار بھی ہے۔(طبری، ج۴، ص ۵۰۱) وہاں پہنچ کر رات میں حضرتؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی (طبری، ج۴، ص ۵۴۱) پھر علی علیہ السلام کے پاس کوفہ آیا اور بصرہ میں اپنے قبیلہ والوں کو لکھا کہ فوراً کوفہ آجائیں تاکہ صفین کی جنگ میں پہنچ سکیں پس وہ سب کے سب وہاں سے سامان سفر باندھ کر عازم ہوگئے۔(واقعہ صفین، ص ۲۴) جنگ صفین میں یہ قبیلہ تمیم،

Presented by Ziaraat.Com

ضبہ اور رباب کی سربراہی کر رہا تھا(صفین، ص۱۱۷) لیکن اسے خوف تھا کہ عرب اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔(صفین، ص۳۸۷ (
حکمیت کے سلسلہ میں اس نے حضرت پر بہت زور ڈالا کہ اسے حکم بنایا جائے کیونکہ ابو موسیٰ ایک سست اور نرم خو آدمی ہے لیکن اس پر اشعث بن قیس بھڑک اٹھا اور اس کی حمیت کا انکار کر دیا۔(صفین، ۵۰۱) جنگ صفین میں اس نے مولائے کائنات سے اس بات پر پرخاش کی کہ اس کا نام مومنین کی امارت سے کیوں حذف ہوا۔(صفین، ۵۰۸) جب حکمیت کی قرارداد پڑھ کر

....

سنانے کے لئے اشعث آیا تو اس نے اسے رد کر دیا اور بنی تمیم کے ایک شخص نے اس پر حملہ کر دیا تو یمن والے قبیلہ بنی تمیم سے انتقام لینے کے لئے آ گئے ؛اس پر احنف نے بات کو ٹالا (صفین، ص۵۱۳) اور اس نے ابو موسیٰ کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو تم دھوکہ کھانے سے بچنا۔(صفین، ص۵۳۶) یہ بنی ہاشم کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کی مشاورتی کمیٹی میں تھا۔(طبری، ج۵، ص۵۳) بنی تمیم کے ۴۰۰۰، جوانوں کے ساتھ دوبارہ اس نے صفین کی طرف خروج کیا۔(طبری، ج۵، ص۷۸) ۵۰ھ میں یہ معاویہ کے پاس پہنچا اور اس سے ایک لاکھ کی اجازت لی۔(طبری، ج۵، ص۲۴۲) ۵۹ھ میں ابن زیاد نے اسے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اسے معاویہ کے پاس سب سے آخر میں پہنچایا گیا۔(طبری، ج۵، ص۳۱۷) یزید کے بعد اس نے عبید اللہ بن زیاد کی بیعت کر لی تاکہ وہ بصرہ کا امیر ہو جائے۔(طبری، ج۵، ص۵۰۷) اور اس سے عہد وپیمان لیا کہ وہ ابن زبیر کے بلانے پر آیا ہے لہٰذا جب اس نے دیکھا کہ اس کی ممانعت ہو رہی ہے تو خود ہی الگ ہو گیا۔(طبری، ج۵، ص۵۰۸ (
جب قبیلہ ''ازد'' نے جنگ کے بعد چاہا کہ ابن زیاد کو دار الامارہ کی طرف لوٹائیں تو بنو تمیم احنف کے پاس جمع ہوئے اور ابن زیاد کے دوبارہ حکومت میں لوٹنے کے سلسلہ میں شکایت کی اور یہ بھی شکوہ کیا کہ بنی تمیم کا ایک شخص قبیلہ ازد کے ہاتھوں قتل ہوا ہے تو احنف نے بنی تمیم کے ہمراہ خون خواہی اور انتقام میں ان پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے مسعود بن عمر، زعیم ازد اور مجیر بن زیاد کو قتل کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے شام بھاگ نکلا(طبری، ج۵، ص۵۱۹) پھر اس نے ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔(طبری، ج۵، ص۶۱۵) پھر اس نے مصعب بن زبیر کے ہمراہ ۶۷ھ میں مختار سے جنگ کی۔(طبری، ج۶، ص۹۵) اسی نے مصعب کو اشارہ کیا تھا کہ مختار کے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر دو جنہوں نے ہتھیار ڈال دیا ہے۔ (طبری، ج۶، ص۱۱۶) ۷۱ھ میں احنف کی آنکھیں بند ہو گئیں(طبری، ج۶، ص۱۵۷(
۵۔ منذر ابن جارود جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں قبیلہ جذعہ اور قبیلہ عبد قیس کے خاندان بکر کا سربراہ تھا۔(طبری، ج۵، ص۵۰۵) اس کی بیٹی ''بحریہ'' ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب یزید بن مفرغ حمیری نے آل زیاد کو پریشان کیا تو انھیں منذر ہی نے پناہ دی تھی اور ابن زیاد نے اسے پناہ نہیں دی ہے(طبری، ج۵، ص۳۱۸) بعد میں ابن زیاد نے اسے ہندوستان میں سندھ کے علاقہ کا والی بنا دیا۔ اصابہ، ج۳، ص۴۸۰ کے بیان کے مطابق ۶۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔
۶۔ مسعود بن عمرو بن عدی ازدی یہ بصرہ کی جنگ میں قبیلہ ازد کا قائد تھا۔(طبری، ج۴، ص۵۰۵) اسی نے ابن مرجانہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب لوگوں نے اسے برا بھلا کہا تھا اور اسکا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ یہ یزید کی موت کے بعد وہاں ۹۰، دنوں تک ٹھہرا رہا پھر وہاں سے شام نکل گیا۔(طبری، ج۵، ص۵۲۲) مسعود نے ابن زیاد کے ہمراہ قبیلہ ''ازد'' کے ۱۰۰، افراد بھیجے جن پر قرہ بن عروہ بن قیس کو سربراہ بنایا یہاں تک کہ یہ سب ابن زیاد کے ساتھ شام

Presented by Ziaraat.Com

پہنچے۔(طبری، ج۵، ص ۵۲۲)جب وہ شام کی طرف جارہاتھا۔ مسعود بن عمرو نے بصرہ کی حکومت کی درخواست کی اور وہ اپنی قوم سے نکلا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔(طبری، ج۵، ص۵۲۵)

....

داخلہ کے بعد خوارج کاایک گروہ آیااور مسجد میں داخل ہوا۔اس وقت مسعود منبر پر بیٹھاہر اس شخص سے بیعت لے رہاتھاجو وہاں آرہاتھا۔اس پر مسلم جو فارس کارہنے والا تھااور ابھی بصرہ میں آیا تھااعتراض کیاپھر مسلمان ہو کر گروہ خوارج میں داخل ہو گیا۔(طبری، ج۵، ص۵۲۵) یہ سب کے سب ۴۰۰افراد تھے جن کا تعلق بصرہ کی" اساوِرْ" قوم سے تھا جنہیں آشوربین بھی کہاجاتاہے۔یہ بصرہ کی قدیم ترین قوم ہے(طبری، ج۵، ص۵۱۹) یا"ماہ آفریدون" کے ہمراہ ۵۰۰افراد تھے جو بنی تمیم کی نمایندگی کررہے تھےاس پر سلمہ نے اس سے کہا: تم لوگ کا کہاں کاارادہ ہے؟توان لوگوں نے کہا: تمہاری ہی طرف! تواس نے کہا: تو آجاؤ! یہ سب کے سب آگئے۔(طبری، ج۵، ص۵۱۸) پس ان لوگوں نے اس کے قلب کو نشانہ بنایااور اس کو قتل کر کے نکل گئے۔اس پر قبیلہ" ازد" نے ان کی طرف خروج کیااوران میں سے بعض کو قتل اور بعض کو مجروح کر دیایہاں تک کہ ان کو بصرہ سے نکال دیا۔اور بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی لوگ ہیں جوان کی طرف بھیجے گئے تھےاور انہیں بصرہ لے کر آئے تھے، پھر بنی تمیم اور ازد کی مڈبھیڑ میں دونوں طرف سے اچھے خاصے لوگ مارے گئے، آخر کار ایک لاکھ درھم دیت پر ان لوگوں کے درمیان صلح ہوئی۔(طبری، ج۵، ص ۵۲۶)

۷۔ قیس بن ھیثم سلمی: ۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر نے مذکورہ شخص کواس کے چچاعبداللہ بن خازم کے ہمراہ خراسان کاحاکم بنادیا۔جب عبداللہ بن عامر وہاں سے نکلنے لگاتواس نے ہرات، قھستان؛طبس اور بادغیس سے ۴۰ہزار تیر اندازوں کو جمع کیا؛پس ابن عامر سے جو عہد تھاکہ ابن خازم خراسان کا امیر رہے گااس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے نکال دیا۔اس نے ایساکام جان بوجھ کر کیاتھاپھر اسے اس شہر سے نکال دیا۔(طبری، ج۴، ص۳۱۴)وہ وہاں سے بصرہ آیاتو یہ عثمان کے خلاف شورش کازمانہ تھا۔عبداللہ بن عامر کے حوالے سے عثمان نے اہل بصرہ سے مدد مانگی تھی۔عبداللہ بن عامر نے لوگوں سے مدد کی درخواست کی اس پر قیس بن ھیثم کھڑا ہوااور تقریر کرتے ہوئے اس نے لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے اکسایا، جس پر سب کے سب جلدی جلدی اس کے پاس آگئےاور وہاں آئے جہاں عثمان کا قتل ہواتھا؛پھر واپس پلٹ گئے۔(طبری، ج۵، ص۳۶۹)ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ کے عہد میں ۴۱ھ میں عبداللہ بن عامر کی گورنری میں بصرہ کی پولس کاسربراہ تھا(طبری، ج۵، ص۱۷۰) پھر ۲سال کے بعد ابن عامر نے اسے خراسان کا والی بناکر بھیجا۔(طبری، ج۵، ص۱۷۲) وہاں اس نے خراج لینے میں سستی دکھائی توعبداللہ بن عامر نے اسے معزول کرناچاہا۔عبداللہ خازم نے چاہاکہ اس کووہاں کی ولایت دے دی جائے۔جب وہ یہ لکھناچاہ رہاتھاوہاں قیس پہنچ گیااور یہ دیکھ کراس نے خراسان چھوڑدیااور آگے بڑھ گیا، اس پر ابن عامر نے اسے ۱۰۰کوڑے لگاکر ہتھکڑی بیڑی ڈال کر قید کر دیا۔(طبری، ج۵، ص۲۰۹) یہ قیس اسی ابن عامر کے ماموؤں میں شمار ہوتاتھا۔اس واقعہ کو سن کراس کی ماں نے اسے بلایااس پر اس نے قیس کو وہاں سے نکال دیا(طبری، ج۵، ص۲۱۰) اور ۴۴ھ میں قبیلہ بنی لشکر کی ایک فرد جس کانام طفیل بن عوف یشکری یاعبداللہ بنابی شیخ یشکری تھاخراسان روانہ کر دیا(طبری، ج۵، ص۲۰۹۔۲۱۳) پھر قیس بن ھیثم پر اسے ترس آگیااور اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیالہٰذااسے بصرہ کاحاکم بنادیا۔یہ اس وقت کی بات ہے جب معاویہ بصرہ آرہاتھا(طبری، ج۵، ص۲۱۳) بصرہ پہنچ کر معاویہ نے اپنی بیٹی ہند

Presented by Ziaraat.Com

اس خط کا مضمون یہ تھا: " امابعد: فان اللہ اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم علی خلقہ، أکرمہ بنبوّتہ، واختارہ لرسالتہ، ثم قبضہ اللہ الیہ وقد نصح لعبادہ وبلغ ما أرسل بہ صلیّ اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وکنّا أھلہ وأولیاءہ وأوصیاءہ وورثتہ وأحق الناس بمقامہ فی الناس، فاستأثر علینا قومنا بذالک، فرضینا وکرھنا الفرقۃ واحببنا العافیۃ، نحن نعلم انّا أحقّ بذالک الحق المستحق علینا ممن تولاّہ"(۱)

وقد أحسنوا وأصلحوا وتحروا الحق قد بعثت رسولي أليكم بھذا الكتاب وأنا أدعوکم الی کتاب اللہ وسنّۃ نبیّہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فانّ السنّۃ قد أمیتت وأن البدعۃ قد أحییت وأن تسمعوا قولي وتطیعوا أمري أھدکم سبیل الرشاد، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ "

سے اس کی شادی کر دی پھر ۴۴ھ میں اسے بصرہ سے معزول کر دیا۔ ۴۵ھ میں معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ کا والی بنادیا پس اس نے قیس بن ھیثم کو "مرو دالروز"، "فاریاب" اور "طالقان" بھیجا (طبری، ج۵، ص۲۲۴) پھر ۶۱ھ میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد یزید بن معاویہ کی طرف سے عبد الرحمن بن زیاد کے بدلے خراسان کا حاکم بنایا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عبد الرحمن نے یزید کے پاس آنا چاہا تو یزید نے اسے معزول کر دیا پس قیس بن ھیثم بھی معزول ہو گیا (طبری، ج۵، ص۳۱۶) جب یزید ہلاک ہوا تو قیس بصرہ میں تھا۔ ضحاک بن قیس نے اسے خط لکھ کر اپنی طرف بلایا (طبری، ج۵، ص۵۰۴) قیس بن ھیثم اس وقت نعمان بن صھبان راسبی کا ہمراہی تھا جب یہ فیصلہ ہو رہا تھا کہ ابن زیاد کے بعد بنی امیہ میں ولایت کا حق کس کو دیا جائے تو ان دونوں کی اتفاق رائے مضرّی ہاشمی پر ہوئی۔ (طبری، ج۵، ص۵۱۳) مثنی بن مخربہ عبدی بصری جو ۶۶ھ میں لوگوں کو مختار کی طرف بلا رہا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ کے لئے آیا۔ یہ بصرہ میں ابن زبیر کے ہمراہ ہم شر طاور ہم، قتال تھا۔ (طبری، ج۶، ص۶۷) ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ کے لئے آیا تھا اور لشکر ابن زبیر کی ۵ اہم شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج۶، ص۹۵) ۷۱ھ میں یہ لوگوں کو پیسہ دے کر لا رہا تھا تا کہ وہ ابن زبیر کے حق میں اس کے ساتھ خالد بن عبد اللہ کے مقابلہ میں لڑیں جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا بنا ہوا تھا (طبری، ج۶، ص۱۷) اور وہ اہل عراق کو مصعب کے ساتھ لڑانے سے برحذر کرتا تھا (طبری، ج۶، ص۱۵۷) اس کے سلسلہ میں آخری تحقیق یہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۷۱ھ میں مصعب کے سپاہیوں کے ساتھ عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہو۔

۱۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا اپنی حق تلفی کو برداشت کرنا فقط افتراق کے خوف اور شر سے بچنے کے لئے تھا، نہ کہ وہ لوگ رضا و رغبت سے اس زندگی کو گذار رہے تھے۔ یہی اس خاندان کی فضیلت ہے کہ اپنے فائدہ کو امت کے فائدہ پر قربان کرتے ہیں۔

امابعد: خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اپنی مخلوقات میں چن لیا اور اپنی نبوت کے ذریعہ انھیں با کرامت بنایا، اور اپنی رسالت کے لئے انھیں منتخب کر لیا، پھر خداوند عالم نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرتؐ نے بندگان خدا کی خیر خواہی فرمائی ہے اور وہ سب کچھ پہنچایا جس چیز کے ہمراہ ان کو بھیجا گیا تھا۔ جان لو کہ ہم ان کے اہل، اولیاء، اوصیاء اور وارث ہیں جو دنیا کے تمام لوگوں میں ان کے مقام و منزلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن ہماری ہی قوم نے ظلم و ستم کر کے ہمارا حق چھین لیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے، افتراق کو بُرا سمجھا اور امت کی عافیت کو پسند کیا جبکہ یہ بات ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ اس حق کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں اور اب تک جن لوگوں نے حکومت کی ہے ان میں نیکی، صلح اور حق کی آزادی میں ہم ہی اولی ہیں۔ اب میں نے تمہارے پاس اپنا یہ خط روانہ کیا ہے اور میں تم کو کتاب خدا اور اس کے نبی کی سنت کی طرف دعوت دے رہا ہوں؛ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت کو مردہ اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے۔ اب اگر تم میری بات سنتے ہو اور میرے کہے پر عمل کرتے ہو تو میں تم کو رشد و ہدایت کے راستے کی ہدایت کروں گا۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ

Presented by Ziaraat.Com

بصرہ کے اشراف میں سے جس کسی نے بھی اس خط کو پڑھا اس کو راز میں رکھا لیکن منذر بن جارود نے خوف وہراس میں آکر یہ سمجھا کہ سلیمان، عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس ہے اور یہ خط اسی کا ہے۔ اسی پندار باطل کے نتیجے میں وہ سلیمان کو اسی رات ابن زیاد کے پاس لے کر آیا جس کی صبح کو وہ کوفہ کے لئے عازم تھا اور اس کا خط اس کے سامنے پڑھ کر سنا دیا۔ اس جلاد صفت آدمی نے اس نامہ بر کو بلا کر اس کی گردن کاٹ دی اور بصرہ کے منبر پر براجمان ہو کر خطبہ دیا۔

بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ

حمد وثنائے الٰہی کے بعد اس نے کہا: ''اے بصرہ والو! میں یہاں کا حکمراں اور فرمانروا ہوں۔ میں کسی کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی زبان پر کوئی حکم جاری کرے اور میرے لئے مشکل ایجاد کرے۔ مجھے مشکلات سے کوئی ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں بید ہوں کہ ہواؤں سے لرز جاؤں؛ جو بھی مجھ سے مبارزہ کرے گا اس کے ساتھ سختی سے پیش آکر اسے درہم وبرہم کر دوں گا اور جو مجھ سے جنگ کرے گا میں اسے ذلیل کر کے نابود کر دوں گا۔(أنصف القارۃ من راماھا)(۱(

اے بصرہ والو! امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا والی بنایا ہے اور کل صبح میں وہاں جارہا ہوں یہاں میں نے تمہارے لئے عثمان بن زیاد بن ابوسفیان کو حاکم بنایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان کی مخالفت اور ان کے خلاف سازش سے پرہیز کرو! اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر مجھے کسی طرف سے ذرہ برابر بھی مخالفت کی خبر مل گئی تو اسے اور اس کے سربراہ اور دوستوں کو قتل کر دوں گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ میرے فرمانبردار ہو جاؤ اور تم میں کوئی مخالف اور جدائی پیدا کرنے والا نہ رہے۔

میں ابن زیاد ہوں اور میں اپنے باپ سے بہت زیادہ شباہت رکھتا ہوں۔ ماموں اور چچا کے بیٹوں کی شباہت مجھے اس سے جدا نہیں کر سکتی۔(۲ (

۱۔ طبری میں اسی طرح موجود ہے۔ یہ جملہ درواقع قبیلہ ''قارہ'' کے ایک جنگجو کے رجز کا ایک ٹکڑا ہے۔ زمان جاہلیت میں یہ قبیلہ تیر اندازی میں بہت معروف تھا۔ اس قبیلہ کا ایک جوان جب دوسرے گروہ سے مقابلہ پر آیا تو'' قاری'' نے اس سے کہا: اگر تم چاہو تو میں سبقت کروں اور اگر چاہو تو میں سرعت دکھاوں یا میں تیر اندازی کروں تو اس نے کہا: میں نے تیر اندازی کو اختیار کیا ہے اس پر مرد قاری نے کہا۔

قد انصف القارۃ من راماھا

اِنّا اذا ما فاءۃ نلقاھا

نردّ أولاھا علی اُخراھا

یہ کہہ کر اس نے تیر اس کی طرف چلایا جو اس کے سینہ کو چھید گیا۔ شاید یہ جملہ کہہ کر ابن زیاد نے اسی شعر کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ بنی امیہ بھی اس قبیلہ کی طرح اسی فن تیر اندازی میں ماہر تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

۲۔اپنے باپ کی شباہت کاتذکرہ کر کے یہ بیان کرناچاہتاہے کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح ظلم وجور و تشدد وانتقام کا پیکر ہوں۔اپنے ماموں کا حوالہ نہیں دیتاکیونکہ وہ عجمی ہے اور نہ ہی چچازاد بھائی یزید کاجو رنگینیوں، مستیوں، کھیل، کود، عیش ونوش، گانے بجانے کی محفلوں اور شکار میں معروف ہے لٰہذا اس کی شباہت سے بھی انکار کر دیا۔سبط بن جوزی نے اس خبر کوتذکرۃ الخواص میں ذکر کیاہے۔(ص۱۹۹ (

کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ

یہ خطبہ دے کرابن زیاد دوسرے دن صبح کوفہ کی طرف روانہ ہو گیااس کے ہمراہ مسلم بن عمرو باھلی(جس کاتذکرہ گذرچکاہے) شریک بن اعور حارثی (۱) اور اس کے نوکر چاکر نیز خاندان کے تقریباً۱۰افراد تھے(۲)۔جب وہ کوفہ میں وارد ہواتو اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھااور ایک خاص انداز سے اپنے چہرے کو چھپارکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہواکہ کوفہ والے جن کو امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی تھی اور وہ امام علیہ السلام کے انتظار میں تھے،ابن زیاد کو اس طرح دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ امام علیہ السلام ہیں لہذا وہ جس طرف سے گذر رہاتھالوگ اسے سلام کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''مرحبابک یابن رسول اللہ'' فرزند رسول خدا آپ کا آنامبارک ہو! آپ کا قدم مبارک! خیر مقدم ہے،جب اس نے دیکھاکہ یہ ساری مبارکبادی امام حسین علیہ السلام کی خوشی میں ہے تواسے برالگااور اسے غصہ آگیااور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیاتم لوگ بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہاہوں؟ یہ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں اور کس کا استقبال کر رہے ہیں؟ جب فرزند رسول کی آمد کے تصور پر بھیڑ کنٹرول سے باہر ہو گئی توابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے مسلم بن عمرو باھلی نے کہا: رک جاؤتم لوگ کس دھوکہ میں ہو،یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے،نہ کہ حسین بن علی،جب وہ محل میں داخل ہو گیااور لوگوں نے سمجھ لیاکہ یہ عبیداللہ بن زیاد ہے تواہل کوفہ شدید غمگیں و محزون ہوئے۔(۳ (

۱۔فارس کے حوض پر یہ شخص کار گزار ہواتو۳۱ھ میں وہاں مسجد بنوادی۔(طبری،ج۱،ص۳۰)جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (طبری،ج۵،ص۳۶۱) حضرت علی علیہ السلام نے جاریہ بن قدامہ جو بنی تمیم کے رجال میں شمار ہوتا تھا،کے ہمراہ اسے ابن حضرمی اور اس کے ان ساتھیوں سے لڑنے کے لئے ۳۸ھ میں بصرہ روانہ کیا جنہوں نے معاویہ کی دعوت کولبیک کہاتھا۔(طبری،ج۵،ص۱۱۲) عبداللہ بن عامر نے قبیلہ ربیعہ کے ۳۰۰جنگجو جوانوں کے ساتھ اسے مستور بن علّفہ خارجی سے جنگ کے لئے بصرہ روانہ کیا۔(طبری،ج۵،ص۱۹۳) ۵۹ھ میں عبداللہ بن زیاد کی طرف سے کرمان کا والی بنایا گیا۔(طبری،ج۵،ص۳۲۱) کوفہ پہنچنے کے بعد یہ کچھ دنوں زندہ رہاپھر مر گیااور ابن زیاد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبری،ج۵،ص۳۶۴ (

۲۔طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتاہے: جب یزید کاخط عبیداللہ بن زیاد کوملاتواس نے بصرہ سے ۵۰۰لوگوں کو منتخب کیا جس میں عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور بھی تھا۔(طبری،ج۵،ص۳۵۹(

۳۔طبری،ج۵،ص۳۵۷،ابومخنف کابیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے صقعب بن زہیر نے ابو عثمان ہندی کے حوالے سے نقل کیاہے۔یہ واقعہ شیخ مفیدؒنے ارشاد کے ص۲۰۶پراور خوارزمی نے اپنے مقتل میں بھی ذکر کیاہے۔(ص۲۰۰(

کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

جب ابن زیاد قصر میں وارد ہواتو دوسرے دن صبح کی نماز جماعت کا اعلان ہوا۔اعلان ہوتے ہی لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ابن زیاد محل سے نکلااور حمد و

Presented by Ziaraat.Com

ثنائے الٰہی کے بعد بولا: امابعد: امیر المومنین (اللہ ان کو صحیح وسالم رکھے) نے مجھے تمہارے شہر اور اس کی سرحدوں کا امیر بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے درمیان مظلوموں کو انصاف اور محروموں کو ان کا حق دوں، تمہارے درمیان جو میری باتیں سنے اور میرا مطیع ہو اس کے ساتھ نیکی کروں اور شک و تردید کرنے والوں اور معصیت کاروں کے ساتھ شدت سے پیش آؤں۔ یہ جان لو کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنے امیر کے حرف حرف کا پابند ہوں اور میں ان کے عہد و پیمان کو تمہارے سلسلے میں نافذ کر کے رہوں گا۔ میں تمہارے درمیان نیک کردار اور فرمانبردار لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہوں۔ میرا تازیانہ اور میری تلوار ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حکم اور میرے امر کی مخالفت کرے گا، پس جس کو اپنی زندگی کا پاس ہو گا وہ میرے لئے نیک کردار اور راست باز ہو گا۔ وعدو وعید کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ کہکر وہ منبر سے نیچے اترا اور شہر کے سربر آوردہ افراد سے بڑی سختی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگا: تم لوگ ناشناس اور بیگانہ افراد کے سلسلے میں لکھ کر مجھے دو اور وہ لوگ جن کی امیر المومنین کو تلاش ہے اور " حروریہ" (۱) والوں کے بارے میں بھی لکھ کر مجھے بتاؤ، اسی طرح وہ افراد جو شک و تردید کے ذریعہ اختلاف اور پھوٹ ڈالتے ہیں ان کے سلسلے میں بھی مجھے تحریر کرو، یہ جان لو کہ جو بھی مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں لکھ کر دے گا وہ آزاد ہے اور جو لکھ کر کسی ایک کے بارے میں بھی نہ دے گا وہ اپنی عرافت (۲) کے دائرہ میں ضامن ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے اور ان

۱۔ حروریہ سے مراد خوارج ہیں۔ یہ علاقہ، کوفہ کے قرب و نواح میں ہے چونکہ صفین سے پلٹتے وقت کوفہ پہنچنے سے پہلے یہ لوگ اس علاقہ میں جمع ہوئے اسی لئے انہیں حروریہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ اس زمانے میں اشراف قبیلہ اور سربر آوردہ افراد جو مورد اعتماد حکومت ہوا کرتے تھے انہیں " عرافۃ" کہا جاتا تھا۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ حکومت کو رعیت سے آشنا کرائیں اور بیت المال سے ان کے حقوق کو منظم کرائیں۔ کوفہ میں ۱۰۰ عریف تھے اہل کوفہ والوں کے حقوق و بخشش وہاں کے چار امراء کو دیئے جاتے تھے اور وہ اسے عرافہ، نقباء اور اُمناء کو دیا کرتے تھے اور یہ سربر آوردہ

میں سے کوئی بھی ہم سے بغاوت نہ کرے، اور اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور اس کا مال اور اس کی خون ریزی میرے لئے حلال ہے۔ اگر کسی عریف کے دائرہ عرافت میں کوئی امیر المومنین کا باغی پیدا ہوا جس کی گرفتاری سے پہلے اس قبیلہ کے امیر نے ہمیں خبر نہ دی تو اس کے دروازے پر اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا اور اس قبیلے کے تمام لوگوں کے ماہانہ حقوق قطع کر دئے جائیں گے اور انھیں " عمان زارہ" (۱) کے علاقہ میں شہر بدر کر دیا جائے گا۔ (۲)

ابن عباس کی گفتگو

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ کر کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا بن عم (اے چچا کے فرزند) لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل چکی ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ ذرا مجھے بتایئے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: " انی قد اجمعت المسیر فی احد یومیّ ھٰذین (۱) ان شاءاللہ تعالیٰ" میں نے ایک دو روز میں نکلنے کا قطعی فیصلہ کر رکھا ہے، ان شاءاللہ۔

۱۔ چونکہ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ بعد از ظہر ہے اور یہ وہ وقت ہے جب لوگ منیٰ کی طرف جا رہے ہوتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں (طبری، ج۵، ص۳۸۵) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن عباس اور امام علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ۶ ؍ ذی الحجہ کو انجام پذیر ہوئی ہے اور اس خبر کا مشتہر ہونا اس گفتگو سے زیادہ سے زیادہ دو دن پہلے ہے یعنی ۴ ؍ ذی الحجہ کو یہ خبر پھیل گئی کہ امام علیہ السلام مکہ ترک کرنے والے ہیں؛ لیکن اس سے قبل اس خبر کے مشتہر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا سبب ہے جس کی بنیاد پر اتنے دن مکہ میں رہنے کے بعد عین حج کے دن حج تمام ہونے سے پہلے ہی امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ دیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ جناب مسلم بن عقیل کے خط کی بنیاد پر جلدی کی، کیونکہ اس میں مرقوم تھا کہ خط ملتے ہی فوراً روانہ ہو جایئے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جناب مسلم بن عقیل نے اپنی شہادت سے ۲۷ ؍ دن قبل یعنی ۱۲ ؍ یا ۱۳ ؍ ذی القعدہ کو امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا ہے۔ ایسی صورت میں تقریباً دس (۱۰) دن کے اندر یعنی ۲۷ ؍ ذی قعدہ تک یہ خط امام علیہ السلام کو موصول ہو چکا تھا لہٰذا اگر امام علیہ السلام کو سفر کرنا ہی تھا تو انھیں دنوں میں سفر کر لیتے۔ یہ ۴ ؍ دن قبل خبر کا مشتہر ہونا اور عین حج کے موقع پر سفر کرنے کا راز کیا ہے؟ اس کا جواب ہمیں فرزدق کے سوال کے جواب میں ملتا ہے، جب راستے میں فرزدق شاعر کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے ہوئی تو اس نے بھی امام علیہ السلام سے یہی سوال کیا کہ اتنی جلدی کیا تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: " لولم أعجل لأخذت " (طبری، ج۵، ص۳۸۶) اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ مفید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے عراق کا قصد کیا تو خانہ کعبہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور اسے عمرہ قرار دے کر احرام سے خارج ہو گئے کیونکہ مولا کامل حج انجام دینے پر متمکن نہ تھے ہر آن اس کا خطرہ تھا کہ عین حج کے موقع پر آپ کو گرفتار کر کے یزید بن معاویہ تک پہنچا دیا جائے لہٰذا امام علیہ السلام فوراً مکہ سے نکل گئے۔ (ارشاد، ص۲۱۸) معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا : ماہ ذی الحجہ میں امام حسین علیہ السلام نے عمرہ انجام دیا پھر یوم الترویہ (۸ ؍ ذی الحجہ) کو عراق کی طرف کوچ کر گئے۔ یہ موقع وہ تھا کہ ادھر آپ عین حج کے موقع پر مکہ سے کوچ

ابن عباس نے کہا: میں آپ کے اس ارادہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ذرا مجھے بتایئے کہ کیا آپ اس قوم کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے اپنے ظالم اور ستمگار حکمراں کو نابود کر دیا ہے اور اپنے شہر و دیار کو ان کے چنگل سے نجات دلا دی ہے اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال بھگایا ہے؟ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا ہے تو آپ فوراً رخت سفر باندھ لیجئے لیکن اگر ان لوگوں نے آپ کو اس حال میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم ان پر مسلط اور قہر و غلبہ کے ساتھ ان پر قابض ہے، اس کے عاملین شہروں میں اس کی طرف سے مالیات وصول کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان لوگوں نے آپ کو جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے جس کی کوئی ضمانت نہیں اور نہ ہی آپ اس بات سے امن و امان میں ہیں کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں، جھٹلائیں، مخالفت کریں اور چھوڑ دیں، نیز آپ اس سے بھی امان میں نہیں ہیں کہ اگر وہ آپ کی طرف آئیں تو آپ کے سخت دشمن بن جائیں۔

کر رہے تھے ادھر حجاج کرام حج کے لئے مکہ سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے۔ ذی الحجہ میں جو حج نہ کرنا چاہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ عمرہ انجام دے لے۔

اسی طرح ابراہیم بن عمر یمانی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو ایام حج میں عمرہ انجام دے کر باہر آ جائے اور وہاں سے اپنے شہر کی طرف نکل جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: کوئی مشکل نہیں ہے پھر اپنی بات کو

Presented by Ziaraat.Com

آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: امام حسین علیہ السلام عمرہ انجام دے کر یوم الترویہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔(وسائل، ج۱۰، ص۲۴۶ (
یہی وجہ ہے کہ شیخ شوشتری نے فرمایا: دشمنوں نے پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح امام حسین علیہ السلام کو پکڑلیں یا دھوکہ سے قتل کر دیں، خواہ آپ کعبہ کی دیوار سے لپٹے ہوں۔امام علیہ السلام ان کے باطل ارادہ سے آگاہ تھے لہٰذا اپنے احرام کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا اور حج تمتع ترک کر دیا۔(الخصائص، ص۳۲، ط تبریز) شیخ طبرسی نے اعلام الوریٰ کی ایک خاص فصل میں امام علیہ السلام کے سفر کے واقعہ اور آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں پر آپ نے ارشاد میں موجود شیخ مفیدؒ کی عبارت کو تقریباً بعینہ ذکر کیا ہے اور اس کی تصریح بھی نہیں کی ہے۔اس فصل میں آپ نے انہیں باتوں کو ذکر کیا ہے جسے شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے۔ہاں وہاں کلمہ " تمام الحج" کے بجائے " اتمام الحج" کر دیا ہے جو غلط ہے اور شاید نسخہ برداروں کی خطا ہے۔اس خطا کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کلمات میں بڑا فرق ہے کیونکہ کلمہ " الاتمام" کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے احرام حج باندھ لیا تھا جبکہ کلمہ " تمام الحج" اس معنی کی طرف راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ " الارشاد" کے نسخے مختلف ہیں کیونکہ شیخ قرشی نے شیخ مفیدؒ کے کلام کو اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح طبرسی نے " اتمام الحج" نقل کیا ہے۔(ج۳، ص۵۰) یہ انھوں ں نے ارشاد کے ص۲۴۳ سے نقل کیا ہے جبکہ ہم نے ارشاد کے ص ۲۱۸ طبع حیدریہ پر " تمام الحج" دیکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔
امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: میں خدا سے طلب خیر کروں گا پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔(۱) و(۲ (

ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو

سورج آہستہ آہستہ مغرب کے دامن میں اپنا چہرہ چھپانے لگا اور شب آگئی، اسی رات یا دوسرے دن صبح ابن عباس دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یابن عم! میں بے حد صبر و تحمل سے کام لینا چاہتا ہوں لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوتا کیونکہ میں اس سفر کو آپ کے لئے بے حد خطرناک سمجھتا ہوں اور آپ کی ہلاکت سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ عراقی دھوکہ باز ہیں؛ آپ خدارا ان کے قریب نہ جایئے؛ آپ اسی شہر میں مقیم رہیں کیونکہ آپ سید حجاز ہیں۔اب اگر اہل عراق آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو خط لکھ دیجیے کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو وہاں سے بھگائیں پھر آپ وہاں جایئے؛ اور اگر آپ نے جانے کے لئے عزم بالجزم کر ہی لیا ہے تو آپ یمن روانہ ہو جائیں کیونکہ وہاں کی زمین وسیع ہے۔اس کے علاوہ وہاں آپ توحید و عدالت کی دعوت اچھی طرح دے سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کی بھرپور امید ہے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہاں کسی فشار اور طاقت فرسا رنج و غم کے بغیر انجام دے سکتے ہیں۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۳۸۳(

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ یہ بات یہاں قابل توجہ ہے کہ ابن عباس ظلم کے خلاف امام حسین علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہیں ہیں بلکہ قیام کے لئے حالات سازگار ہیں یا نہیں، اس میں انھیں شک ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی ان کے نظریہ کو رد نہیں کیا بلکہ آپ ان کو اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے لیکن اسی حال میں اپنے بلند مقصد اور اپنی رسالت کے سلسلہ میں کوشاں تھے کیونکہ آپ اسی ماحول میں نظام اموی کے خلاف قیام کو لازم سمجھ رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ''یابن عم !انی واللہ لأعلم انک ناصح(۱) ومشفق ولکنی ازمعت واجمعت علی المسیر''

یابن عم ! خدا کی قسم مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ آپ مخلص اور مشفق ہیں لیکن آپ یہ جان لیں کہ میں عزم بالجزم کر چکا ہوں اور سفر کے لئے تیار ہوں۔

ابن عباس نے کہا: اگر ایسا ہے کہ آپ حتماً جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ مخدرات اور بچوں کو نہ لیں جائیں؛ کیونکہ میں آپ کے قتل اور خاندان کی اسیری سے خوف زدہ ہوں۔(۲ (

عمر بن عبدالرحمن مخزومی کی گفتگو

عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی(۳) کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق جانے کے لئے سامان سفر باندھ چکے تو میں ان کی خدمت میں آکر ان کی ملاقات سے شرفیاب ہوا

۱۔امام حسین علیہ السلام کے اس جملہ میں کلمہ ''ناصح'' خلوص واخلاص کے معنی میں استعمال ہوا ہے، موعظہ اور نصیحت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔اس لفظ کے لئے یہ معنی جدید اور نیا ہے، اس کا اصلی معنی نہیں ہے، امام فرما رہے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ ابن عباس کی گفتار میں خلوص وشفقت اور محبت وعطوفت پنہاں ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابن عباس امام علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہ تھے بلکہ وہ اس شک وتردید میں تھے کہ قیام کے لئے حالات سازگار اور مناسب ہیں یا نہیں اور امام علیہ السلام نے بھی اس سلسلے میں ان کی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اس کے باوجود بھی وہ قیام کے لئے عازم ہیں کیونکہ وہ اس قیام کو شریعت مقدسہ کی زندگی کے لئے لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ج۵، ص ۳۸۳ (

۳۔ یہ وہی شخص ہے جسے مختار کے عہد حکومت میں عبداللہ بن زبیر نے ۶۶ھ میں کوفہ کا والی بنادیا تو مختار نے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو اس کے پاس پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں اور ستر (۷۰) ہزار درہم کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ ان درہموں کے مقابلہ میں مختار کے لئے کوفہ کی گورنری چھوڑ دے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر ان سپاہیوں سے نبرد آزما ہو جائے۔ عمر بن عبدالرحمن نے وہ درہم قبول کر لئے اور راہ�ی بصرہ ہو گیا۔(طبری، ج۶، ص ۷۱) اب رہا امام علیہ السلام کی مدح وثنا کا سوال تو اس روایت کا ناقل خود یہی شخص ہے۔اس کا دادا حارث بن ہشام اور اس کا بھائی جھل بن ہشام دونوں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے۔ہم نے اس کا تذکرہ مقدمہ میں کیا ہے۔

اور ثنائے الٰہی کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا: یابن عم !میں آپ کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں جسے مخلصانہ نصیحت کے طور پر آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اب اگر آپ مجھے اپنا خیر خواہ اور صاحب فکر سلیم سمجھتے ہیں تو میں وہ عرضداشت آپ کی خدمت میں پیش کروں ورنہ

Presented by Ziaraat.Com

میں جو کہنا چاہتا ہوں اس سے صرف نظر کر لوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: " قل فواللہ ما أظنک بسیئ الرأی ولا ھوٍ(۱) للقبیح من الأمر والفعل"

تم جو کہنا چاہتے ہو کہو، خدا کی قسم میں اس بات کا گمان بھی نہیں کرتا کہ تم میرے لئے برا تصور رکھتے ہو اور میری بھلائی نہیں چاہتے۔

عمر بن عبدالرحمن مخزومی نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں اور میں آپ کے اس سفر سے خوفزدہ ہوں؛ کیونکہ آپ ایسے شہر میں جانا چاہتے ہیں جس میں اُمراء اور عاملین دونوں موجود ہیں اور ان کی پشت پناہی کے لئے بیت المال کا ذخیرہ موجود ہے۔ قوم درہم و دینار کی غلام ہے اور میں اس سے بھی آپ کو امن وامان میں نہیں سمجھتا کہ وہی لوگ آپ سے مقابلہ اور جنگ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے جو ابھی آپ کی نصرت کا وعدہ کر رہے ہیں اور آپ کے دشمن کی دشمنی سے زیادہ آپ سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: " جزاک اللہ خیراً یابن عم! فقد واللہ علمت أنک مشیت بنصح وتکلّمت بعقل ومھما یقض من أمر یکن، أخذت برأیک أو تر کتہ فأنت عندی أحمد مشیر وأنصح ناصح"(۲) اے چچا کے فرزند خدا تم کو جزائے خیر دے! خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ تم خیر خواہی کے لئے آئے ہو اور تمہاری گفتگو میں عقل و خرد کے جلوے ہیں؛ بنابر این حسب ضرورت یا تو تمہاری رائے پر عمل کروں گا یا اسے ترک کروں گا لیکن جو بھی ہو تم میرے نزدیک اچھا مشورہ دینے والے اور بہترین خیر خواہ ہو۔

۱۔ ھو یعنی ھاویا جس کی اصل ھویٰ ہے جس کے معنی برا ارادہ رکھنے والے کے ہیں۔

۲۔ طبریؒ، ج۵، ص ۳۸۲، ہشام نے ابو مخنف کے حوالے سے کہا ہے کہ مجھ سے صقعب بن زبیر نے عمر بن عبدالرحمن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ ہم دونوں حج کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور یوم ترویہ وارد مکہ ہوئے۔ وہاں پر ہم نے سورج چڑھتے وقت حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کو خانہ کعبہ کے دروازہ اور حجر الاسود کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا، ہم دونوں ان کے نزدیک آ گئے تو عبداللہ بن زبیر کو حسینؑ سے یہ کہتے ہوئے سنا: اگر آپ یہاں قیام فرمائیں گے تو ہم بھی یہیں سکونت اختیار کریں گے اور یہاں کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں پھر ہم آپ کی پشت پناہی اور مدد کریں گے اور آپ کے مخلص و خیر خواہ ہو کر آپ کی بیعت کر لیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: " اِن أبی حدّثنی: "ان بھا کبشاً یستحلّ حرمتھا"! فما أحبّ ان أکون أنا ذالک الکبش" (۱) و(۲)

میرے بابا نے مجھ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ یہاں ایک سر برآوردہ شخص آئے گا جو اس حرم کی حرمت کو پامال کرے گا، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ سر برآوردہ شخص میں قرار پاؤں۔

ابن زبیر نے کہا: فرزند فاطمہ! آپ ذرا میرے نزدیک آیئے تو امام علیہ السلام نے اپنے کانوں کو اس کے لبوں سے نزدیک کر دیا۔ اس نے راز کی کچھ باتیں کیں پھر امام حسینؑ ہماری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: " أتدرون مایقول ابن زبیر؟" تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ابن زبیر نے کیا کہا؟

ہم نے جواب دیا: ہم آپ پر قربان ہو جائیں! ہمیں نہیں معلوم ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا کہ آپ اسی حرم میں خانہ خدا کے نزدیک قیام پذیر رہیے، میں آپ کے لئے لوگوں کو جمع کر کے آپ کی

Presented by Ziaraat.Com

فرمانبرداری کی دعوت دوں گا۔ پھر حسینؑ نے فرمایا:

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو جناب یحیٰبن ابی حیہ نے عدی بن حرملہ اسدی سے،اس نے عبداللہ سے اس حدیث کو نقل کیاہے۔(طبری،ج۵،ص ۳۸۴)

۲۔الکبش: اس نر بکرے کو کہتے ہیں جو عام طور پر گلہ کے آگے رہتاہے۔یہ در واقع تشبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی امر کی قیادت کرتے ہیں۔اس حدیث کے ذریعہ سے امام علیہ السلام نے ابن زبیر کو یاد دلایا کہ شاید یاد آوری اس کو فائدہ پہنچائے لیکن یاد آوری تو مومنین کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔ ''فان الذکری تنفع المومنین''

''واللہ لئن اُقتل خارجاً منھا بشبر اُحبّ الیّ من اُن اُقتل داخلاً منھا بشبر و ایم اللہ لو کنت فی حجر ھامة من ھٰذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا فیّ حاجتھم، واللہ لیعتدنّ علیّ کما اعتدت الیھود فی السبت'' (۱) و(۲)

خدا کی قسم ! اگر میں حرم سے ایک بالشت دور قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں حرم کے اندر قتل کر دیا جاؤں،خدا کی قسم ! اگر میں حشرات الارض کے سوراخ میں بھی چلا جاؤں تو بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر میرے سلسلہ میں اپنی حاجت اور خواہش پوری کر کے ہی دم لیں گے۔خدا کی قسم ! یہ لوگ اس طرح مجھ پر ظلم و ستم روا رکھیں گے جس طرح روز شنبہ یہودیوں نے ظلم و ستم کیا تھا۔

عمرو بن سعید اشدق کا موقف

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی اختیار کی تو مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن عاص(۳) کے نمائندوں نے یحیٰ ابن سعید(۴) کی سربراہی میں حضرت پر اعتراض کیا۔اور سب کے سب

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو سعید عقیصا نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں...۔(طبری،ج۵،ص ۳۸۵)

۲۔یہ وہ بہترین جواب ہے جو امام حسین علیہ السلام نے تمام سوالوں کے جواب میں بہت مختصر طور پر دیا ہے کہ بہر حال بنی امیہ کو حضرت کی تلاش ہے؛ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ پر ظلم و ستم کریں گے پس ایسی صورت میں لازم ہے کہ آپ فوراً مکہ چھوڑ دیں تاکہ آپ کی مثال بکری کے اس گلہ کے بکرے کی جیسی نہ ہو جائے جو آگے آگے رہتا ہے جس کا ذکر آپ کے والد حضرت امیر المومنینؑ نے کیا تھا۔اسی خوف سے آپ فوراً نکل گئے کہ کہیں آپ کی اور آپ کے خاندان کی بے حرمتی نہ ہو جائے اور ادھر اہل کوفہ کی دعوت کا جواب بھی ہو جائے گا جو آپ کے لئے ان پر اتمام حجت ہو گی تاکہ یہ الزام نہ آئے کہ رسولؐ خدا کے بعد امت کے لئے کوئی حجت نہ تھی اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ کی جانب سے تو پیغمبروں کے بعد ہمارے لئے کوئی حجت ہی نہ تھی۔''لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسول'' (سور� ۂ نساء ۱۶۵)اور تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے:'' لولا اُرسلت الینا رسولاً منذراً و اُقمت لنا علماً ھادیاً فنتبع آیاتک'' تو نے ہم تک ڈرانے والا کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا اور ہمارے لئے کوئی ہدایت کرنے والی نشانی کیوں نہ قائم کی تاکہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔اہم بات یہ ہے کہ اس وحشت و خوف کے ماحول میں کوفہ نہ جاتے تو اور کہاں جاتے؛جب کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ

Presented by Ziaraat.Com

کر دی گئی تھی۔

امام علیہ السلام سے کہنے لگے: اپنے ارادہ سے منصرف ہو جایئے! آپ کہاں جارہے ہیں! امام علیہ السلام نے انکار کیااور دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ انھوں نے تازیانہ بلند کر لیالیکن امام علیہ السلام اپنی راہ پر گامزن رہے۔جب امام علیہ السلام کوان لوگوں نے جاتے ہوئے دیکھاتوبلند آواز میں پکار کر کہا: اے حسین! کیاتم اللہ سے نہیں ڈرتے جو جماعت سے نکل کر اس امت کے درمیان

۳۔جب عمروبن سعید مدینہ کاوالی ہواتواس نے عبید اللہ بن ابی رافع جوامام علی بن ابیطالبؑ کے کاتب تھے، کو بلایااوران سے پوچھا: تمہارامولا کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)(یہ ابورافع،ابواحیحہ سعید بن عاص اکبر کے غلام تھے جو سعید بن عاص کے بیٹوں کو میراث میں ملے تھے۔ان میں سے تین بیٹوں نے اپناحصہ آزاد کر دیااور یہ سب کے سب جنگ بدر میں مارڈالے گئےاور ایک بیٹے خالد بن سعید نے اپناحصہ رسولؐ خداکوھبہ کر دیاتوآپ نے اسے آزاد کر یا) یہ سنتے ہی اس نے سو کوڑے لگائے پھرپوچھاتیرامالک ومولا کون ہے؟انہوں نے پھر جواب دیا:رسول خدا! تواس نے پھر سو کوڑے لگائے۔یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا،وہ پوچھتاجاتاتھااور یہ جواب میں کہتے جاتے تھے: رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ کوڑے برسائے جاتاتھایہاں تک کہ پانچ سو کوڑے مارےاور پھر پوچھاکہ تمہارامولاومالک کون ہے؟توتاب نہ لاکر عبید اللہ بن ابورافع نے کہہ دیا: تم لوگ میرے مالک ومختار ہو۔یہی وجہ ہے کہ جب عبد الملک نے عمروبن سعید کو قتل کیاتوعبید اللہ بن ابی رافع نے شعر میں قاتل کاشکریہ اداکیا۔(طبری،ج۳،ص۱۷۰(

عمروبن سعید نےابن زبیر سے جنگ کی۔(طبری،ج۵،ص۳۴۳) اور جو بھی ابن زبیر کاطرفدار تھااسے مدینہ میں مارڈالا تھا۔جن میں سے ایک محمد بن عمار بن یاسر تھے۔اس نے ان میں سے چالیس یاپچاس یاساٹھ لوگوں کومارا ہے۔(طبری،ج۵،ص۳۴۴) جب اس تک امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تواس نے خوشیاں منائیں اور جب بنی ہاشم کی عورتوں کابین سناتو کہنے لگا کہ یہ بین عثمان کے قتل پرانکے گھر کی عورتوں کے بین کاجواب ہے پھر یہ منبرپر گیااور لوگوں کواس سے باخبر کیا۔اس کے بعد یزید کو معلوم ہواکہ عمروبن سعید،ابن زبیر سے رفق ومحبت سے پیش آرہاہےاوراس پر تشدد نہیں کررہاہے توکیم ذی الحجہ ۶۱ھ کواسے معزول کر دیا۔(طبری،ج۵،ص۴۷۷) تو یہ اٹھکر یزید کے پاس آیااوراس سے معذرت خواہی کی۔(طبری،ج۵،ص۴۷۹) اس کاباپ سعید بن عاص،معاویہ کے زمانے میں مدینہ کاوالی تھا۔(طبری،ج۵،ص۲۴۱ (

۴۔یہ عمروبن سعید کابھائی ہے۔اس نے شام میں عبد الملک کے دربار میں ان ایک ہزار جوانوں کے ساتھ اپنے بھائی کی مدد کی جواس کے ساتھی اور غلام تھے لیکن آخر میں وہ سب بھاگ گئےاوراسے قید کر لیاگیاپھر آزاد کر دیاگیاتو یہ ابن زبیر سے ملحق ہوگیا۔(طبری،ج۶،ص۱۴۳،۱۴۷) پھر کوفہ روانہ ہوگیااوراپنے ماموؤں کے پاس پناہ لی جو جعفی قبیلہ سے متعلق تھے۔جب عبد الملک کوفہ میں داخل ہوااور لوگوں نے اس کی بیعت کرناشروع کر دی تواس نے بھی اس کی بیعت کر لی اورامن کی درخواست کی۔(طبری،ج۶،ص۱۶۲(

تفرقہ اندازی کر رہے ہو! ان لوگوں کی باتیں سن کر امام علیہ السلام نے قران مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: لِیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْ ئٌ مِمَّا تَعْمَلُوْنَ" (۱) و(۲ (

اگروہ تم کو جھٹلائیں توتم کہہ دو کہ ہماراعمل ہمارے لئےاور تمہاری کارستانی تمہارے لئے ہے،جو کچھ میں کرتاہوں اس کے تم ذمہ دار نہیں اور جو کچھ تم

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔

عبداللہ بن جعفر کا خط

چوتھے امام حضرت علی بن حسین بن علی (علیہم السلام) کا بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے نکل رہے تھے تو عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب (۳) نے ایک خط لکھ کر اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد (۴) کے ہمراہ روانہ کیا جس کی عبارت یہ ہے :

۱۔ سور� ۂ یونس، ۴۱

۲۔ طبری، ج۵، ص ۳۸۵، ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۳۔ آپ جنگ جمل میں امیر المومنین کے لشکر میں تھے اور عائشہ کو مدینہ پہنچانے میں آپ نے آنحضرت کی مدد فرمائی تھی۔ (طبری، ج۴، ص ۵۱۰) آپ کی ذات وہ ہے جس سے حضرت امیر المومنین کوفہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے حضرت کو مشورہ دیا تھا کہ محمد بن ابی بکر جو آپ کے مادری بھائی بھی تھے، کو مصر کا والی بنا دیجئے۔ (طبری، ج۴، ص ۵۵۴) آپ جنگ صفین میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور آپ کے حق میں بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔ (طبری، ج۵، ص ۱۴۸) بنی امیہ کے خلاف امام حسن علیہ السلام کے قیام میں بھی آپ ان کے مددگار تھے (طبری ، ج۵، ص ۱۶۰) اور جب صلح کے بعد سب مدینہ لوٹنے لگے تو دونوں اماموں کے ہمراہ آپ بھی مدینہ لوٹ گئے۔ (طبری، ج۵، ص ۱۶۵) آپ کے دونوں فرزند عون و محمد امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب آپ تک ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: "واللہ لو شھدتہ، لَأحببت الّا أفارقہ حتی أقتل معہ" خدا کی قسم اگر میں موجود ہوتا تو واقعاً مجھے یہ محبوب تھا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ ان کے ہمراہ قتل ہو جاؤں۔ (طبری ج۵، ص ۴۶۶)

۴۔ یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر سر فراز ہوئے۔ طبری کے بیان کے مطابق عون کی ماں جمانہ بنت مسیب بن نجبہ بن فنرازی ہیں (مسیب بن نجبہ توابین کے زعماء میں شمار ہوتے ہیں) اور محمد کی ماں خوصاء بنت خصفہ بنت ثقیف ہیں جو قبیلہ بکر بن وائل سے متعلق ہیں۔

"امابعد، فانّی أسألک باللہ لما انصرفت حین تنظر فی کتابی فانّی مشفق علیک من الوجہ الذی تتوجہ لہ أن یکون فیہ ھلاکک واستئصال اھل بیتک، أن ھلکت الیوم طفیٔ نور الارض فانک علم المھتدین ورجاء المؤمنین، فلا تعجل بالسیر فانّی فی أثر الکتاب؛ والسلام"

امابعد: جب آپ کی نگاہ میرے خط پر پڑے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے ارادہ سے منصرف ہو جایئے؛ کیونکہ آپ نے جس طرف کا رخ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی اسیری ہے اور اگر آپ دنیا سے گذر گئے تو زمین کا نور خاموش ہو جائے گا؛ کیوں کہ آپ ہدایت یافتہ افراد کے پرچمدار اور مومنین کی امید ہیں؛ لٰہذا آپ سفر میں جلدی نہ کریں۔ میں اس خط کے پہنچتے پہنچتے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہو رہا ہوں۔ والسلام

عبداللہ بن جعفر اس خط کے فوراً بعد عمرو بن سعید بن عاص کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: حسین (علیہ السلام) کو ایک خط لکھو جس

Presented by Ziaraat.Com

میں تم ان کے امن وامان کا تذکرہ کرو،اس میں ان سے نیکی اور صلہ رحم کی تمنا و آرزو کرو اور اطمینان دلاؤ،ان سے پلٹنے کی درخواست کرو، شائد وہ تمہاری باتوں سے مطمئن ہو کر پلٹ آئیں اور اس خط کو اپنے بھائی یحیٰ ابن سعید کے ہمراہ روانہ کرو؛ کیونکہ وہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے وہ مطمئن ہوں اور ان کو یقین ہو جائے کہ تم اپنے قصد میں مصمم ہو۔ عمرو بن سعید نے عبداللہ بن جعفر کو جواب دیتے ہوئے کہا: تم جو چاہتے ہو لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اس پر مہر لگا دوں گا، بنا بریں عبداللہ بن جعفر نے اس طرح نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط عمرو بن سعید کی جانب سے حسین بن علی کے نام ہے۔

امابعد: میں خداوند متعال سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو ان چیزوں سے منصرف کردے جس میں آپ کا رنج وملال ہے اور جس میں آپ کی ہدایت ہے اس طرف آپ کو سرفراز کرے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے عراق کا رخ کیا ہے۔

خداوند عالم آپ کو حکومت کی کشمکش اور مخالفت سے محفوظ رکھے؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت ہے۔ میں آپ کی طرف عبداللہ بن جعفر اور یحیٰبن سعید کو روانہ کر رہا ہوں؛ آپ ان دونوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لے آیئے کیونکہ میرے پاس آپ کے لئے امان، صلہ رحم، نیکی اور خانہ خدا کے پاس بہترین جائیگاہ ہے۔ میں خداوند عالم کو اس سلسلے میں گواہ، کفیل، ناظر اور وکیل قرار دیتا ہوں۔ والسلام

خط لکھ کر آپ اسے عمرو بن سعید کے پاس لے کر آئے اور اس سے کہا: اس پر مہر لگاؤ تو اس نے فوراً اس پر اپنی مہر لگا دی اور اس خط کو لے کر عبداللہ بن جعفر اور یحیٰ امام علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی خدمت میں یحیٰ ابن سعید نے خط پڑھا تو امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن سعید کو خط کا جواب اس طرح لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد، فانہ لم یشاقق اللہ ورسولہ من دعا الی اللہ عزّ و جلّ و عمل صالحاً و قال انّنی من المسلمین؛ و قد دعوت الی الامان والبرّ والصلة فخیر الامان امان اللہ و لن یؤمّن اللہ یوم القیامة من لم یخفہ فی الدنیا، فنسأل اللہ مخافة فی الدنیا توجب لنا أمانہ یوم القیامة فان کنت نویت بالکتاب صلتی و برّی فجُزیتَ خیراً فی الدنیا والآخرة۔ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم، امابعد، ہر وہ شخص جو لوگوں کو خدائے عزّ و جلّ کی طرف دعوت دیتا ہے اور عمل صالح انجام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ خدا اور رسول کی مخالفت نہیں کرتا ہے اور تم نے جو مجھے امان، نیکی اور صلہ رحم کی دعوت دی ہے تو جان لو کہ بہترین امان خداوند متعال کی امان ہے اور قیامت میں وہ شخص اللہ کی امان میں نہیں ہے جو دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ میں دنیا میں خدا سے اس خوف کی درخواست کرتا ہوں جو آخرت میں قیامت کے دن ہمارے لئے امان کا باعث ہو۔ اب اگر تم نے اپنے خط کے ذریعہ میرے ساتھ صلہ رحم اور نیکی کی نیت کی ہے تو تم کو دنیا و آخرت میں اس کی جزا ملے گی۔

وہ دونوں امام علیہ السلام کا جواب لے کر عمرو بن سعید کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم دونوں نے تمہارے خط کو ان کے سامنے پڑھا اور اس سلسلے میں بڑی کوشش بھی کی لیکن اس سلسلہ میں ان کا عذر یہ تھا کہ وہ فرمارہے تھے: "انّی رأیت رؤیا فیھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم و اُمرتُ فیھا بأمرٍ أنا ماضٍ لہ، علیّ کان أولی"

میں نے ایک ملکوتی خواب دیکھا ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم موجود تھے۔ اس خواب میں آپ نے مجھ کو ایک چیز کا حکم دیا گیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔میں اس پر ضرور عمل کروں گااور یہ مجھ پر سب سے زیادہ اولی ہے۔

جب ان دونوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا:" ماحدثت بھا أحداًوما أنا محدّث بھا حتی ألقی ربّی "(۱) اور(۲) میں یہ خواب کسی سے بیان نہیں کر سکتااور نہ ہی میں یہ خواب کسی سے بیان کرنے والاہوں یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کرلوں۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے علی بن الحسین (علیہماالسلام) کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۳۸۸ (

۲۔امام علیہ السلام یہ مناسب نہیں دیکھ رہے تھے کہ اپنے سفر کے راز سے سب کو آشنا کرتے کیونکہ انسان جو کچھ جانتا ہے وہ سب بیان نہیں کر دیتا ہے خصوصاً جبکہ انسان ظرف وجود کے لحاظ سے مختلف ومتفاوت ہوں اور امام علیہ السلام پر واجب ہے کہ ہر شخص کو اس کے وجود کی وسعت اور معرفت کی گنجائش کے اعتبار سے آشنائی بہم پہنچائیں،اسی لئے امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک واقعی جواب دیدیا کہ " لم یشاقق اللہ ورسولہ من دعاالی اللہ وعمل صالحاً...وخیر الامان أمان اللہ ولن یؤمن اللہ یوم القیامۃ من لم یخفہ فی الدنیافنسأل اللہ مخافۃ فی الدنیاتوجب لنا أمانہ یوم القیامہ "

اور جب وہ لوگ اس جواب سے قانع نہ ہوئے تو امام علیہ السلام نے کہہ دیا کہ آپ کو ایک ایسے خواب میں حکم دیا گیا ہے جس میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے کہ آپ اپنے سفر کو جاری رکھیں؛ لیکن آپ نے اس خواب کو بیان نہیں کیااور یہ کہہ کر بات تمام کردی: " وما أنا محدث لھا حتی ألقی ربی "

شاید یہیں پر احمد بن اعثم کوفی متوفی ۳۱۰ھ نے امام علیہ السلام کے اس خواب کا تذکرہ کردیا ہے جو آپ نے اپنے جد کی قبر پر مدینہ میں دیکھا تھا لیکن یہ کیسے معلوم کہ یہ خواب وہی ہے؟ جب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خواب خدا کی ملاقات سے قبل میں کسی سے بھی بیان نہیں کروں گا یعنی یہ وہی بات ہے جس کا میں نے عہد کیا ہے۔واللہ اعلم بہ،اللہ اس سے بہتر آگاہ ہے۔

راستہ کی منزلیں

پہلی منزل: تنعیم

دوسری منزل: صفاح

تیسری منزل: حاجر

چوتھی منزل: چشمۂ آب

پانچویں منزل: خزیمیہ

زہیر بن قین کاامام علیہ السلام سے ملحق ہونا

ایک اور نامہ

Presented by Ziaraat.Com

چھٹی منزل: زرود

ساتویں منزل: ثعلبیہ

آٹھویں منزل: زبالہ

نویں منزل: درّہ عقبہ

دسویں منزل: شراف

گیارہویں منزل: ذوحسم

بارہویں منزل: البیضہ

تیرہویں منزل: عذیب الھجانات

چودہویں منزل: قصر بنی مقاتل

قربان گاہ عشق نینوا

راستہ کی چودہ (۱۴) منزلیں

پہلی منزل: تنعیم (۱)

امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا اور راستہ میں آپ کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جسے تنعیم کہتے ہیں۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی جسے بحیر بن ریسان حمیری (۲) نے یزید بن معاویہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ شخص یمن میں یزید کا کارگزار تھا۔ اس قافلہ کے ہمراہ الورس (۳) اور بہت سارے شاہانہ لباس تھے جسے عامل یمن نے یزید کے پاس روانہ کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس کاروان کے سارے بار کو اپنی گرفت میں لے لیا اور قافلہ والوں سے فرمایا: " لا أکرھکم من أحب أن یمضی معنا الی العراق أوفینا کراءہ و أحسنا صحبتہ، و من أحب أن یفار قنا من مکاننا ھذا أعطیناہ من الکراء علیٰ قدر ما قطع من الارض "

۱۔ یہ مکہ سے دو فرسخ پر ایک جگہ ہے جیسا کی معجم البلدان ج ۲، ص ۴۱۶ پر مرقوم ہے۔ مکہ کے داہنی جانب ایک پہاڑ ہے جسے تنعیم کہتے ہیں اور شمالی حصہ میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جسے "ناعم" کہتے ہیں اور اس وادی کو "نعیمان" کہتے ہیں۔ وہاں پر ایک مسجد موجود ہے جو قریب ترین میقات اور حرم سے نزدیک ترین احرام سے باہر آنے کی جگہ ہے آج کل یہ جگہ مکہ کے مرکزی علاقہ سے ۶، کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک فرسخ ہے نہ کہ دو فرسخ۔ اس وقت شہر سے لے کر یہاں تک پورا ایک متصل اور وسیع علاقہ ہے جو مدینہ یا جدہ سے مکہ آنا چاہتا ہے اسے ادھر ہی سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ گویا یہ وہی شخص ہے جو علم نجوم میں صاحب نظر تھا کیونکہ اس نے عبداللہ بن مطیع کو بتایا تھا کہ جب ابن زبیر قیام کرے گا تو وہ کوفہ کا والی بنے گا۔(طبری، ج۶، ص۹) طاوؤس یمانی جو بہت معروف ہیں اس شخص کے آقا تھے۔ طاوؤس یمانی نے مکہ میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔(طبری، ج۶، ص۲۹)

۳۔ الورس؛ یہ خاص قسم کی گھاس ہے جو تل کی طرح ہوتی ہے اور رنگ ریزی کے کام آتی ہے اور اس سے زعفران بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ گھاس یمن کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتی ہے۔

ممکن ہے کہ بادی النظر فکر میں کسی کو امام علیہ السلام کا یہ فعل العیاذ باللہ نامناسب لگے کہ آپ نے درمیان سے قافلہ

میں تم لوگوں پر کوئی زبردستی نہیں کرتا لیکن تم میں جو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ عراق چلے تو ہم اس کو کرایہ سفر بھی دیں گے اور اس کی ہمراہی کو خوش آمدید بھی کہیں گے اور جو ہم سے یہیں سے جدا ہونا چاہتا ہے اسے بھی ہم اتنا کرایہ سفر دے دیں گے کہ وہ اپنے وطن تک پہنچ جائے۔

امام علیہ السلام کی اس دلنشین گفتار کے بعد جو بھی اس قافلہ نور سے جدا ہوا اسے امام علیہ السلام نے اس کا حق دے دیا اور جس نے رکنا چاہا اسے کرایہ دینے کے علاوہ امام علیہ السلام نے لباس بھی عطا کیا۔(۱(

دوسری منزل: الصفاح(۲(

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ پہلی منزل سے چلنے کے بعد ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے ہمراہ دوسری منزل پر پہنچے جسے'' الصفاح'' کہتے ہیں اور وہاں ہماری ملاقات فرزدق بن غالب (۳) شاعر سے ہوئی۔ وہ حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: خدا وند متعال آپ کی حاجت کو پورا کرے اور آپ کی تمنا و آرزو کو منزل مراد تک پہنچائے۔

کے بار کو اپنی گرفت میں کیوں لیا؟ یہ تو غصب ہے لیکن وہ افراد جو تاریخ کی ابجد خوانی سے بھی واقف ہوں گے وہ بالکل اس کے برعکس فیصلہ کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق تو امام علیہ السلام کا کام غلط ہو ہی نہیں سکتا، انھوں نے جو کیا وہی حق ہے لیکن ایک غیر کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کافی ہوگی اور جب وہ تاریخ کے اوراق میں امام حسن علیہ السلام کی صلح کے شرائط پر نگاہ ڈالے گا تو ظاہری اعتبار سے بھی یزید کا تخت حکومت پر براجمان ہونا غلط ثابت ہوگا اور وہ ایک باغی شمار کیا جائے گا جس نے مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کیا ہے اور امام حسین علیہ السلام امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائیں گے جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش صرف کر کے اس غاصب و باغی تک اموال مسلمین پہنچنے سے مانع ہوں پس یمن کے اس قافلہ کو روک کر اموال کو اپنی گرفت میں لینا امام علیہ السلام کا اولین فریضہ تھا لہٰذا ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے قافلہ والوں سے بڑی دلنشین گفتگو کی جب کہ ظالم و جابر حکومت کی نگاہ میں ایسے افراد لائق گردن زدنی یا قابل قید و بند ہوتے ہیں۔(مترجم (

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۳۸۵(

۲۔ یہ جگہ حنین اور انصاب الحرم کے درمیان ہے جو بہت آسانی سے مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔

۳۔ اس شخص کا نام ھمام بن غالب بن صعصہ ہے۔ ان کے دونوں چچا'' ذھیل'' اور'' زحاف''بصرہ میں زیاد بن سمیہ کے دیوان میں دو دو ہزار بخشش لیا

Presented by Ziaraat.Com

کرتے تھے۔انھوں نے بنی نہشل اور فقیم کی ہجو میں اشعار کہے توان دونوں نے زیاد سے جا کر ان کی

امام علیہ السلام نے اس سے کہا: ''بیّن لنا نبأالناس خلفک'' تم جس شہر اور جہاں کے لوگوں کواپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبریں ہمارے لئے بیان کرو۔فرزدق نے کہا: آپ نے واقف کار شخص سے سوال کیا ہے توسنئے:'' قلوب الناس معک ''لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں'' وسیو فھم مع بنی امیہ ''اوران کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں'' والقضاءینزل من السماء'' لیکن فیصلہ وقضاتوخداوند عالم کی طرف سے ہے ''واللہ یفعل مایشاء'' اوراللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: تم نے سچ کہا،اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے؛ہمارے رب کی روزانہ اپنی ایک خاص شان ہے لہٰذا اگراس کا فیصلہ ایسا ہوا جو ہمیں محبوب ہے تواس کی نعمتوں پراس کا شکرادا کریں گے اور شکر کی ادائیگی میں وہ ہمارا مددگار ہے اوراگر فیصلہ الٰہی ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہو گیا تب بھی اس شخص کے لئے کچھ نہیں ہے جس کی نیت حق اور جس کی سرشت تقویٰ ہے۔یہ کہہ کر

شکایت کی۔جب اس نے فرزدق کو طلب کیا تو یہ وہاں سے بھاگ گئے۔اس کے بعد نوبت یہ آگئی جب زیاد بصرہ آتا تھا تو فرزدق کوفہ آجاتے تھے اور جب وہ کوفہ آتا تھا تو فرزدق بصرہ روانہ ہو جاتے تھے۔واضح رہے کہ زیاد ۶مہینہ بصرہ رہتا تھا اور ۶مہینہ کوفہ کے امور سنبھالتا تھا۔اس کے بعد یہ حجاز چلے گئے اور وہیں مکہ و مدینہ میں رہنے لگے۔اس طرح زیاد کی شرارتوں سے بچ کر سعید بن عاص کی پناہ میں رہنے لگے یہاں تک کہ زیاد ہلاک ہو گیا(طبری،ج۵، ص۲۴۲،۲۵۰)توانھوں نے اس کی ہجو میں مرثیہ کہا :

بکیت امرءًامن آل سفیان کافراً ککسری علی عدوانہ اَوکقیصراً(طبری،ج۵،ص۲۹۰)میں نے آل سفیان کے ایک مرد پر گریہ کیا جو کافر تھا جیسے قیصر و کسری اپنے دشمن پر روتے ہیں۔

ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد یہ دوبارہ بصرہ پلٹ گئے اور وہیں رہنے لگے۔۶۰ھ میں یہ اپنی ماں کے ہمراہ حج پر آرہے تھے جب ان کی امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی شاید اسی لئے حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں حاضری نہ دے سکے۔(طبری،ج۵،ص۳۸۶) انھوں نے حجاج کے لئے بھی شعر کہے ہیں۔(طبری،ج۶،ص۳۸۰و۳۹۴) سلیمان بن عبدالملک کے محل میں بھی ان کی آمد ورفت تھی۔(طبری،ج۵،ص۵۴۸)۱۰۲ھ تک یہ شاعر زندہ رہے۔(طبری،ج۵،ص۲۴۲،۲۵۰) بنی نہشل کی ہجو میں جب انھوں نے اشعار کہے تھے تو یہ جوان تھے بلکہ ایک نوجوان اعرابی تھے جو دیہات سے آئے تھے۔(طبری،ج۵،ص۲۴۲) ایسی صورت میں امام علیہ السلام سے ملاقات کے وقت ان کی عمر ۳۰سال سے کم تھی۔

امام علیہ السلام نے اپنی سواری کو حرکت دی تو انھوں نے امام کو سلام کیا اور دونوں جدا ہو گئے۔(۱)و(۲(

جب عبیداللہ بن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف آرہے ہیں تو اس نے اپنی پولس کے سربراہ حصین بن تمیم تمیمی کو روانہ کیا۔ اس نے مقام قادسیہ میں آکر پڑاؤ ڈالا اور قادسیہ (۳) وخفان (۴) کے درمیان اپنی فوج کو منظم کیا اسی طرح قادسیہ اور قطقطانہ (۵)اور لعلع کے درمیان اپنی فوج کو منظم کرکے کمین میں لگا دیا۔(۶ (

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابی جناب نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۳۸۶) یہ بیان اس بیان سے میل نہیں کھاتا جو ان دونوں سے عنقریب بیان ہو گا کہ یہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ مقام'' زرود میں امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے اور یہ منزل صفاح کے بعد کوفہ کے راستہ میں چند منازل کے بعد ہے مگر یہ کہا جائے کہ ان کے قول ''اقبلنا حتی انتھینا'' کا مطلب یہ ہو کہ ہم لوگ کوفہ سے روانہ ہو کر صفاح تک پہنچے جو مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے پھر مناسک حج انجام دینے کے بعد منزل زرود میں امام علیہ السلام سے دوبارہ ملحق ہو گئے۔

۲۔ طبری نے کہا: ہشام نے عوانہ بن حکم کے حوالے سے، اس نے لبطہ بن فرزدق بن غالب سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ اس کے باپ نے کہا: میں نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا اور ایام حج میں حرم میں داخل ہوا تو دیکھا حسین بن علی مکہ سے نکل رہے ہیں میں ان کے پاس آیا اور عرض کی: بأبی أنت و أمی یا بن رسول اللہ! ما اعجلک عن الحج؟ فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں! آپ کو اتنی بھی کیا جلدی تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: لولم أعجل لأخذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا ممن أنت؟ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تو میں نے جواب دیا: میں عراق کا رہنے والا ایک شخص ہوں؛ خدا کی قسم! اس سے زیادہ انھوں نے میرے بارے میں تفتیش نہیں کی؛ بس اتنا فرمایا: جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو مجھے ان کی خبر بتاؤ تو میں نے کہا: انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں اور قضاء اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے سچ کہا! پھر میں نے نذر اور مناسک حج کے سلسلہ میں کچھ سوالات کئے تو آپ نے اس کے جواب سے مجھے بہرہ مند فرمایا۔(طبری، ج۵، ص۳۸۶)

۳۔ قادسیہ اور کوفہ کے درمیان ۱۵؍ فرسخ کی مسافت ہے اور اس کے وعذیب کے درمیان ۴؍ میل کا فاصلہ ہے اور اسے دیوانیہ کہتے ہیں۔ حجاز کے دیہات کی طرف یہ (قادسیہ) عراق کا سب سے پہلا بڑا شہر ہے۔ اسی جگہ پر عراق کی سب سے پہلی جنگ بنام جنگ قادسیہ سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ہوئی ہے۔

۴۔ یہ ایک قریہ ہے جو کوفہ سے نزدیک ہے جہاں بنی عباس کا ایک پانی کا چشمہ ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج۳، ص۱۵۱ پر موجود ہے۔

۵۔ قطقطانہ، رہیمہ سے کوفہ کی طرف تقریباً ۲۰؍ میل کے فاصلہ پر ہے۔(طبری، ج۷، ص۱۲۵) یعقوبی کا بیان ہے: جب امام علیہ السلام کو مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ قطقطانہ میں تھے۔(طبری، ج۲، ص۲۳۰(

۶۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یونس بن ابی اسحاق سبیعی نے اس کی روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۳۹۴(

تیسری منزل: حاجر(۱(

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوتے ہوئے حاجر بطن رمہ (۲) تک پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے ہمراہ اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم! من الحسین بن علی الی اخوانہ من المومنین والمسلمین، سلام علیکم: فانّی أحمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو، أما بعد، فان کتاب مسلم بن عقیل جاءنی یخبرنی فیہ بحسن رأیکم واجتماع ملئکم علی نصرنا والطلب بحقنا فسألت اللہ أن یحسن لنا الصنع و أن یثیبکم علی ذالک أعظم الاجر، وقد شخصت من مکۃ یوم الثلاثاء لثمان مضین من ذی الحجہ یوم الترویۃ فاذا قدم علیکم رسولی فاکمشوا أمرکم وجدّوا، فانی قادم علیکم فی أیامی ھذہ، ان شاء اللہ؛ والسلام علیکم ورحمۃ

Presented by Ziaraat.Com

اللہ وبرکاتہ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم ! یہ خط حسین بن علی کی جانب سے اپنے مومنین و مسلمین بھائیوں کے نام، سلام علیکم، میں اس خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔امابعد، حقیقت یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھ تک آچکا ہے،اس خط میں انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگوں کی رائے اچھی ہے اور تمہارے بزرگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے اور ہمارے حق کو ہمارے دشمنوں سے واپس لے لیں گے تو میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے اچھی راہ قرار دے اور اس کے ثواب میں تم لوگوں کو اجر عظیم سے نوازے۔

۱۔حاجر نجد کی بلند وادی کو کہتے ہیں۔

۲۔بطن رمہ وہ جگہ ہے جہاں اہل کوفہ وبصرہ اس وقت یکجا ہوتے تھے جب وہ مدینہ جانے کا ارادہ کرتے تھے جیسا کہ معجم البلدان، ج۴، ص ۲۹۰،اور تاج العروس، ج۳، ص۱۳۹پر مرقوم ہے۔

اس سے تم لوگ آگاہ رہو کہ میں بروز سہ شنبہ ۸،ذی الحجہ یوم الترویہ مکہ سے نکل چکاہوں لہذا جب میرا نامہ برتم لوگوں تک پہنچے تو جو کام تم کو کرنا چاہئیے اس کی تدبیر میں لگ جاؤاور اس مسئلہ میں بھرپور کوشش کرو کیونکہ میں انشاءاللہ انہی چند دنوں میں تم تک پہنچنے والا ہوں۔والسلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ
امام حسین علیہ السلام کا یہ خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔آپ جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن تمیم نے آپ کو گرفتار کرکے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔
ابن زیاد نے آپ سے کہا محل کی چھت پر جاؤاور کذاب بن کذاب کو گالیاں دو!
قیس بن مسہر شجاعت وشہامت کے ساتھ محل کی چھت پر آئے اور کہا:" أیھاالناس ! ان الحسین علیہ السلام بن علی خیر خلق اللہ ابن فاطمہ بنت رسول اللہ و أنا رسولہ الیکم وقد فارقتہ بالحاجر فأجیبوہ ثم لعن عبیداللہ بن زیاد و أباہ واستغفر لعلیّ بن أبی طالب" اے لوگو! حسین بن علی خلق خدا میں بہترین مخلوق ہیں،آپ فرزند فاطمہ بنت رسول خداہیں اور میں ان کا نامہ بر ہوں، میں ان کو مقام حاجر میں چھوڑ کر یہاں آیاہوں۔تم لوگ ان کی عدالت خواہ آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ پھر آپ نے عبیداللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب (علیہماالسلام) کے لئے طلب مغفرت کی۔عبیداللہ نے حکم دیا کہ انھیں محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیااور آپ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔اس طرح آپ شہید ہوگئے۔[اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے] (۱(

چوتھی منزل: چشمۂ آب

امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کوفہ کی طرف رواں دواں تھا؛راستے میں آپ کا قافلہ عرب کے ایک پانی کے چشمہ کے پاس جاکر ٹھہرا۔وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی بھی موجود تھے جو پانی لینے کی غرض سے وہاں اترے تھے۔جیسے ہی عبداللہ بن مطیع نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ویسے ہی آپ کی خدمت میں

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ کتاب کے مقدمہ میں شرح احوال موجود ہے۔

آکر کھڑے ہوگئے اور عرض کی: فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کون سا سبب آپ کو یہاں تک لے آیا؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اہل عراق نے خط لکھ کر مجھے اپنی طرف بلایا ہے۔ عبداللہ بن مطیع نے آپ سے عرض کیا: فرزند رسول اللہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ اس راہ میں آپ اسلام کی ہتک حرمت نہ ہونے دیں، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی حرمت خطرے میں نہ پڑے، خدا کے لئے عرب کی حرمت خطرے میں نہ ڈالئے۔ خدا کی قسم! اگر حق کو بنی امیہ سے واپس لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد کسی کو نگاہ میں نہیں لائیں گے۔(۱) خدا کی قسم! اسلام کی حرمت، قریش کی حرمت ہے اور عربوں کی حرمت خاک میں مل جائے گی، پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ سے نہ الجھیں! عبداللہ بن مطیع نے اپنے نظریہ کو پیش کیا اور امام علیہ السلام اسے بغور سنتے رہے لیکن اپنے راستے پر چلتے رہے۔

پانچویں منزل: خزیمیہ(۲)

امام حسین علیہ السلام کا سفر اپنے مقصد کی طرف جاری تھا۔ چلتے چلتے پھر ایک منزل پر رکے جو مقام '' زرود'' سے پہلے تھی یہاں پر پانی موجود تھا،(۳) اس جگہ کا نام خزیمیہ ہے۔

۱۔ امام کے عمل سے نہ تو اسلام کی بے حرمتی ہوئی نہ ہی رسول خدا، عرب اور قریش کی ہتک حرمت ہوئی بلکہ اسلام دشمن عناصر کی کارستانیوں سے یہ سب کچھ ہوا۔ ابن مطیع نے اپنے اس جملہ میں خطا کی ہے جو یہ کہہ دیا کہ ولئن قتلوک لا یھابون بعدک احداً ابداً۔ کیونکہ امام علیہ السلام کے بعد ان لوگوں کو جرأت ملی جو مکہ و مدینہ و کوفہ میں اس سے پہلے اپنے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے بیٹھے تھے انھیں میں سے خود ایک ابن مطیع بھی ہے جو ابن زبیر کے زمانے میں کوفہ کا والی بنا۔ اگر امام حسین علیہ السلام نے قیام نہ کیا ہوتا تو بنی امیہ کے خلاف کسی میں جرأت پیدا نہ ہوتی اور اسلام کو مٹانے میں وہ جو چاہتے وہی کرتے۔

۲۔ یہ جگہ مقام زرود سے پہلے ہے اس کے بعد کا راستہ کوفہ جانے والوں کے لئے ہے جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس کے اور ثعلبیہ کے درمیان ۳۲ کیلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ در حقیقت ثعلبیہ کے بعد حجاج کی پہلی منزل ہے۔

۳۔ طبری، ج۵، ص۳۹۴، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت بیان کی ہے۔ شاید یہ قیس بن مسہر کے فرزند ہیں۔

زہیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا

قبیلہ ء بنی فزارہ کے ایک مرد کا بیان ہے: ہم زہیر بن قین بجلی کے ہمراہ تھے اور ہم اسی راستے پر چل رہے تھے جس راستہ پر حسین (علیہ السلام) محو سفر تھے لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ ناپسند امر یہ تھا کہ ہم ان کے ہمراہ ایک ساتھ سفر کریں اور ایک منزل پر ٹھہریں لہٰذا زہیر کے حکم کے مطابق حسینؑ جہاں ٹھہرتے تھے ہم وہاں سے آگے بڑھ جاتے اور وہ جہاں پر آگے بڑھتے ہم وہاں پڑاؤ ڈال کر آرام کرتے تھے؛ لیکن راستے میں ہم ایک ایسی منزل پر پہنچے کہ چارو ناچار ہم کو بھی وہیں پر رکنا پڑا جہاں پر امام حسینؑ نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ امام حسینؑ نے ایک طرف اپنا خیمہ لگایا اور ہم نے اس کے دوسری طرف؛ ہم لوگ ابھی بیٹھے اپنے خیمے میں کھانا ہی کھا رہے تھے کہ یکایک حسینؑ کا پیغام رساں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا پھر خیمہ میں داخل ہوا اور کہا:

Presented by Ziaraat.Com

اے زہیر بن قین! ابو عبداللہ حسین بن علی نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ تم ان کے پاس چلو۔اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ حیرت و تعجب سے جس انسان کے ہاتھ میں جو لقمہ تھا وہ نیچے گر گیا؛سکوت کا یہ عالم تھا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سب کے سروں پر طائر بیٹھے ہیں۔(۱) زہیر بن قین کی زوجہ دلھم بنت عمر کہتی ہے کہ میں نے زہیر سے کہا: فرزند رسول اللہ تمہارے پاس پیغام بھیجے اور تم ان کے پاس نہ جاؤ! سبحان اللہ! اگر انھوں نے مجھے بلایا ہوتا تو میں ضرور جاتی اور ان کے گہر بار کلام کو ضرور سنتی، پھر میں نے کچھ نہ کہا لیکن زہیر بن قین اٹھے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہو گئے۔ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ واپس آگئے لیکن اب تو بات ہی کچھ اور تھی؛چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور چہرہ گلاب کی طرح کھلا جا رہا تھا۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سدّی نے بنی فزارہ کے ایک جوان کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کے زمانے میں ہم لوگ زہیر بن قیس بجلی کے مکان میں چھپے تھے جہاں اہل شام داخل نہیں ہوتے تھے تو میں نے فزاری سے پوچھا: ذرا مجھ سے اس واقعہ کو بیان کرو جب تم لوگ حسین بن علی کے ہمراہ، سفر میں تھے تو اس نے یہ روایت بیان کی۔(طبری، ج۵، ص۳۹۶،ارشاد، ص۲۲۱،خوارزمی، ص۳۲۵(

اسی عالم میں زہیر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: تم میں سے جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہے آجائے اور اگر نہیں تو اب اس سے میرا یہ آخری دیدار ہے۔اس کے بعد اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے زہیر نے کہا: میں تم لوگوں سے ایک روایت بیان کرنا چاہتا ہوں،اسے غور سے سنو! ہم لوگ جب مقام" بلنجر" (۱) پر لڑنے کے لئے گئے تو خداوند متعال نے ہم لوگوں کو دشمنوں پر کامیابی عطا کی اور بڑی مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔اس وقت سلمان باہلی (۲) نے ہم لوگوں سے کہا: کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ خداوند عالم نے تم لوگوں کو فتح و ظفر سے نوازا ہے اور کافی مقدار میں مال غنیمت تمہارے ہاتھوں لگا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں! تو اس نے ہم لوگوں سے کہا: جب تم لوگ آل محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جوانی دیکھو گے تو تمہاری ان کے ساتھ جنگ کی خوشی اس مال غنیمت ملنے کی خوشی سے زیادہ ہو گی اور جہاں تک میری بات ہے تو اب میں تم لوگوں سے خدا حافظی کرتا ہوں۔

پھر زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا: اب میں تم کو طلاق دے رہا ہوں تا کہ تم آزاد ہو جاؤ اور گھر والوں کے پاس جا کر وہیں زندگی بسر کرو؛کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔میں تمہارے لئے بہتری چاہتا ہوں۔(۳)و(۴ (

۱۔یہ تاتاریوں(یا خزریوں) کا شہر ہے جو انہیں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے نزدیک ہے ۳۳ھ عہد عثمان میں سلمان بن ربیعہ باہلی کے ہاتھوں یہ جنگ فتح کی گئی جیسا کہ معجم البلدان میں یہی موجود ہے۔

۲۔طبری، ج۴، ص ۳۰۵پر ہے کہ سلمان فارسی اور ابو ہریرہ اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ موجود تھے۔یہ بیان ابن اثیر کی الکامل میں ہے(ج۴، ص ۱۷)پھر یہ بیان ہے کہ جس شخصیت نے ان لوگوں سے یہ گفتگو کی وہ سلمان فارسی ہیں نہ کہ باہلی۔ابن اثیر نے اپنی تاریخ الکامل فی التاریخ میں اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ تاریخ طبری کو کامل کریں لہٰذا وہ اکثر و بیشتر اخبار میں طبری سے ناقل دکھائی دیتے ہیں۔شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں اور فتال نے روضۃ الواعظین میں ص ۱۵۳پر،ابن نما نے مثیر الاحزان میں ص ۲۳پر،خوارزمی نے اپنے مقتل میں ج۱، ص ۲۲۵پر اور البکری نے معجم ج۱، ص ۳۷۶پر واضح طور سے

Presented by Ziaraat.Com

اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ شخص جناب سلمان فارسی ہی تھے جنہوں نے یہ جملہ کہا تھا۔اس بات کی تائید طبری نے بھی کی ہے کیونکہ طبری کے بیان کے مطابق جناب سلمان وہاں موجود تھے؛لیکن ظاہر یہ ہے کہ مدائن فتح ہونے کے بعد جناب سلمان فارسی وہیں کے گورنر رہے اور وہیں اپنی وفات تک قیام پذیر رہے اور کسی بھی جنگ کے لئے وہاں سے نہیں نکلے؛بلکہ اس جنگ سے قبل عمر کے عہد حکومت میں آپ نے اس دنیا کوالوداع کہہ دیا تھا۔

۳۔ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یہ خبر زہیر بن قین کی زوجہ دلھم بنت عمرو نے بیان کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۳۹۶،الارشاد،ص۲۲۱ (

۴۔عنقریب یہ بات کربلا میں زہیر بن قین کے خطبے سے معلوم ہو جائے گی کہ اس سے قبل زہیر اس بات پر معاویہ کی مذمت کیا کرتے تھے کہ اس نے زیاد کو کس طرح اپنے سے ملحق کر لیا؛اسی طرح حجر بن عدی کے قتل پر بھی معاویہ سے ناراض تھے۔

ایک اور نامہ بر

اسی جگہ سے امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن بقطر حمیری(۱) کو بعض راستوں سے مسلم بن عقیل(۲) کی طرف روانہ کیا۔سپاہ اموی جو حصین بن تمیم کے سربراہی میں کوفہ کے قریب قادسیہ میں چھاؤنی ڈالے راہوں کو مسدود کئے تھی اور آمد و رفت پر سختی سے نظر رکھے ہوئی تھی؛اس نے عبداللہ بن بقطر کو گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔جب آپ عبیداللہ کے پاس لائے گئے تو اس نے کہا: محل کے اوپر جاؤ اور کذاب بن کذاب پر لعنت بھیجو پھر نیچے اتر آؤ تا کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنا نظریہ قائم کر سکوں۔یہ سن کر عبداللہ بن بقطر محل کے اوپر گئے اور جب دیکھا کہ لوگ تماشا بین کھڑے ہیں تو آپ نے فرمایا :

''أیھا الناس انی رسول الحسین علیہ السلام بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لتنصروہ وتوازروہ علی بن مرجانۃ بن سمیہ الدعی'' !

اے لوگو میں حسین فرزند فاطمہ بنت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام رساں ہوں تاکہ تم لوگ ان کی مدد و نصرت کر سکو اور اس مرجانہ بن سمیہ کے بچے جس کی پیدائش کا بستر معلوم نہیں ہے، کے خلاف ان کی پشت پناہی کرو،یہ سنتے ہی عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت سے پھینک دیا جائے۔ اس کے کارندوں نے آپ کو محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا؛جس کی وجہ سے آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں؛لیکن ابھی رمق حیات باقی تھی۔عبدالملک بن عمیر لخمی(۳)آپ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کر کے شہید کر ڈالا۔

۱۔آپ کی ماں امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی تھے۔طبری نے بقطر ہی لکھا ہے اسی طرح جزری نے الکامل میں بھی بقطر ہی ذکر کیا ہے؛لیکن ہمارے بزرگوں نے(ی) کے ساتھ یعنی یقطر لکھا ہے جیسا کہ سماوی نے ابصار العین، ص۵۲ پر یہی لکھا ہے۔

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یہ خبر ابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۳۹۸؛ارشاد،ص۲۲۰)اس خبر کو انھوں نے قیس بن مسہر صیداوی کی خبر سے خلط ملط کر دیا ہے۔

۳۔شعبی کے بعد اس نے کوفہ میں قضاوت کا عہدہ سنبھالا۔۱۳۶ھ میں وہ ہلاک ہوا؛اس وقت اس کی عمر ۱۰۳سال تھی جیسا کہ میزان الاعتدال،ج۱،ص ۱۵۱،اور تہذیب الاسماء،ص۳۰۹پر تحریر ہے۔عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ پر صیداوی کی شہادت کی خبر سے پہلے امام علیہ السلام کو ابن بقطر کی شہادت کی خبر ملی ہے؛اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے قیس بن مسہر صیداوی سے پہلے یقطر کو روانہ کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

چھٹی منزل: زرود(۱(

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا :

جب ہم حج سے فارغ ہوگئے تو ہماری ساری کوشش یہی تھی کہ ہم کسی طرح حسینؑ سے راستے میں ملحق ہو جائیں تا کہ دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؛ لہٰذا ہم لوگوں نے اپنے ناقوں کو سرپٹ دوڑایا؛ یہاں تک کہ مقام زرود(۲) پر ہم ان سے ملحق ہوگئے۔ جب ہم لوگ ان کے قریب گئے تو دیکھا کوفہ کا رہنے والا ایک شخص عراق سے حجاز کی طرف روانہ ہے، جیسے ہی اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اپنے راستے سے پلٹ گیا تا کہ آپ سے اس کی ملاقات نہ ہو لیکن امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے رہے گویا اس کے دیدار کے منتظر تھے لیکن جب دیکھا کہ وہ ملاقات کے لئے مائل نہیں ہے تو اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ اس شخص کے پاس چلیں اور اس سے پوچھیں اگر اس کے پاس کوفہ کی خبر ہوگی تو وہ ہم کو اس سے مطلع کرے گا؛ یہ کہہ کر ہم لوگ چلے یہاں تک کہ اس تک پہنچ ہی گئے، پہنچ کر ہم نے کہا: السلام علیک، تو اس نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

پھر ہم لوگوں نے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں۔

ہم لوگوں نے کہا: ہم لوگ بھی بنی اسد سے متعلق ہیں؛ تمہارا نام کیا ہے؟

۱۔ یہ جگہ خزیمیہ اور ثعلبیہ کے درمیان کوفہ کے راستے میں ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج۴، ص۳۲۷ میں یہی موجود ہے۔

۲۔ یہ خبر اس خبر سے منافات رکھتی ہے جو ابھی گذر چکی کہ یہ لوگ منزل صفاح پر مقام زرود سے چند منزل قبل فرزدق والے واقعے میں موجود تھے کیونکہ اس خبر سے یہی ظاہر ہوتا ہے بلکہ واضح ہے کہ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے زرود میں ملحق ہوئے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ امامؑ کے ساتھ موجود نہیں تھے بلکہ حج کی ادائیگی کے ساتھ یہ ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ منزل صفاح اوائل میں ہے جبکہ امام علیہ السلام ''یوم الترویہ'' کو مکہ سے نکلے ہیں۔ اگر یہ لوگ امام علیہ السلام سے منزل صفاح پر ملحق ہوئے ہیں تو پھر حج کی انجام دہی ممکن نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں خبروں کا ایک ہی راوی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا؛ نہ ہی ابو جناب، نہ ابو مخنف اور نہ ہی طبری، مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ حج سے پہلے یہ دونوں منزل صفاح پر امام علیہ السلام سے ملے اور پھر حج کے بعد منزل زرود پر پہنچ کر امام علیہ السلام سے ملحق ہوگئے۔

اس نے جواب دیا: بکیر بن مثعبہ، ہم لوگوں نے بھی اپنا نام بتایا اور پھر اس سے پوچھا: کیا تم ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ گے جنہیں تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں! میں جب کوفہ سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کئے جا چکے تھے۔ ہم نے دیکھا ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر انھیں بازار میں پھرایا جا رہا ہے۔ اس خبر کے سننے کے بعد ہم لوگ اس سے جدا ہو کر اپنے راستے پر چل پڑے یہاں تک کہ (حسین علیہ السلام) سے ملحق ہوگئے اور ایک دوسری منزل پر ان کے ہمراہ پڑاؤ ڈالا۔

ساتویں منزل: ثعلبیہ(۱(

Presented by Ziaraat.Com

شام کاوقت تھاجب امام علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤڈالا جس کانام " ثعلبیہ " تھا۔جب آپ کے خیمہ نصب ہو چکے تو ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا۔آپ نے سلام کاجواب دیا تو ہم لوگوں نے آپ سے کہا: اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ہم لوگوں کے پاس ایک اہم خبر ہے۔اگر آپ چاہیں تو اسے اعلانیہ بیان کریں اور اگر چاہیں۔تو خفیہ اور پوشیدہ طور پر بیان کریں۔امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: "ما دون ھولاء سر" ان لوگوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جو خبر لائے ہو بیان کردو، ہم لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے کل شام اس سوار کو دیکھا تھا جو آپ کے پاس سے گزرا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں اس سے کوفہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ہم نے کہا: ہم نے اس سے آپ کے لئے خبر لے لی ہے اور آپ کے بجائے ہم لوگوں نے کوفہ کے موضوع پر تحقیق کرلی ہے۔وہ شخص قبیلہ بنی اسد کاایک مرد تھا جو ہمارے ہی قبیلہ سے تھا۔وہ صاحب نظر، سچا، اور صاحب عقل وفضل تھا۔اس نے ہم لوگوں سے بتایا کہ جب وہ وہاں سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے حتیٰ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا جارہا ہے۔یہ سن کر آپ نے فرمایا :

ا۔کوفہ سے مکہ جانے کے لئے جو راستہ مڑتا ہے یہ وہی ہے۔اس کی نسبت بنی اسد کے ایک شخص ثعلبہ کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ معجم میں تحریر ہے۔

"اناللہ واناالیہ راجعون" اس جملہ کی آپ نے چند مرتبہ تکرار فرمائی(۱) پھر ہم نے عرض کی: آپ کو خدا کاواسطہ ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں؛ کیونکہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی ناصر ومددگار نہیں ہے بلکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں وہ سب آپ کے مخالف نہ ہوگئے ہوں۔ایسے موقع پر فرزندان عقیل بن ابیطالب اٹھے اور انھوں نے اس کی مخالفت کی(۲) اور کہنے لگے: نہیں خدا کی قسم ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے۔جب تک ہم ان سے اپنا انتقام نہ لے لیں یا وہی مزہ نہ چکھ لیں جس کا ذائقہ ہمارے بھائی نے چکھا ہے۔(۳) ان دونوں کا بیان ہے: حسین(علیہ السلام) نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: "لا خیر فی العیش بعد ھولاء!" ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔اس جملہ سے ہم نے بخوبی سمجھ لیا کہ سفر کے ارادے میں یہ مصمم ہیں تو ہم نے کہا: خدا کرے خیر ہو! آپ نے بھی ہمارے لئے دعا کی اور فرمایا:" رحمکم اللہ" اللہ تم دونوں پر رحمت نازل کرے۔

رات کا سناٹا چھا چکا تھا، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ آپ سپیدہ سحر کے انتظار میں ہیں؛ جیسے ہی سپیدہ سحر نمودار ہوئی، آپ نے اپنے جوانوں اور نوجوانوں سے فرمایا: "اکثروا من الماء" پانی زیادہ سے زیادہ جمع کرلو، ان لوگوں نے خوب خوب پانی جمع کرلیا اور اپنے سفر پر نکل پڑے یہاں تک کہ ایک دوسری منزل تک پہنچ گئے۔

ا۔اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسلم کی شہادت کی خبر یہاں عام ہوگئی لیکن عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ میں پہنچ کر امام علیہ السلام نے یہ خط لکھ کر اپنے اصحاب کے سامنے اس کا اعلان کیا تھا؛ یہاں سے امام علیہ السلام کے اس جملے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ " مادوں ھولاء سر" یعنی ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے لئے یہ خبر سری ہے اور اسی طرح یہ خبر منزل زبالہ تک پوشیدہ ہی رہی لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر آپ کو مقام " قطقطانہ" میں ملی تھی۔(تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۲۳۰، ط، نجف(

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ابومخنف کابیان ہے: ابوجناب کلبی نے عدی بن حرملہ اسد کے حوالے سے اور اس نے عبداللہ سے اس خبر کو ہمارے لئے بیان کیا ہے۔(طبری ،ج۵،ص۳۹۷) ارشاد میں،ص ۲۲۲پر ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے یہ روایت بیان کی ہے۔(ارشاد، طبع نجف(

۳۔ابومخنف کابیان ہے: مجھ سے عمر بن خالد نے یہ خبر بیان کی ہے(لیکن صحیح عمرو بن خالد ہے) اور اس نے زید بن علی بن الحسین سے اور اس نے داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔(طبری،ج۵،ص۳۹۷؛ارشاد،ص ۲۲۲، مسعودی،ج۳،ص ۷۰،الخواص،ص ۲۴۵، طبع نجف(

آٹھویں منزل: زبالہ(۱(

یہ نورانی قافلہ اپنے سفر کے راستے طے کرتا ہوا زبالہ(۲) کے علاقے میں پہنچا تو وہاں امام حسین علیہ السلام کو اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن بقطر(۳) کی شہادت کی خبر ملی۔آپ نے ایک نوشتہ نکال کر لوگوں کو آواز دی اور فرمایا:'' بسم اللہ الرحمن الرحیم، أمابعد، فقد أتانا خبر فضیع ! قتل ابن عقیل وہانی بن عروۃ وعبداللہ بن یقطر، وقد خذلتنا شیعتنا(۴) فمن أحب منکم الانصراف فلینصرف لیس علیہ منا ذمام''

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،امابعد، مجھ تک ایک دل دھلانے والی خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل،ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کر دئے گئے ہیں اور ہماری محبت کادم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے لہٰذا اب تم میں سے جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے، ہماری جانب سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

یہ جملہ سنتے ہی لوگ امام علیہ السلام سے جدا ہونے لگے کوئی داہنی طرف جانے لگا کوئی بائیں طرف؛نتیجہ یہ ہوا کہ فقط وہی ساتھی رہ گئے جو مدینہ سے آئے تھے۔آپ نے یہ کام فقط اس لئے کیا تھا کہ

۱۔یہ جگہ کوفہ سے مکہ جاتے وقت مختلف راستے پیدا ہونے سے قبل ہے۔یہاں ایک قلعہ اور جامع مسجد ہے جو بنی اسد کی ہے۔اس جگہ کانام عمالقہ کی ایک عورت کے نام پر ہے جیسا کہ معجم البلدان یوں ہی ہے۔

)۲ (ابومخنف کابیان ہے: ابوجناب کلبی نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے میرے لئے یہ خبر بیان کی ہے۔(طبری،ج۵،ص ۳۹۸ (

۳۔ان کے شرح احوال گزر چکے ہیں اور وہ یہ کہ ان کی والدہ امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی ہیں۔

۴۔اس جملہ میں امام علیہ السلام کی تصریح ہے کہ کوفہ کے شیعوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔کوفہ اور جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں یہ پہلا اعلان ہے اگرچہ اس کی خبر آپ کو اس سے قبل منزل زرود میں مل چکی تھی؛لیکن ظاہر یہ ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ان کے علاوہ سب پر یہ خبر پوشیدہ تھی کیونکہ یہ امام علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا۔آخر کار آپ نے یہاں'' زبالہ'' میں تمام حاضرین کے لئے اس خبر کا اعلان کر دیا۔

بادیہ نشین عرب اس گمان میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تھے کہ آپ ایسے شہر میں آئیں گے جو ظالم حکمرانوں کی حکومت سے پاک ہوگا اور وہاں کے لوگ آپ کے فرمانبردار ہوں گے لہٰذا امام علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ ایسے لوگ آپ کے ہمسفر ہوں۔امام چاہتے تھے کہ آپ کے ہمراہ صرف وہ رہیں جنہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور امام علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جب ان لوگوں پر بات آشکار ہو جائیگی تو کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہیں رہے گا مگر

Presented by Ziaraat.Com

وہ لوگ جو عدالت چاہتے ہوں اور موت ان کے ہمراہ چل رہی ہو۔(۱) رات اسی منزل پر گزری، صبح کو آپ نے اپنے جوانوں کو چلنے کا حکم دیا تو انھوں نے سب کو پانی پلا کر اور خوب اچھی طرح پانی بھر کر اپنا سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ درّۂ عقبہ سے آپ کا گزر ہوا۔

نویں منزل: درّہ عقبہ(۲(

یہ نورانی قافلہ اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھتا ہوا درّہ عقبہ تک پہنچا۔ وہاں اس قافلہ نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔(۳) بنی عکرمہ کے ایک شخص نے امامؑ سے عرض کیا: آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ یہیں سے پلٹ جایئے، خدا کی قسم! آپ یہاں سے قدم آگے نہیں بڑھائیں گے مگر یہ کہ نیزوں کی نوک اور تلواروں کی دھار پر آگے بڑھیں گے، جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور آپ کو آنے کی دعوت دی تھی اگر یہ لوگ میدان کارزار کی مصیبتیں برداشت کر کے آپ کے لئے راستہ آسان کر دیتے تب آپ وہاں جاتے تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوتا لیکن ایسی بحرانی حالت میں جس سے آپ خود آگاہ ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ آپ کوفہ جانے کے سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے۔

۱۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دی تو آپ کا مقصد کیا تھا؟ امام علیہ السلام کا یہ بیان تمام چیزوں پر کافی ہے

۲۔واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے مکہ کے راستے میں یہ ایک منزل ہے۔ یہ منزل ان کے لئے ہے جو مکہ جانا چاہتے ہیں۔

۳۔ابو مخنف کا بیان ہے: ابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے مجھ سے یہ خبر بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۳۹۸، ارشاد، ص ۲۲۲ ،طبع نجف(

امام حسین علیہ السلام نے اسے جواب دیا: ''یا عبداللہ! انہ لیس یخفی علیّ، الرأی مارأیت، ولکن اللہ لا یغلب علی أمرہ''(۱) اے بندہ خدا! یہ بات مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے، تمہاری رائے وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لیکن تمہارا نظریہ خدا کے امر پر غالب نہیں آسکتا اور خدا اپنے امر پر مغلوب نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے وہاں سے کوچ کیا۔(۲ (

دسویں منزل: شراف(۳(

آپ کا قافلہ کوفہ کی سمت روانہ تھا کہ راستے میں ایک منزل پر جا کر پھر ٹھہرا جس کا نام شراف ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں! ان لوگوں نے کافی مقدار میں پانی بھرا اور صبح سویرے سفر شروع کر دیا تا کہ دن کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں۔ چلتے چلتے دوپہر کا وقت آگیا ابھی قافلہ محو سفر ہی تھا کہ کسی نے کہا: اللہ اکبر! تو حسین نے بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے پوچھا: کس لئے تم نے یکایک تکبیر کہی؟ اس شخص نے کہا: عراق کے نخلستان دیکھ کر ہم نے خوشی سے تکبیر کہی تو قبیلہ بنی اسد کے ان دونوں لوگوں (عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل) نے کہا: ہم نے اس مقام پر ابھی تک خرمہ اور کھجور کا ایک بھی درخت نہیں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا: تم کیا سمجھتے ہو اس نے کیا دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے گھوڑ سواروں کے سر و گردن دیکھے ہیں، اس پر اس مرد نے کہا: میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ آگے یہی ہو گا

Presented by Ziaraat.Com

نہ کہ کھجوروں کے درخت۔

۱۔ارشاد کے ص ۲۲۳پر ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا: " واللہ لایدعونی حتی یستخرجواھذہ العلقۃ من جوفی فاذا فعلوا اذالک سلط اللہ علیھم من یذلّھم حتی یکونوا اُذل فرق الامم" خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ میرے سرو تن میں جدائی کر دیں اور جب یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل و رسوا کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ یہ لوگ امت کے ذلیل ترین افراد ہو جائیں گے۔اعلام الوری میں بھی یہی موجود ہے، ص ۲۳۲۔

۲۔ابومخنف کا بیان ہے کہ بنی عکرمہ کی ایک فرد " لوذان" نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ایک چچانے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۳۹۹)

۳۔اس جگہ اور " واقصہ" کے درمیان ۲ میل کا فاصلہ ہے اور یہ عراق سے پہلے ہے۔قادسیہ سے پہلے سعد بن ابی وقاص یہیں ٹھہرے تھے۔یہ جگہ ایسے شخص سے منسوب ہے جسے شراف کہا جاتا ہے۔اس جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹتا تھا پھر یہاں بہت سارے بڑے بڑے میٹھے پانی کے کنویں کھودے گئے۔معجم البلدان میں یہی مرقوم ہے۔

گیارہویں منزل: ذوحسم(۱(

ان شرائط کو دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: " اَمالنا ملجا نلجاالیہ نجعلہ فی ظھورنا و نستقبل من وجہ واحد؟" کیا کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے جس میں پناہ گزیں ہو کر ہم اس فوج کو اپنے پیچھے کر دیں اور ان سے دفاع کے لئے فقط ایک ہی طرف سے آمنے سامنے ہوں؟ ہم لوگوں (بنی اسد کے دونوں افرد) نے عرض کیا: کیوں نہیں! ذوحسم کا علاقہ آپ کے اس طرف موجود ہے، آپ اپنے بائیں جانب اس کی طرف مڑ جائیں، اگر ہم لوگ جلدی سے ادھر مڑ گئے تو وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے بائیں جانب کا رخ کیا تو ہم لوگ بھی ان کی طرف مڑ گئے اور ہم نے ذوحسم پہنچنے میں جلدی کی لہذا ان لوگوں سے قبل ہم لوگ ذوحسم میں موجود تھے۔ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ہم لوگوں نے اپنا راستہ بدل دیا ہے تو وہ لوگ بھی ہماری جانب آنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام نے وہیں پر پڑاؤ ڈالا اور حکم دیا کہ خیمے نصب کئے جائیں۔جوانوں نے خیمہ لگانا شروع کر دیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ گھوڑسواروں کے سر دکھائی دینے لگے، ان کے پرچم گویا پرندوں کے پروں کی طرح تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج پہنچ گئی اور وہ ہزار گھوڑسوار تھے جن کا سربراہ حربن یزید تمیمی یربوعی تھا۔دوپہر کی جھلسا دینے والی گرمی میں حر اپنے رسالے کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ادھر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب سروں پر عمامہ رکھے اپنی تلواروں کو نیام میں رکھے ہوئے تھے۔

فوج کی تشنہ لبی دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا: " اسقواالقوم وارووھم من الماء ورشّفواالخیل ترشیفا" اس فوج کو پانی پلاؤ اور انھیں سیراب کر دو نیز ان کے

۱۔یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔نعمان یہیں آکر شکار کیا کرتا تھا جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔اس کے اور عذیب الہجانات کے درمیان کوفہ تک ۳۳ میل کا فاصلہ ہے جیسا کہ طبری میں بھی یہی ہے۔سبط بن جوزی نے علماء سیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ (امام) حسینؑ کو جناب مسلم علیہ السلام پر

Presented by Ziaraat.Com

گزرنے والے واقعات کا کچھ بھی علم نہیں تھا یہاں تک جب قادسیہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر حر بن یزید ریاحی کے رسالہ سے سامنا ہوا تو اس نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کی خبر امام حسین علیہ السلام کو دی اور مطلع کیا کہ ابن زیاد کوفہ میں آ چکا ہے اور ان کو آمادہ کر رہا ہے اور ان سے کہا کہ واپس پلٹ جائیں۔(ملاحظہ ہو ص ۲۴۵ طبع نجف(

گھوڑوں کو بھی سیراب کر دو۔ حکم پاتے ہی حسینی جوان ہاتھوں میں مشکیں لئے اٹھے اور سب کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب کو سیراب کرنے کے بعد بڑے بڑے پیالوں، طشتوں اور پتھروں کے بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر گھوڑوں کے سامنے رکھ دئے گئے۔ جب وہ جانور تین چار، یا پانچ بار پانی میں منہ ڈال کر پھر اس سے اپنا منہ نکال لیتے تھے (۱) تب یہ جوان پانی کے ان برتنوں کو دوسرے جانوروں کے پاس لے جاتے تھے؛ اس طرح سارے کے سارے گھوڑے سیراب ہو گئے۔(۲) و(۳(

اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آ گیا(۴) تو حسین (علیہ السلام) نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حجاج نے اذان دی، جب اذان ختم ہو گئی اور اقامت کا وقت آیا تو (امام حسینؑ) جسم پر ایک لباس اور دوش پر عبا ڈالے اور پیروں میں نعلین پہنے باہر نکلے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس طرح گویا ہوئے:

۱۔ ترشیف کا حقیقی معنی یہی ہے۔

۲۔ طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ ہشام سے ابو مخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں کہ ابو جناب نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم اور مذری سے یہ خبر نقل کی ہے۔

۳۔ طبری کا بیان ہے کہ ہشام نے کہا: مجھ سے لقیط نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی بن طعان بن محاربی کہتا ہے: میں حر کے رسالے میں موجود تھا لیکن میں اپنے لشکر والوں میں سب سے آخر میں پہنچنے والوں میں تھا۔ جب حسینؑ نے پیاس کی شدت سے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو فرمایا: أنخ الراویہ لیکن چونکہ '' راویہ'' ہم پانی پلانے کے معنی میں سمجھتے تھے لہٰذا ہم کچھ سمجھ نہ سکے تو آپ نے جملہ کو بدلتے ہوئے کہا: یابن أخ أنخ الجمل جان برادر اپنے اونٹ کو نیچے بیٹھاؤ تو میں نے اسے نیچے بیٹھا دیا؛ آپ نے فرمایا: اشرب پانی پیو! لیکن میں جب بھی پانی پینا چاہتا تھا پانی مشک سے گر جاتا تھا، حسین (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا أخنث السقاء چھاگل کو اپنی طرف موڑو! علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں تو خود حسین (علیہ السلام) کھڑے ہوئے اور چھاگل کو موڑ کر میرے منہ سے لگایا، میں نے پانی پیا، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو پانی پلایا۔(طبری، ج۵، ص ۴۰۱؛ ارشاد، ص ۲۲۴؛ خوارزمی، ص ۲۳۰(

۴۔ یہاں پر ابو مخنف کے اخبار کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لہٰذا چار و ناچار ہمیں اس مطلب کو مکمل کرنے کے لئے ہشام کلبی کی خبر سے مدد لینی پڑی جو اس نے لقیط سے اور اس نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۰۱، ارشاد، ص ۲۲۴، خوارزمی، ص ۲۳۰۱(

'' ایھا الناس ! انھا معذرۃ الی اللہ عزّ و جل والیکم، انّی لم آتیکم حتی أتتنی کتبکم و قدّمت علّی رسلکم، أن اقدم علینا فانہ لیس لنا امام، لعلّ اللہ یجمعنا بک علی الھدیٰ فان کنتم علیٰ ذالک فقد جئتکم، فان تعطونیا أطمئنّ الیہ من عھودکم و مواثیقکم أقدم مصرکم و ان لم تفعلو أو کنتم لمقدمی کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی أقبلت منہ الیکم ''!

Presented by Ziaraat.Com

اے لوگو! خدائے عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا؛ بلکہ ایک کے بعد دوسرے خطوط مسلسل آتے رہے اور میرے پاس تمہارے نامہ بر آتے رہے کہ میں چلا آؤں کیونکہ ہمارے پاس کوئی رہبر موجود نہیں ہے، شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں ہدایت پر یکجا کردے۔ اب اگر تم لوگ اپنے اس قول پر باقی ہو تو میں آگیا ہوں۔ اگر تم کوئی قابل اطمینان عہد و میثاق پیش کروگے تو میں تمہارے شہر میں آؤں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو اور میرا آنا تمہیں ناپسند ہے تو میں اسی جگہ پلٹ جاتا ہوں جدھر سے تمہاری طرف آیا ہوں۔

لیکن ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی اس گفتار کا کوئی جواب نہ دیا اور موذن سے کہنے لگے: اقامت کہو تو موذن نے اقامت کہنا شروع کردی، حسین (علیہ السلام) نے حر سے کہا: ''أتريد أن تصلّي بأصحابك'' کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ حر نے جواب دیا: نہیں! آپ نماز پڑھائیں اور ہم لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ (امام) حسین (علیہ السلام) نے اور ان لوگوں نے ساتھ ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام علیہ السلام اپنے خیمے میں چلے گئے۔ خیمے میں پہنچتے ہی آپ کے اصحاب پروانے کی طرح شمع کے ارد گرد آکر بیٹھ گئے۔ ادھر حر بھی اپنے خیموں کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے لئے لگایا گیا تھا۔ جب وہ خیمہ میں آیا تو اس کی فوج کے بعض افراد اس کے پاس آکر بیٹھ گئے اور دیگر فوجی انہیں صفوں میں پلٹ گئے جہاں وہ موجود تھے پھر اس نے ان بقیہ فوجیوں کو بھی وہیں لوٹا دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے جانور کی لگام سنبھالی اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے اسی کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

پھر جب عصر کا وقت آیا تو حسین (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ کوچ کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ اس حکم کے بعد اپنے مؤذن کو نماز عصر کے لئے اذان دینے کا حکم دیا۔ موذن نے اذان دی اور اقامت کہی، امام حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے اور تمام لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

''یا ایھا الناس! فانکم ان تتقوا و تعرفوا الحق لاھلہ یکن أرضیٰ للہ، و نحن أھل البیت أولی بولایۃ ھٰذا الامر علیکم من ھؤلاء المدعین مالیس لھم، والسائرین فیکم بالجور والعدوان! ان أنتم کرھتمونا و جھلتم حقنا، وکان رأیکم غیر ما أتتنی کتبکم و قدمت بہ علیّ رسلکم انصرفت عنکم'' !

اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور حق کو صاحب حق کے لئے پہچانو تو خدا کو یہ چیز سب سے زیادہ راضی کرنے والی ہے۔ ہم اہل بیت اس نظام کی سربراہی اور ولایت کے لئے ان لوگوں سے زیادہ سزاوار ہیں جو فقط اس حکومت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور تم میں ظلم و جور و ستم کو روا رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم تم لوگوں کو ناپسند ہیں اور تم لوگ ہمارے حق سے جاہل ہو اور تم لوگوں کا نظریہ ان لوگوں کے برخلاف ہے جو اپنے خطوط کے ذریعہ مجھے یہاں تک لائے ہیں اور میرے لئے قاصد بھیجے ہیں تو میں ابھی تم لوگوں کی طرف سے منصرف ہو کر پلٹ جاتا ہوں۔

حر بن یزید نے کہا: خدا کی قسم! ان خطوط کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے جن کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا : یا ''عقبۃ بن سمعان! أخرج الخُرجین'' (۱(

۱۔ یہ بات عنقریب بیان ہوگی کہ امام علیہ السلام جب دشمنوں کی درمیان روز عاشور خطبہ دے رہے تھے اور ان پر حجت تمام کر رہے تھے کہ ان لوگوں نے خود امام علیہ السلام علیہ السلام کو خط لکھا ہے تو ان لوگوں نے کہا: آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں. تو اس وقت حر نے کہا تھا: کیوں نہیں! خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں، خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے، خدا کی قسم! میں دنیا کو

Presented by Ziaraat.Com

آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا یہ کہہ کر حر نے اپنے گھوڑے کو موڑ دیا اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہو گیا۔(ص ۲۵۱ (

اے عقبہ بن سمعان! ذرا خور جین نکالو! عقبہ بن سمعان نے خور جین نکالی تو وہ خطوط سے بھری تھی۔امام علیہ السلام نے ان تمام خطوط کو ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حر نے کہا: ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خط لکھا تھا؛ ہم کو تو فقط یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمارا آپ سے سامنا ہو تو ہم کسی طرح آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں پیش کر دیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: " الموت أدنیٰ الیک من ذالک! " تمہاری موت اس فکر سے زیادہ نزدیک ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے کہا: " قوموا فارکبوا! " اٹھو اور سوار ہو جاؤ تو وہ سب سوار ہو گئے اور خواتین کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ سوار ہو کر جب یہ نورانی قافلہ چلنے لگا اور مدینہ کی طرف پلٹنے لگا تو حر کی فوج راستہ روک کر سامنے آکر کھڑی ہو گئی تو امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا: " ثکلتک اُمّک! ماترید؟" تیری ماں تیرے غم میں عزادار ہو! تو کیا چاہتا ہے؟

حر نے جواب دیا: "اما واللہ لو غیرک من العرب یقولھالی" خدا کی قسم! اگر آپ کے علاوہ عرب میں کسی اور نے یہ جملہ کہا ہوتا جو آپ نے مجھ سے کہا ہے اور اس حال میں ہوتا جس میں ابھی آپ ہیں تو میں بھی اسے نہ چھوڑتا اور اس کی ماں کو اس کے غم میں بیٹھا دیتا اور اس سے وہی کہتا جو مجھے کہنا چاہیے لیکن خدا کی قسم! میری قدرت نہیں ہے کہ میں آپ کی مادر گرامی کے سلسلہ میں کچھ کہوں مگر یہ کہ ان کا تذکرہ جس قدر اچھائی سے ہو سکتا ہے وہی کر سکتا ہوں۔(۱) امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ حر سے پوچھا: فما ترید؟ پس تم کیا چاہتے ہو؟

حر نے کہا: "أرید واللہ أن أنطلق بک الی عبید اللہ ابن زیاد" خدا کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "اذن واللہ لا أتبعک" ایسی صورت میں خدا کی قسم میں تمہاری ہمراہی نہیں کروں گا۔

۱۔اس واقعہ کو ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین کے ص ۴۷، طبع نجف پر ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔

حر نے جواب دیا:" اذن واللہ لا أدعک" ایسی صورت میں خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب بات زیادہ ہو گئی اور دونوں کے درمیان اسی طرح رد و بدل ہونے لگی تو حر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا ہے، مجھ سے فقط یہ کہا گیا کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں اور آپ کو کوفہ تک لے آوں۔اب اگر آپ انکار کر رہے ہیں تو ایک ایسا راستہ انتخاب کیجیے جس سے آپ نہ کوفہ جا سکیں اور نہ ہی مدینہ پلٹ سکیں۔میرے خیال میں آپ کے اور ہمارے درمیان یہی منصفانہ رویہ ہوگا پھر میں عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کروں گا اور آپ کی مرضی ہو گی تو یزید بن معاویہ کو خط لکھیے گا یا پھر عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھیے شاید خداوند عالم کوئی ایسا راستہ نکال دے جس کی وجہ سے مجھ کو آپ سے درگیر ہونے سے نجات مل جائے۔

آپ یہاں سے عُذیب اور قادسیہ کے راستہ سے نکل جائیے (اس وقت آپ لوگ ذوحسم میں موجود تھے) ذوحسم اور عذیب کے درمیان ۳۸ میل کا فاصلہ تھا۔امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب اس راستہ پر روانہ ہو گئے اور حر بھی اسی راستہ پر چل پڑا۔(۱(

Presented by Ziaraat.Com

بارھویں منزل: البیضۃ(۲(

اب یہ نورانی قافلہ نہ تو مدینہ کے راستے پر گامزن تھا۔اور نہ ہی کوفہ کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا تھا بلکہ ایک تیسری طرف رواں دواں تھا۔چلتے چلتے ایک منزل آئی جسے "بیضہ" کہتے ہیں۔یہاں پر حضرت نے اپنے اصحاب اور حر کے لشکر کو مخاطب کرکے ایک خطبہ دیا۔حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ نے فرمایا :

"ایھا الناس! انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم قال:" من رأی سلطاناً جائراً مستحلّاً لحرم اللہ، ناکثاً لعھد اللہ، مخالفاً لسنّۃ رسول اللہ، یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم یغیّر علیہ بفعل ولا قول، کان حقاً علی اللہ أن یدخلہ

ا۔ہشام کے حوالے سے جو باتیں ہم بیان کر رہے ہیں وہ یہاں پر ختم ہو جاتی ہیں۔(ارشاد، ص ۲۲۵، الخواص، ص ۲۳۲ (

۲۔یہ جگہ " واقصہ" اور" عذیب الھجانات" کے درمیان ہے۔

مدخلہ "ألا وانّ ھؤلاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمٰن وأظھروا الفساد وعطّلوا الحدود، واستأثروا بالفيء، وأحلوا حرام اللہ وحرّموا حلال اللہ وأنا أحق من غیری"

قد أتتنی کتبکم وقدمت علی رسلکم ببیعتکم أنکم لا تسلمونی ولا تخذلونی، فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم، فأنا الحسین بن علی وابن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نفسی مع أنفسکم وأھلی مع أھلیکم، فلکم فیّ أسوۃ، وان لم تفعلوا ونقضتم عھدکم، وخلعتم بیعتی من أعناقکم فلعمری ما ھی لکم بنکر، لقد فعلتموھا بأبي وأخي وابن عمي مسلم! والمغرور من اغترّ بکم؛ فحظکم أخطأتم، ونصیبکم ضیّعتم "ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ"(ا) وسیغنی اللہ عنکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (۲(

اے لوگو! رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے ستم گر حاکم کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو، الٰہی عہد و پیمان کو توڑنے والا ہو، اللہ کے رسول کی سنتوں کا مخالف ہو، گناہ و ستم کے ساتھ بندگان خدا سے پیش آتا ہو اور وہ ایسے پیکر ظلم و جور کے خلاف اپنے قول و فعل کے ذریعہ کوئی تغیر احوال کا اظہار نہ کرے تو خداوند عالم کو حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کو جہنم میں اسی ظالم کے ہمراہ داخل کر دے؛ آگاہ ہو جاؤ کہ ان لوگوں نے شیطان کی پیروی کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے، فساد کو آشکار، حدود الٰہی کو معطل، انفال اور عوام الناس کے اموال کو غصب، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال بنا دیا ہے اور میں اس راہ و روش کو بدلنے کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہوں۔

تم لوگوں نے ہمیں خط لکھ کر بلایا ہے اور تمہارے نامہ بر تمہاری بیعتوں کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا: تم لوگ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑوگے اور کبھی بھی میری مدد و نصرت سے دست بردار نہیں

ا۔سورہ فتح، ۸

۲۔ابو مخنف نے عقبہ بن ابی عزار کے حوالے سے اس خبر کو نقل کیا ہے۔

ہوگے۔اگر تم لوگ اپنے عہد و پیمان پر وفاداری کا ثبوت دیتے ہو تو رشد و سعادت تمہیں نصیب ہوگی کیونکہ میں حسین علی کا لال اور فاطمہ، دختر پیغمبر

Presented by Ziaraat.Com

اسلام کا فرزند ہوں جس کی جان، حق کی راہ میں تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرا گھرانہ تمہارے گھرانے کے ہمراہ ہے کیونکہ میں تم لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہوں اور اگر تم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور اپنی گردنوں سے ہماری بیعت کے قلادہ کو اتار دیا تو قسم ہے میری جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی عار کی بات نہیں ہے؛ کیونکہ تم میرے بابا امیر المومنین اور میرے بھائی حسن اور چچازاد بھائی مسلم کے ساتھ کر چکے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص سخت فریب خوردہ ہے جو ان سب باتوں کے بعد تم لوگوں پر بھروسہ کرے؛ تم لوگوں نے اپنی زندگی کے حصہ کو کم اور اپنے حقوق کو ضائع کر دیا ہے۔" جو عہد کو توڑے گا وہ خود اپنے نقصان کے لئے عہد شکن ہوگا" اور خدا تم لوگوں کی مدد و نصرت سے بے نیاز ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام حسین علیہ السلام کے اس بصیرت افروز بیان کے بعد حر جو سفر میں آپ کے ہمراہ تھا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "یا حسین! انی أذکّرک اللہ فی نفسک فانی اشھد لئن قاتلت لتُقتَلَنَّ ولئن قوتلت لتھلکن فیما اُریٰ" اے حسین! آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ دوبارہ اپنے بارے میں فکر کریں! کیونکہ میں گواہ ہوں کہ میرے نظریہ کے مطابق اگر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی تو وہ لوگ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر آپ قتل کر دئے گئے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے؛ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا: "أفبالموت تخوّفني! وھل یعدو بکم الخطب ان تقتلوني! ما أدری ما أقول لک! ولکن أقول کما قال أخو الاوس لابن عمہ ولقیہ وھو یرید نصرۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فقال لہ: این تذھب؟ فانک مقتول! فقال:

ساَمضی وما بالموت عار علی الفتیٰ

اذا ما نوی حقاً و جاھد مسلماً

وآسی الرجال الصالحین بنفسہ

وفارق مثبوراً یَغش و یرغماً(۱(

۱۔ابن اثیر نے الکامل میں اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں ص ۲۲۵ پر ان اشعار کے علاوہ ایک شعر کا اور اضافہ کیا ہے۔

فان عشت لم اندم وان مت لم الم

وکفی بک ذلاً ان تعیش وترغما

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہیں ہوں گا اور اگر دنیا سے گزر گیا تو ملامت نہیں کیا جاؤں گا اور ذلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل ہو۔

کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ کچھ ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کے بلانے پر میرا آنا اور ظلم و ستم کے خلاف میرا نبرد آزما ہونا سبب بنے گا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دوگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا کہوں؛ لیکن میں وہی کہتا ہوں جو قبیلہ اوس کے ایک جوان نے اپنے چچازاد بھائی سے اس وقت کہا تھا جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کے لئے جا رہا تھا۔ اس کے چچازاد بھائی نے اس سے ملاقات کرتے ہوئے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ مجھے یقین ہے کہ تم قتل ہو جاؤ گے تو اس جوان مرد نے جواب دیا تھا:

میں تو پیغمبر خدا کی طرف جا رہا ہوں اور موت اس جوان کے لئے ننگ و عار نہیں ہے جس کی نیت حق اور جو ایک مسلمان کی حیثیت سے جہاد کے لئے جا رہا ہو، وہ نیک و صالح افراد کی مصیبت کا ہمراہی ہے اور اس سے جدا ہے جو ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی زندگی ذلت و رسوائی کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔

جب حر نے یہ کلمات سنے تو کنارہ کش ہو گیا اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک سمت میں چلنے لگے اور حر اپنے فوجیوں کے ساتھ دوسری طرف آگے بڑھنے لگا۔ چلتے چلتے یہ لوگ اس منزل تک پہنچ گئے جسے " عذیب الھجانات " کہتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تیرہویں منزل؛'' عذیب الھجانات''(۱(

یہ قافلہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق ''ذوحسم'' کے بعد ''بیضہ'' سے ہوتے ہوئے'' عذیب الھجانات'' تک پہنچا۔ وہاں یہ قافلہ ان چار سواروں سے روبرو ہوا جو کوفہ سے آرہے تھے جن کے راہنما طرماح بن عدی تھے۔ جب یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہونچے تو اپنے گھوڑے پر سوار یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

۱۔'' عذیب'' یہ بنی تمیم کی ایک گھاٹی ہے جو عراق کی سرحد ہے۔ یہ جگہ ایرانیوں کے اسلحہ خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ اس کے اور ''قادسیہ'' کے درمیان ۴ ،۶ میل کا فاصلہ ہے۔ علاقہ '' حیرہ'' کے سربراہ'' نعمان '' کے گھوڑے اسی جگہ پر چرائے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے ھجانات ھجین کی جمع ہے جس کے معنی غیر اصل کے ہیں یعنی جو لوگ نجیب الطرفین نہ ہوں۔

یاناقتی لاتذعری من زجری

وشمّری قبل طلوع الفجر

بخیر رکبان وخیر سفر

حتی تحلی بکریم النجر

الماجد الحرّ رحیب الصدر

اتی بہ اللہ لخیر أمر

ثمّۃ أبقاہ بقاء الدھر

اے میرے ناقے ! میرے جلدی جلدی چلنے پر خوف زدہ نہ ہو بلکہ تو تیز تیز چل تا کہ سپیدہ سحری تک تو بہترین سوار اور بہترین مسافر تک پہنچ جا؛ یہاں تک کہ اس ذات تک رسائی ہو جائے جس کا خاندان کریم، بزرگ، آزاد اور فراخ دل ہے؛ جسے خداوند متعال بہترین کام کے لئے یہاں لایا ہے، اسی لئے خدا اسے اس وقت تک باقی رکھے گا جب تک یہ دنیا اور زمانہ باقی ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''أما واللہ إنّي لأرجو أن یکون خیرا ما أراد اللہ بنا قُتلنا أو ظفرنا'' خدا کی قسم خداوند عالم جو ہمارے لئے چاہتا ہے وہی ہمارے لئے خیر ہے؛ چاہے ہم قتل کر دے ئے جائیں یا ظلم و ستم کے خلاف ظفریاب ہو جائیں۔

یہ چار افراد چونکہ کوفہ سے آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدد و نصرت کا ارادہ رکھتے تھے لہذا حر بن یزید سامنے آیا اور امام علیہ السلام سے کہا: یہ لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ہمراہ نہیں تھے لہذا یا تو میں انھیں قید کر لوں یا کوفہ لوٹا دوں۔

توامام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ل''أمنعتّم مما أمنع منہ نفسي، انما ھولاء أنصاري واعواني وقد کنت أعطیتني ان لا تعرض لي بشیء حتی یاتیک کتاب من ابن زیاد''

میں ان کی جانب سے اسی طرح دفاع اور ممانعت کروں گا جس طرح اپنا دفاع اور اپنے سلسلے میں ممانعت کر رہا ہوں؛ کیونکہ یہ میرے ناصر و مدد گار ہیں

Presented by Ziaraat.Com

اور تم نے عہد وپیمان کیا ہے کہ جب تک تمہارے پاس ابن زیاد کا خط نہیں آجاتا اس وقت تک تم مجھ سے درگیر نہ ہو گے۔

حر نے کہا: ٹھیک ہے لیکن یہ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ''ہم أصحابي وہم بمنزلۃ من جاء معي فان تممت عليّ ماکان بيني وبينک والا ناجزتک'' یہ میرے اصحاب ہیں اور انہیں لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ اگر تم نے اس عہد وپیمان کو برقرار رکھا جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہارے سامنے میدان کارزار میں اتر آئیں گے۔ یہ سن کر حر ان لوگوں سے دست بردار ہو گیا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: '' أخبروني خبر الناس وراء کم'' جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبر سناؤ۔

تو مجمّع بن عبداللہ عائذی(۱) جو انہیں چار میں سے ایک تھے اور کوفہ سے یہاں آئے تھے، نے آپ سے عرض کیا: '' أما اشراف الناس فقد أعظمت رشوتہم وملءت غرائرہم، يستمال ودّہم ويستخلص بہ نصيحتہم فہم ألب واحد عليک! وأما سائر الناس بعد، فانَّ أفئدتہم تھوي اليک وسيوفہم غداً مشھورۃ عليک'' اشراف اور سربرآوردہ افراد کو رشوت کی خطیر رقم دیدی گئی ہے، ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیا ہے، اس طرح سے ان کی خیر خواہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا گیا ہے اور ان کو اپنا محبوب بنالیا گیا ہے۔ یہ گروہ وہ ہے جو آپ کے خلاف دشمن کے ہمراہ ہے اور بقیہ لوگ وہ ہیں جن کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف کھنچی ہوں گی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: '' أخبروني فہل لکم برسولي اليکم؟'' کیا میرا کوئی پیغام رسان تم تک پہنچا ہے؟ تو ان لوگوں نے پوچھا: کس پیغام رساں کی بات کر رہے ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا: قیس بن مسہر صیداوی ان لوگوں نے جواب دیا: ہاں! ان کو حصین بن تمیم نے گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو عبیداللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے بابا پر لعنت بھیجیں۔ انھوں نے آپ پر اور آپ کے بابا پر درود وسلام بھیجا، ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی، لوگوں کو آپ کی مدد ونصرت کے لئے بلایا اور انھیں خبر دی کہ آپ آرہے ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت پر سے نیچے پھینک دیا جائے لہٰذا آپ کو دارالامارہ کے چھت سے نیچے پھینک دیا گیا۔

۱۔ شاید یہ چار لوگ، جابر بن حارث سلمانی، عمرو بن خالد صیداوی اور سعد کا غلام ہوں جنکے بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے جنگ کے پہلے ہی مرحلہ میں مقاتلہ کیا اور ایک ہی جگہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج۵، ص۴۴۶(

یہ جملہ سننے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور آپ کسی طرح اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے پھر آپ نے فرمایا: ''مِنْھُمْ مَنْ قَضَیٰ نَحبہ وَمِنْھُمْ مَنْ ےَنْتَظِرُ وَمَابَدَّلُوْاتَبدِےْلاً''(۱) اللّھم اجعل لنا ولھم الجنۃ نزلاً واجمع بيننا وبينھم في مستقر رحمتک ورغائب مذخور ثوابک'' ان میں سے بعض وہ ہیں جو (قربانی دے کر) اپنا عہد وفا کر گئے اور ان میں سے بعض (حکم خدا کے) انتظار میں بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنا موقف) ذرا بھی نہیں تبدیل کیا، خدایا! بہشت کو ہمارے اور ان کے نزول کی جگہ قرار دے اور اپنی رحمتوں کی جایگاہ میں ہمیں اور انھیں یکجا کر دے اور اپنے بہترین ثواب کے ذخیرہ سے بہرہ مند فرما! (۲) اس دعا کے بعد طرماح بن عدی امام حسین علیہ السلام کے قریب آئے اور عرض کی: '' أنّي واللّہ لانظر فما أری معک أحداً ولو لم يقاتلک الا ھؤلاء الذين أراھم ملازميک لکان کفیٰ بھم وقد رأيت قبل خروجي من الکوفۃ اليک بيوم ظھر الکوفۃ، وفيہ من الناس مالم ترعيناي في صعيد واحد جمعاً أکثر منہ، فسألتُ عنھم، فقيل: اجتمعوا ليعرضوا ثم يسرّحون الی الحسين، فأنشدک ان قدرت علی أن لا تقدم عليھم شبراً الا فعلت! فان

Presented by Ziaraat.Com

أردت أن تنزل بلداً يمنعک اللہ بہ حتی تری من رأیک ویستبین لک ما أنت صانع، فسر حتی أنزلک مناع جبلنا الذی یدعی "أجاء" (۳) فأسیر معک حتی أنزلک القُرَیّۃ" (۴(

خدا کی قسم میں جو دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ زیادہ یار و مددگار نہیں ہیں اور اگر انہیں لوگوں کے علاوہ جنہیں میں ساتھ ساتھ دیکھ رہا ہوں کوئی اور نہ ہوا تو یہی لوگ ان کے لئے کافی ہیں۔ کوفہ

۱۔ سورہ احزاب، ۲۳

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی عیزار نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۰۳، ارشاد، ص ۲۲۵، طبع نجف (

۳۔ یہ ایک شخص کا نام ہے جس کے نام پر علاقہ طئی کا پہاڑ موسوم ہے۔ یہ طئی کے مغربی علاقہ میں سمیراء پہاڑ کے بائیں جانب ہے۔

۴۔ یہ قریہ کی اسم تصغیر ہے اور طی کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

سے نکل کر آپ کی طرف آنے سے ایک دن قبل میں نے کوفہ کے پیچھے بہت سارے لوگوں کو دیکھا جس سے پہلے ایک ہی جگہ پر میں نے اتنا جم غفیر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے ؟ کسی نے کہا یہ لوگ اس لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ فوجی ٹریننگ لے سکیں اور پھر حسین سے جنگ کے لئے کوچ کریں لہٰذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ قادر ہیں تو ایک بالشت بھی ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں۔ اگر چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شہر میں جائیں جہاں خدا آپ کی جان کو ان ظالموں ۸ کے چنگل سے نجات دیدے اور پھر آپ دیکھیں کہ آپ کا منشاء کیا ہے اور آپ کے لئے موقعیت پوری طرح واضح ہو جائے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم آپ کو اپنی طرف ایک پہاڑی علاقہ میں اتار دیں جہاں کوئی پر بھی نہیں مار سکتا، جسے "آجاء" کہتے ہیں۔ میں وہاں تک آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپ کو وہاں کے ایک گاؤں میں جس کا نام ' قریہّ" ہے اتار دوں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: " جزاک اللہ و قومک خیراً! انہ قد کان بیننا و بین ہٰؤلاء القوم قول لسنا نقدر معہ علی الانصراف ولا ندری علام تنصرف بنا و بہم الأمور فی عاقبۃ!" خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قول و قرار ہے جس کی وجہ سے ہم ان سے جدا نہیں ہو سکتے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ عاقبت کار ہمارے اور ان کے امور کو کہاں لے جائے گی۔

طرمّاح کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ان کو الوداع کیا اور کہا: خدا آپ کو جنّ و انس کے شر سے دور رکھے (۱) اور حسین (علیہ السلام) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جمیل بن مرید نے طرمّاح کے حوالے سے مجھ کو یہ خبر دی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۰۶) اور پوری خبر یہ ہے کہ طرمّاح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں نے کوفہ سے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ آذوقہ فراہم کیا ہے جن کا نفقہ مجھ پر واجب ہے لہذا میں وہاں پہنچ کر اسے رکھ کر انشاء اللہ فوراً آپ کی طرف پلٹ رہا ہوں۔ اگر میں آپ سے ملحق ہو گیا تو خدا کی قسم میں ضرور آپ کی مدد کرنے والا ہوں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی کرو اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے! طرماح کہتے ہیں: جب میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا تو آذوقہ ان کے پاس رکھا، جو چیز ان کے لئے ضروری اور ان کی بہتری میں تھی اسے وہاں فراہم کیا اور ان سے وصیت کی پھر اپنے ارادہ کو ان کے سامنے پیش کر کے فوراً لوٹ گیا یہاں تک کہ جب میں " عذیب الہجانات" تک پہنچا تو سماعہ بن بدر نے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنائی تو میں واپس پلٹ گیا۔ (طبری، ج۵، ۴۰۶ (

Presented by Ziaraat.Com

چودہویں منزل: قصر بنی مقاتل(۱(

"عذیب الہجانات" سے چل کر حسین بن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قصر بنی مقاتل تک پہنچے۔ وہاں آپ نے پڑاوُڈالا تو دیکھا کہ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا ہے،(۲) امام علیہ السلام نے فرمایا: " لمن ھٰذاالفسطاط" یہ خیمہ کس کا ہے ؟ تو کسی نے کہا: عبیداللہ بن حر جعفی (۳) کا خیمہ ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: " ادعوہ لی" اسے میرے پاس بلاؤ، پھر ایک پیغام رساں کو اس کے پاس روانہ کیا، جب وہ پیغام رساں وہاں پہنچا تو اس نے کہا: یہ حسین بن علی ہیں جو تم کو بلا رہے ہیں، عبیداللہ بن حر جعفی نے کہا: " اناللہ وانا الیہ راجعون" خدا کی قسم میں کوفہ سے نکلا تو مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ کسی جگہ حسین سے ملاقات ہو، واللہ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں یا میں ان کو دیکھوں۔ پیغام رساں واپس پلٹا اور اس نے آکر امامؑ کو اس کے بارے میں خبر دی۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام خود اٹھے، نعلین منگوائی، اسے پہن کر کھڑے ہوئے اور بنفس نفیس اس کے پاس گئے، خیمہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا پھر اسے اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو ابن حر نے اپنی باتوں کو پھر دہرایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: " فان لا تنصرنا فاتّق اللہ اٴن تکون ممن یقا تلنا فواللہ لا یسمع واعیتنا اٴحد ثم لا ینصرنا الا ہلک" اگر تم میری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو خدا سے خوف کھاؤ کہ کہیں مجھ سے جنگ کرنے والوں میں نہ ہو جاؤ؛ کیونکہ خدا کی قسم کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو میری فریاد سن کر میری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔(۴(

۱۔ معجم میں ہے کہ یہ جگہ چند دیہاتوں اور " قطقطانہ" اور " عین التمر" کے درمیان واقع ہے۔

۲۔ ابو مخنف نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۰۷ (

۳۔ اس شخص کے حالات کتاب کے آخری حصہ میں بیان کئے جائیں گے۔

۴۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے مجالد بن سعید نے عامر شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۰۷، ارشاد ص، ۲۲۶ (

عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ رات کے آخری حصہ میں امام حسین (علیہ السلام) نے پانی بھرنے کا حکم دیا اور جب چھاگلیں بھری جاچکیں تو آپ نے ہم لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور ہم نے وہی کیا۔ جب ہم لوگ " قصر بنی مقاتل" سے کوچ کر رہے تھے اور ہمارا سفر جاری تھا تو کچھ دیر کے لئے حسینؑ کی آنکھ لگ گئی، جب آنکھ کھلی تو آپ یہ فرما رہے تھے: " انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین" اس جملہ کی آپ نے دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی، یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ نے بھی اپنے بابا کے جملہ کی تکرار " انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین" کرتے ہوئے فرمایا: "یا ابت جُعلت فداک مم ّحمدت واسترجعت" بابا جان ! آپ پر میری جان قربان ہو، کیا سبب ہوا کہ آپ نے یکبارگی حمد الٰہی کی اور زبان پر کلمۂ استرجاع جاری کیا؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: "یا بُنیّ انی خفقت براٴسی خفقۃ فعنّ لی فارس علی فرس فقال: القوم یسیرون والمنایا تسری الیھم، فعلمت اٴنھا اٴنفسنا نعیت الینا !" اے میرے لال! تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار میرے سامنے نمودار ہوا اور اس نے کہا یہ قوم آگے بڑھ رہی ہے اور موت ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے، اس سے مجھ کو معلوم ہو گیا یہ مجھے میری شہادت کی خبر دے رہا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

علی بن حسین علیہ السلام: ''یا أبت لا أراک اللہ سوءً۔ السنا علی الحق؟''اے بابا! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ آپ کے لئے برا کرے گا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

امام حسین علیہ السلام: '' بلیٰ والذی الیہ مرجع العباد! ''کیوں نہیں (ہم ہی حق پر ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

علی بن الحسینؑ: ''یا أبت اذاً لا نبالی، نموت محقین'' بابا جان ایسی صورت میں ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیوں کہ ہماری موت حق پر ہے۔

امام حسینؑ: جزاک اللہ من ولد خیر ما جزی ولداً عن والدہ، خداوند متعال تمہیں وہ بہترین جزادے جو باپ کی دعا سے بیٹے کو نصیب ہوتی ہے۔

اسی گفتگو کے درمیان کچھ دیر کے بعد سپیدہ سحری نمودار ہوئی۔ آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور دوبارہ جلدی سے سب اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے اور آپ اپنے اصحاب کو اس سرزمین کے بائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا تا کہ انہیں لشکر حر سے جدا اور متفرق کر سکیں لیکن حر بن یزید کی جستجو یہ تھی کہ آپ کو کسی طرح کوفہ سے نزدیک کر دے لہٰذا وہ آپ لوگوں کو پراکندہ ہونے سے روک کر واپس پلٹانے لگا اور کوفہ کی طرف شدت سے نزدیک کرنے لگا، اصحاب حسینی نے اس سے ممانعت کی اور ان لوگوں کو دور ہٹاتے رہے اور آپ اسی طرح اپنے چاہنے والوں کو بائیں طرف کرتے رہے اور اسی کشمکش میں نینوا آ گیا

۔

قربان گاہ عشق: نینوا(۱(

چودہ منزلیں ختم ہو چکی تھیں حسین بن علی (علیہما السلام) نینوا میں اتر چکے تھے کہ یکایک ایک سوار اصیل و نجیب گھوڑے پر سوار، اسلحوں سے لیث اور دوش پر کمان ڈالے کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا سب کے سب کھڑے اس کا انتظار کرنے لگے؛ جب وہ نزدیک آیا تو اس نے حر اور اس کے لشکر والوں کو سلام کیا لیکن حسینؑ اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا پھر اس نے عبید اللہ بن زیاد کا خط حر کو پیش کر دیا اس خط میں یہ عبارت موجود تھی۔

امابعد، فجعجع (۲) بالحسین حین یبلغک کتابي ویقدم علیک رسولي، فلا تنزلہ الا بالعراء في غیر حصن و علی غیر ماء وقد امرت رسولي أن یلزمک ولا یفارقک حتی یاتیني بانفاذک امري، والسلام''

۱۔ یہ کربلا کا ایک علاقہ ہے جو اواخر قرن دوم تک آباد رہا۔

۲۔ ابن منظور نے لسان العرب میں اصمعی سے نقل کیا ہے: '' جعجع ای احبسہ'' جعجع کے معنی یہ ہیں کہ قید کر لو اور ابن فارس نے مقاییس اللغۃ، ج۱، ص ۴۱۶ پر لکھا ہے: ''ای الجئہ الی مکان خشن'' یعنی انھیں ایک بے آب و گیاہ علاقہ میں ٹھہراؤ۔

امابعد، جیسے ہی نامہ بر تمہارے پاس یہ خط لے کر میرا پہنچے حسین کو ایک بے آب و گیاہ صحرا میں روک لو اور میں نے اپنے فرستادہ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے جدا نہ ہو اور تمہاری مراقبت میں رہے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر مجھے خبر دے کے تم نے میرے حکم کو نافذ کیا ہے۔ والسلام

جب حر نے خط پڑھا تو یہ خط لے کر وہ اس نورانی قافلہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ امیر عبید اللہ بن زیاد کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو وہیں پر قید رکھوں جہاں پر اس کا خط مجھے ملا ہے اور یہ اس کا قاصد اور فرستادہ ہے جسے اس نے حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میں اس کے منشاء اور حکم کو نافذ کر دوں۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ سن کر یزید بن زیاد مہاصر کندی بہدلی(۱) معروف بہ شعثاء نے عبید اللہ بن زیاد کے پیغام رساں کو غور سے دیکھا اور اس کے سامنے خود کو نمایاں کر کے کہا: کیا تو مالک بن نُسیر بدّی(۲) ہے!(جس کا تعلق قبیلۂ کندہ سے ہے) ؟اس شخص نے جواب دیا: ہاں! اس پر یزید بن زیاد معروف بہ شعثاء نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! یہ تو کیا لے کر آیا ہے؟

۱۔آپ کا شمار امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے تیر اندزوں میں ہوتا ہے اور آپ حملۂ اولی میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔آپ نے سو تیر چلائے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر کہنے لگے: ان تیروں میں سے ابھی فقط پانچ ہی تیر ہدف پر لگے ہیں اور میرے لئے واضح یہی ہے کہ میں نے پانچ لوگوں کو قتل کیا ہے۔ابو مخنف ہی نے فضیل بن خدیج کندی سے روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد عمر بن سعد کے ہمراہ نکلا تھا لیکن جب حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح کی پیش کش ان لوگوں نے ٹھکرا دی تو یہ امام علیہ السلام کی طرف چلے آئے اور دشمنوں سے خوب خوب داد شجاعت لی یہاں تک کہ شہید ہو گئے لیکن یہ خبر اوپر والی خبر سے موافقت نہیں رکھتی۔

۲۔مالک بن نسیر قبیلۂ بنی بَداَء سے متعلق تھا۔یہ کربلا میں موجود تھا۔اس نے امام علیہ السلام کے سر پر تلوار سے ضربت لگائی جس سے آپ کی برنس کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر تک پہنچ گئی جس نے آپ کو خون میں غلطاں کر دیا۔اس حالت میں امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:'' لا اکلت بھا ولا شربت بھا وحشرک اللہ مع الظالمین'' تو اس کی وجہ سے نہ کھا پائے اور نہ پی پائے اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔

شہادت کے بعد مالک بن نسیر آپ کی برنس لے کر چلا گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔(طبری،ج۵،ص۴۴۸) یہ واقعہ ابی مخنف سے مروی ہے۔'' برنس'' عربی کا ایک غیر مانوس کلمہ ہے۔یہ ایک لمبی ٹوپی ہے جو روئی سے بنتی ہے اسے نصاریٰ کے عبادت گزار افراد پہنا کرتے تھے۔صدر اسلام میں مسلمان عبادت گزار افراد بھی اسے پہنا کرتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے نیز ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن دبّاس نے مختار کو ان لوگوں کا پتہ بتایا جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔انھیں میں سے ایک مالک بن نسیر بدّی بھی تھا۔مختار نے فوراً ان قاتلوں کی سمت مالک بن عمرو نہدی کو بھیجا۔جب مالک بن عمرو وہاں آئے اور وہ سب کے سب قادسیہ میں موجود تھے مالک بن عمرو نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر مختار کے پاس آئے۔جب یہ قاتلین وہاں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔مختار نے اس بدّی سے پوچھا: تو ہی وہ ہے جو امام کی برنس لے گیا تھا؟تو عبد اللہ بن کامل نے کہا: ہاں یہ وہی ہے. یہ سن کر مختار نے کہا: اس کے دونوں ہاتھ پیر کاٹ دو اور چھوڑ دو تا کہ یہ تڑپے اور مضطرب ہو یہاں تک کہ مر جائے۔اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا اور اسے چھوڑ دیا گیا تو اس کا خون مسلسل بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔یہ ۶۶ھ کا زمانہ تھا۔(طبری،ج۶،ص ۵۷)

مالک بن نسیر نے کہا: میں کچھ بھی لے کر نہیں آیا، میں نے تو فقط اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت پر وفاداری کا ثبوت پیش کیا ہے۔

شعثاء نے اس کا جواب دیا: تو نے اپنے رب کی معصیت اور اپنے نفس کی ہلاکت میں اپنے رہبر کی اطاعت کی ہے اور یہ فعل انجام دے کر تو نے ذلت و رسوائی اور جہنم کی آگ کو حاصل کیا ہے کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے:'' وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا یُنْصَرُوْنَ''(۱ (ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن(ایسے بے کس ہوں گے کہ) ان کو(کسی طرح) کی مدد نہ دی جائے گی۔اور وہ تیرا پیشوا ہے۔

اس کے بعد حر بن یزید ریاحی حسینی قافلہ کو ایسی ہی جگہ پر اتارنے کی کوشش کرنے لگا جہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی کوئی قریہ و دیہات(۲) لہذا ان لوگوں نے

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو تا کہ ہم اس قریہ میں چلے

۱۔ سورہ قصص، آیت ۴۱

۲۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کربلا کسی ایک دیہات اور قریہ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک علاقہ تھا جس کے تحت چند قریہ اور دیہات آتے تھے جیسا کہ کتاب " الدلائل والمسائل "(سید ہبۃ الدین شہرستانی) میں موجود ہے۔ سبط بن جوزی نے کہا: پھر (امام) حسین (علیہ السلام) نے فرمایا:" مایقول ھٰذہ الارض" اس زمین کو کیا کہتے ہیں تو لوگوں نے کہا: اسے کربلا کہتے ہیں اور اسے نینوی بھی کہا جاتا ہے جو اسی کا ایک قریہ ہے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا:" کربٌ وبلا" یہ کرب وبلا ہے پھر فرمایا: "اخبر تنی اِم سلمۃ قالت" مجھ کو ام سلمیٰ نے خبر دی ہے وہ کہتی ہیں کہ " کان جبرئیل عند رسول اللہ وانت معي" جبرئیل رسول اللہ کے پاس تھے اور تم میرے ہمراہ تھے " فبکیت فقال رسول اللہ: دعٖ ابنی فترکتک فاخذک ومنعک فی حجرہ" تو تم رونے لگے رسول خداؐ نے فرمایا: میرے فرزند کو چھوڑ دو۔ میں نے تم کو چھوڑ دیا تو نبی اللہ نے تم کو پکڑا اور اپنی گودی میں بیٹھا لیا۔" فقال جبرئیل: اَتحبہ ؟ قال : نعم! قال: فان اُمتک ستقتلہ" جبرئیل نے پوچھا: کیا آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں تو خدا کے نبی نے جواب دیا: ہاں! جبرئیل نے کہا: آپ کی امت اس بچے کو شہید کردے گی۔" وان شئت اَن اُریک تربۃ اَرضہ التی یقتل فیھا؟ قال: نعم" اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ قتل کئے جائیں گے تو خدا کے نبی نے فرمایا: ہاں! ام سلمیٰ کہتی ہیں:" فبسط جبرئیل جناحہ علی اَرض کربلاء فاَراہ ایاہ ثم شمّھا و قال: ھٰذہ واللہ ھی الارض التی اُخبر بھا جبرئیل رسول اللہ وانی اقتل فیھا" جبرئیل نے زمین کربلا پر اپنے پر پھیلائے اور وہ زمین نبی خدا کو دکھادی؛ پھر امام حسین علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا: خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس

جائیں جسے نینوا کہتے ہیں یا اس دیہات میں چلے جائیں جسے غاضریہ (۱) کہتے ہیں یا ایک دوسرے قریہ میں جانے دو جسے شفیہ کہتے ہیں (۲) لیکن حرنے تمام درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں، یہ شخص میرے پاس جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔

کی خبر جبرئیل نے رسول اللہ کو دی تھی اور میں یہیں قتل کیا جاؤں گا۔ سبط بن جوزی کہتے ہیں: ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے حوالے سے اسی معنی کو ذکر کیا ہے پھر سبط بن جوزی نے کہا: ابن سعد نے شعبی کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب صفین کے راستے میں علی علیہ السلام کا کربلا سے گزر ہوا اور آپ نینوا (فرات کے نزدیک قریہ ہے) کے قریب پہنچے تو وہاں رکے اور اپنے پانی لانے والے اور طہارت کے امور انجام دینے والے فرد کو آواز دی اور فرمایا: اے ابو عبد اللہ مجھے خبر دو کہ اس زمین کو کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا :اسے کربلا کہتے ہیں، یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ اتنا روئے کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا:" دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وھو یبکی فقلت لہ: ما یبکیک ؟" میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں؛ میں نے فوراً آنحضرتؐ سے سوال کیا: آپ کو کس چیز نے رلا دیا؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا: "کان عندی جبرئیل آنفاً واخبرنی؛ ان ولدی الحسین علیہ السلام یقتل بشط الفرات بموضع یقال لہ کربلاء" ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس موجود تھے، انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین فرات کے کنارے اس جگہ پر قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔" ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب فشمنی ایاھا فلم اَملک عینی ان فاضتا" پھر جبرئیل نے وہاں کی ایک مٹھی خاک اٹھائی جس کو میں نے سونگھا اس کا اثر یہ ہوا کہ

Presented by Ziaraat.Com

میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پاسکا اور سیل اشک جاری ہوگئے، پھر کہتے ہیں: " حسن بن کثیر " اور "عبد خیر " نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: جب علی علیہ السلام کربلا پہنچے تو وہاں رکے اور گریہ کیا اور فرمایا: " بأبي اغلیمة یقتلون ھاھنا، ھٰذا مناخ رکابھم، ھٰذا موضع رحالھم، ھٰذا مصرع الرجال ثم ازداد بکاء ہ" میرے باپ ان جوانوں پر قربان ہو جائیں جو یہاں قتل کئے جائیں گے۔ یہیں پر ان کی قیام گاہ ہو گی اور وہ اپنی رکابوں سے نیچے آئیں گے، یہی ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، یہی ان کے مردوں کی قتل گاہ ہے، یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور آپ شدت سے رونے لگے۔ (تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۰، طبع نجف) نصر بن مزاحم نے اس خبر کو چار طریقوں سے بیان کیا ہے۔ (صفین، ص ۲۴۰،۱۴۲، طبع ہارون (

۱۔ غاضریہ، غاضر کی طرف منسوب ہے جو قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص ہے۔ یہ زمین ابھی عون کی قبر کے آس پاس ہے جو کربلا سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں جو قلعہ بنی اسد کے نام سے معروف ہے۔

۲۔ یہ بھی کربلا کے نزدیک بنی اسد کے کنویں کا مقام ہے۔

اس بے ادبی پر زہیر بن قین، امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: " یابن رسول اللہ! ان قتال ھولاء أھون من قتال مَن یاتینا من بعد ھم، فلعمری لیاتینا من بعد من تری مالا قبل لنا بہ " اے فرزند رسول خدا! ان لوگوں سے ابھی جنگ آسان ہو گی بہ نسبت اُن لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی اس کے بعد ہماری طرف اتنے لوگ آئیں گے جن کا اس سے پہلے ہم سے کوئی سابقہ نہ ہوا ہو گا۔ زہیر کے یہ جملے سن کر امام علیہ السلام نے ان سے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو ان کے سابقہ بزرگوں کی سیرت کا بیان گر ہے۔ آپ نے فرمایا: " ما کنت أبدأھم بالقتال " میں ان سے جنگ کی ابتداء کرنا نہیں چاہتا اس پر زہیر بن قین نے کہا: تو پھر اس کی اجازت فرمایئے کہ ہم اس قریہ کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالیں کیونکہ یہ قریہ سرسبز و شاداب ہے اور دریائے فرات کے کنارے ہے۔ اگر ان لوگوں نے ہمیں روکا تو ہم ان سے نبرد آزمائی کریں گے کیونکہ ان سے نبرد آزما ہونا آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس پر امام علیہ السلام نے پوچھا: " وأیۃ قریۃ ھی؟ " یہ کون سا قریہ ہے؟ زہیر نے کہا: " ھی العقر " اس کا نام عقر ہے (۱) تو امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا: " اللّٰھم انی أعوذ بک من العقر " خدایا! میں عقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، پھر آپ نے وہیں اپنے قافلہ کو اتارا۔ یہ جمعرات دوسری محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے جب دوسرا دن نمودار ہوا تو سعد بن ابی وقاص (۲) کا بیٹا عمر کوفہ سے چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچ گیا۔

۱۔ بابل کے دیہات میں ایک جگہ ہے جہاں بنو خذ نصر (یہ وہی بخت النصر معروف ہے جس کا صحیح تلفظ بنو خذ نصر ہے) رہا کرتے تھے اس علاقہ کو شروع میں کور بابل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے تصحیف ہو کر کربلا کہا جانے لگا۔

Presented by Ziaraat.Com

۲۔مذکورہ شخص کے احوال گذر چکے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

ابن زیاد کا جواب

پسر سعد اور امام علیہ السلام کی ملاقات

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا خط

خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود

جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ

امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کی روانگی کا سبب یہ تھا کہ عبیداللہ بن زیاد نے اسے اہل کوفہ کی چار ہزار فوج کے ہمراہ "ہمدان" اور "ری" کے درمیان ایک علاقہ کی طرف روانہ کیا تھا جسے دشتبہ (۱) کہتے ہیں جہاں دیلمیوں نے حکومت کے خلاف خروج کر کے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ابن زیاد نے خط لکھ کر "ری" کی حکومت اس کے سپرد کی اور اسے روانگی کا حکم دیا۔

عمر بن سعد اپنی فوج کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔" حمام اعین"(۲) کے پاس جا کر پڑاؤ ڈالا لیکن جب امام حسین علیہ السلام کا مسئلہ سامنے آیا کہ وہ کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلایا اور کہا: تم حسین کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جب ہمارے اور اس کے درمیان کی مشکل حل ہو جائے تب تم اپنے کام کی طرف جانا۔اس پر عمر بن سعد نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمائیں اور یہ کام خود انجام دیں۔یہ

Presented by Ziaraat.Com

سن کرابن زیاد نے کہا: ہاں یہ ممکن ہے لیکن اس شرط پر کہ تم وہ عہد نامہ واپس کردو جو میں نے تم کو" ری" کے سلسلے میں دیا ہے۔ جیسے ہی ابن زیاد نے یہ کہا ویسے ہی عمر بن سعد بولا: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے تاکہ میں خوب فکر کر سکوں اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیر خواہوں کے پاس مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ تمام مشورہ دینے والوں نے اسے اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا۔

ا۔ عربی میں اس کو دستبی کہتے ہیں جو فارسی میں دشتبہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خوبصورت، سرسبز و شاداب اور بہت بڑا علاقہ ہے جو ہمدان اور ری کے درمیان ہے۔ بعد میں یہ قزوین سے منسوب ہو گیا جیسا کہ معجم البلدان، ج۴، ص۵۸ میں ذکر ہوا ہے۔

۲۔ یہ کوفہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے جہاں عمر بن سعد کا ایک حمام تھا جو اس کے غلام " اعین" کے ہاتھ میں تھا۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام" حمام اعین" ہو گیا۔(القمقام، ص۴۸۶(

اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ (ا) اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ماموں! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حسینؑ کی طرف نہ جائیں ورنہ آپ اپنے رب کے گناہ گار اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ دنیا سے اس حال میں کوچ کریں کہ آپ تمام دنیا کے مالک و مختار ہوں اور وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو یہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ حسینؑ کے خون کا دھبہ آپ کے دامن پر ہو! اس پر ابن سعد نے کہا: انشاءاللہ میں ایسا ہی کروں گا۔(۲ (

یہاں سے طبری کی روایت میں ابو مخنف کی خبروں کے سلسلہ میں انقطاع پایا جاتا ہے اور ابن سعد کے کربلا میں وارد ہونے کی داستان کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس خلاء کو طبری نے "عوانہ بن حکم" کی خبر سے پُر کیا ہے۔ چاروناچار بط برقرار رکھنے کے لئے ہمیں اسی سلسلے سے متصل ہونا پڑ رہا ہے۔

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے" عوانہ بن حکم" نے عمار ابن عبداللہ بن یسار جہنی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے کہا: میں عمر بن سعد کے پاس حاضر ہوا تو اس کو امام حسین علیہ السلام کی طرف روانگی کا حکم مل چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے فوراً کہا: امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حسینؑ کی طرف روانہ ہو جاؤں لیکن میں نے اس مہم سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا: اللہ تمہارا مدد گار ہے، اس نے تم کو صحیح راستہ دکھایا ہے۔ تم یہیں رہو اور یہ کام انجام نہ دو اور نہ ہی حسینؑ کی طرف جاؤ! یسار جھنی کہتا ہے: یہ کہہ کر میں پسر سعد کے پاس سے نکل آیا تو کہنے والے نے آکر مجھے خبر

ا۔ ۷۷ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے ہمدان کا عامل بنایا (طبری، ج۵، ص۲۸۴) اور اس کا بھائی مطرف بن مغیرہ مدائن میں تھا۔ اس نے حجاج کے خلاف خروج کیا تو اس کے بھائی حمزہ نے خاموشی کے ساتھ مال اور اسلحے سے اس کی مدد کی (طبری، ج۵، ص۲۹۲) لہذا حجاج نے قیس بن سعد عجلی کو (جو ان دنوں حمزہ بن مغیرہ کی پولس کا سربراہ تھا۔ حمزہ کے عہدہ پر معین کر کے ہمدان روانہ کیا اور حکم دیا کہ حمزہ بن مغیرہ کو زنجیروں سے جکڑ کر قید کر لو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے زنجیر میں جکڑ کر قید کر دیا۔(طبری، ج۵، ص۲۹۴(

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۰۷) اسی سند کے ساتھ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔(ص۷۴) لیکن عقبہ کی جگہ پر عتبہ بن سمعان ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید نے

Presented by Ziaraat.Com

بھی اس خبر کو الارشاد، ص ۲۲۶ پر ذکر کیا ہے۔

دی کہ عمر بن سعد لوگوں کو حسینؑ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلا رہا ہے؛ یہ سن کر میں حیرت زدہ ہو گیا! فوراً اس کے پاس آیا، وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا ااور مجھے دیکھ کر اپنا چہرہ فوراً موڑ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور میں فوراً اس کے پاس سے نکل آیا۔ راوی کا بیان ہے: وہاں سے عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے! آپ نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کا عہد نامہ بھی میرے لئے لکھ دیا ہے۔ لوگوں نے اس بات کو سن بھی لیا ہے (کہ میں "ری" جا رہا ہوں) تو اب اگر آپ بہتر سمجھیں تو ہمارے لئے اسی حکم کو نافذ رکھیں اور حسینؑ کی طرف اس لشکر میں سے کوفہ کے کسی سربرآوردہ شخص کو بھیج دیں کیونکہ میں فنون جنگ کے لحاظ سے ان سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار نہیں ہوں۔ اس کے بعد پسر سعد نے چند لوگوں کے نام ابن زیاد کی خدمت میں پیش کئے تو ابن زیاد نے اس سے کہا: تم مجھے اشراف کوفہ کے سلسلے میں سبق مت سکھاؤ اور حسینؑ کی طرف کس کو روانہ کیا جائے اس سلسلہ میں میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں چاہا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ ورنہ ہمارے عہد نامہ کو ہمیں لوٹا دو! جب پسر سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد ہٹ دھرمی پر آچکا ہے تو اس نے کہا: ٹھیک ہے میں روانہ ہو رہا ہوں۔ یسار جھنی کا بیان ہے: وہاں سے نکل کر پسر سعد چار ہزار (۱) فوج کے ساتھ حسینؑ کی طرف روانہ ہوا اور حسینؑ کے نینوا وارد ہونے کے دوسرے دن کربلا میں وارد ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے

۱۔ یہی روایت "الارشاد" کے ص ۲۲۷ پر بھی موجود ہے نیز مقتل محمد بن ابی طالب سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: پسر سعد ۹ ہزار کے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد یزید بن رکاب کلبی ۲ ہزار کی فوج کے ہمراہ، حصین بن تمیم سکونی ۴ ہزار کی فوج، فلان مازنی ۳ ہزار کی فوج اور نصر بن فلان ۲ ہزار کے لشکر کے ہمراہ حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح سوار اور پیدل ملا کر ۲۰ ہزار کا لشکر کربلا میں پہنچ گیا۔ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤل میں ذکر کیا ہے کہ وہ ۲۲ ہزار افراد تھے اور شیخ صدوق نے اپنی امالی میں امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ ۳۰ ہزار افراد تھے۔ (الامالی، ص ۱۰۱، طبع بیروت) سبط بن جوزی نے محمد بن سیرین سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے : اس پسر سعد کے سلسلے میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کرامت آشکار ہو گئی کیونکہ آپ کی عمر بن سعد سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ جوان تھا اور آپ نے اس سے فرمایا: "ویحک یا ابن سعد کیف بک إذا اقمت یوما مقاماً تخیر فیہ بین الجنۃ والنار فتختار النار" (تذکرہ، ص ۲۴۷، ط نجف) اے پسر سعد تیرا حال اس وقت کیا ہو گا جب ایک دن تو ایسی جگہ کھڑا ہو گا جہاں تجھے جنت و جہنم کے درمیان مختار بنایا جائے گا اور تو جہنم کو چن لے گا۔

کہ وہاں پہنچ کر عمر بن سعد نے عزرہ بن قیس احمسی (۱) کو حسین (علیہ السلام) کی طرف روانہ کیا اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کون سی چیز ان کو یہاں لائی ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ یہ عزرہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لہٰذا اسے شرم آئی کہ وہ یہ پیغام لے کر وہاں جائے؛ جب اس نے انکار کر دیا تو پسر سعد نے ان تمام سربرآوردہ افراد کے سامنے یہ پیشکش رکھی جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لیکن ان تمام لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور اس بات کو پسند نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے درمیان ایک شخص کثیر بن عبد اللہ شعبی اٹھا (جو بڑا بے باک رزم آور تھا اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا) اور کہنے لگا: میں ان کے پاس جاؤں گا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو انھیں دھوکہ سے قتل بھی کر سکتا ہوں۔ (۲) عمر بن سعد نے کہا: میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ان کو قتل کرو، بس تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں؟

راوی کا بیان ہے: وہ اٹھا اور حسینؑ کی طرف آیا۔ جیسے ہی ابو ثمامہ صائدی (۳) نے اسے دیکھا امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابو عبد اللہ خدا

Presented by Ziaraat.Com

آپ کو سلامت رکھے! آپ کی طرف وہ شخص آرہاہے جو روئے زمین پر شریر ترین اور بد ترین شخص ہے، جو خون بہانے اور دھوکے سے قتل کرنے میں بڑا بے باک ہے؛ یہ کہہ کر ابو ثمامہ اس کی طرف بڑھے اور فرمایا: اپنی تلوار خود سے الگ کرو! اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم یہ میری کرامت کے خلاف ہے۔ میں تو ایک پیغام رساں ہوں، اگر تم لوگوں نے چاہا تو میں اس پیغام کو تم تک پہنچادوں گا جو تمہارے لئے لے کر آیا ہوں اور اگر انکار کیا تو واپس چلا جاؤں گا۔

۱۔ شیخ مفید نے الارشاد میں عروہ بن قیس لکھا ہے۔ اس شخص کے شرح احوال اس سے پہلے گذر چکے جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ یہ کوفہ کا ایک منافق ہے جو اموی مسلک تھا۔

۲۔ یہ شخص امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت بھی اسی سے منقول ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۴۲۶) یہ وہی شخص ہے جو مہاجر بن اوس کے ہمراہ آپ کے قتل میں شریک تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۱)اور یہ وہی شخص ہے جس نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا پیچھا کیا تا کہ اسے قتل کردے لیکن جب اسے پہچان لیا کہ یہ ہمدان سے متعلق ہے تو کہا: یہ ہمارا چچازاد بھائی ہے، یہ کہہ کر اس سے دست بردار ہو گیا۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۵ (

۳۔ ان کے شرح احوال اس سے قبل گذر چکے ہیں۔

ابو ثمامہ: ٹھیک ہے پھر میں تمہارے قبضۂ شمشیر کو اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اس کے بعد تم جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو بیان کر لینا۔

کثیر بن عبداللہ: نہیں خدا کی قسم تم اسے چھو بھی نہیں سکتے۔

ابو ثمامہ صائدی: تم جو پیغام لے کر آئے ہو اس سے مجھ کو خبر دار کر دو، میں تمہاری طرف سے امام تک پہنچادوں گا اور میں تم کو اجازت نہیں دے سکتا کہ آنحضرت کے قریب جاؤ کیونکہ تم فاجر و دھوکہ باز ہو۔ کثیر بن عبداللہ نے ابو ثمامہ کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عمر بن سعد کی طرف روانہ ہو گیا، وہاں جا کر اس نے عمر بن سعد کو ساری خبر سے مطلع کر دیا۔ اس کے بعد پسر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلایا اور اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر اے قرّہ! جا حسینؑ سے ملاقات کر اور ان سے پوچھ کہ وہ کس لئے آئے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ یہ سن کر قرّہ بن قیس آپ کے پاس آیا۔ جیسے ہی حسینؑ نے اسے سامنے دیکھا اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ حبیب بن مظاہر (۱) نے کہا: ہاں! یہ قبیلۂ حنظلہ تمیمی سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری بہن کا لڑکا ہے۔ ہم تو اسے صحیح فکر و عقیدہ کا سمجھتے تھے اور میں نہیں سمجھ پارہا ہوں کہ یہ یہاں کیسے موجود ہے۔(۲) قرّہ بن قیس نزدیک آیا ،امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا اور

۱۔ کربلا کی خبر میں یہاں حبیب بن مظاہر کا پہلی بار تذکرہ ملتا ہے اور راوی نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے۔ آپ کے احوال گذر چکے ہیں کہ آپ ان شیعی زعماء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کوفہ سے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ عنقریب آپ کی شہادت کے حالات بیان کرتے وقت آپ کی زندگی کے بعض رخ پیش کئے جائیں گے۔

۲۔ یہ حر بن یزید ریاحی کے لشکر میں تھا۔ عدی بن حرملہ اسدی اس روایت کو نقل کرتا ہے کہ یہ کہا کرتا تھا: خدا کی قسم اگر حر نے مجھے اس بات پر مطلع کیا

Presented by Ziaraat.Com

ہوتا جس کا ان کے دل میں ارادہ تھا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف نکل جاتا۔ (طبری، ج۵، ص۴۲۷) اسی شخص سے ابو زہیر عبسی اس خبر کو نقل کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مخدرات کو امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کی قتل گاہ کی طرف سے لے جایا گیا اور وہیں پر زینب نے اپنے بھائی حسین بن علی علیہما السلام پر مرثیہ پڑھا۔ (طبری، ج۵، ص۴۵۶) حبیب بن مظاہر نے اسے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے بلایا اور کہا کہ ظالمین کی طرف نہ جاؤ تو قرّہ نے ان سے کہا: ابھی میں اپنے امیر کی طرف پلٹ رہا ہوں اور ان کے پیغام کا جواب دے کر اپنی رائے بیان کر دوں گا لیکن وہ عمر بن سعد کی طرف جا کر وہاں سے پلٹ کر حسینؑ کی طرف نہیں آیا یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج۵، ص۴۱۱؛ ارشاد ، ص۲۲۸(

عمر سعد کا پیغام آپ تک پہنچا دیا تو حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''کتب الیّ أھل مصرکم ھٰذا: أن أقدم، فأمّاإذ کرھوني فأنا أنصرف عنھم'' تمہارے شہر کے لوگوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ میں چلا آؤں، اب اگر وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاؤں گا۔

راوی کہتا ہے کہ نامہ بر عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور ساری خبر اس کے گوش گزار کر دی۔ پسر سعد نے اس سے کہا: میں یہ امید کرتا ہوں کہ خدا ہمیں ان سے جنگ و قتال کرنے سے عافیت میں رکھے اور اسی مطلب کو اس نے لکھ کر ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ ابو مخنف کے بجائے دیگر راویوں کی روایت یہاں پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کو پہنچا جس میں مرقوم تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. أما بعد فانّی حیث نزلت بالحسین بعثت الیہ رسولی، فسألتہ: عمّا أقدمہ، وماذا یطلب ویسأل ؟ فقال: کتب اليّ أہل ھٰذہ البلاد و أتتني رسلھم فسألوني القدوم ففعلت، فأمّاإذ کرھوني فبدالھم غیر ما أتتني بہ رسلھم فأنا منصرف عنھم''

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اما بعد، میں جیسے ہی حسینؑ کے نزدیک پہنچا میں نے ان کی طرف اپنے ایک پیغام رساں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ وہ یہاں کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھا تھا اور ان کے نامہ بر میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں چلا آؤں تو میں چلا آیا لیکن اب اگر انھیں میرا آنا ناپسند ہے اور نامہ بروں کو بھیج کر انھوں نے جو مجھے بلایا تھا اب اگر اس سے پلٹ گئے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاتا ہوں۔

جب ابن زیاد تک یہ خط پہنچا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد یہ شعر پڑھا۔

ال� آن إذ علقت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ ولات حین مناص !

جب ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے تو نجات کی امید کرتا ہے لیکن اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

ابن زیاد کا جواب

خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام جواب کے طور پر خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد، فقد بلغني کتابک وفھمت ماذکرت، فأعرض علی الحسین أن یبایع لیزید بن معاویہ ھو وجمیع أصحابہ، فاذا فعل ذالک رأینا

Presented by Ziaraat.Com

رائے نا، والسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، امابعد، تمہارا خط مجھے موصول ہوا اور تم نے جو ذکر کیا ہے اسے میں نے سمجھ لیا اب حسین سے کہو کہ وہ اور ان کے تمام اصحاب یزید بن معاویہ کی بیعت کرلیں۔ اگر انھوں نے ایسا کرلیا تو پھر ان کے سلسلے میں ہم تم کو اپنا نظریہ بتائیں گے۔ والسلام

جب عمر بن سعد کے پاس وہ خط آیا تو اس نے کہا: میں اسی گمان میں تھا کہ ابن زیاد عافیت کو قبول نہیں کرے گا۔(۱)

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کی جانب عمرو بن قرظۃ بن کعب انصاری(۲) کو بھیجا کہ وہ آپ سے دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات کرے۔

وقت مقررہ پر عمر بن سعد اپنے تقریباً ۲۰ سواروں کے ہمراہ باہر نکلا تو امام حسین علیہ السلام بھی اسی انداز میں نکلے لیکن جب وہ لوگ ملے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ کنارے

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نضر بن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی نے حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کے عمر سعد کا خط آیا تھا۔(طبری، ج۵، ص۴۱۱ و ارشاد، ص۲۲۸)

۲۔ عمرو بن قرظۃ حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے لیکن انکا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کے ہمراہ تھا۔ جب اس کے بھائی عمرو شہید ہو گئے تو اس نے اصحاب حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تاکہ اپنے بھائی کا انتقام لے سکے۔ نافع بن ہلال مرادی نے اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور اس کو زمین پر گرادیا۔ دوسری طرف نافع پر اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا۔ اس کے بعد اس کا علاج کیا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔(طبری، ج۵، ص۴۳۴)

ہو جائیں اور عمر بن سعد نے بھی اپنے سپاہیوں کو یہی حکم دیا پھر دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ گفتگو بڑی طولانی تھی یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے اصحاب کے ہمراہ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ گئے اس گفتگو کے درمیان جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس چلو اور ہم لوگ دونوں لشکروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ عمر سعد نے کہا: ایسی صورت میں تو میرا گھر منہدم کر دیا جائے گا۔ حسینؑ نے کہا: میں تمہارا گھر بنوا دوں گا۔ عمر سعد نے کہا: میرے مال و منال اور باغ و بوستان لوٹ لئے جائیں گے، حسینؑ نے کہا: میں تم کو حجاز میں اپنے مال میں سے اس سے زیادہ دے دوں گا لیکن عمر سعد نے اسے قبول نہیں کیا اور انکار کر دیا۔

اس طرح لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور یہ بات پھیل گئی جبکہ ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں سنا تھا اور انھیں کسی بات کا علم نہیں تھا۔(۱) اسی طرح اپنے وہم و گمان کے مطابق لوگ یہ کہنے لگے کہ حسینؑ نے کہا تھا کہ تم لوگ میری تین باتوں میں سے کوئی ایک بات قبول کرلو:

۱۔ میں اسی جگہ پلٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔

۲۔ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو وہ میرے اور اپنے درمیان اپنی رائے کا اظہار خیال کرے۔

۳۔ یا تم لوگ مجھے کسی بھی اسلامی حدود میں بھیج دو تاکہ میں انھیں کا ایک فرد ہو جاؤں اور میرے لئے وہ تمام چیزیں ہوں جو ان لوگوں کے لئے ہیں۔(۲)

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ابو جناب نے ہانی بن ثبیت حضرمی کے حوالے سے مجھ سے روایت کی ہے اور وہ عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے وقت موجود تھا۔اسی خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص ان ہی ۲۰ سواروں میں تھا جو رات کے وقت ملاقات کے ہنگام پسر سعد کے ہمراہ تھے۔وہ کہتا ہے ہم نے اس گفتگو سے اندازہ لگایا ہے کیونکہ ہم ان دونوں کی آوازیں نہیں سن رہے تھے۔(طبری، ج۵،ص ۴۱۳،الارشاد،ص ۲۲۹)سبط بن جوزی کا بیان ہے: یہ عمرو ہی ہے جس کی طرف پیغام رساں کو بھیجا گیا تھا کہ وہ اور حسین علیہ السلام یکجا ہوں تو عمر بن سعد اور امام حسین علیہ السلام تنہائی میں ایک جگہ جمع ہوئے۔(تذکرہ،ص ۲۴۸،ط نجف (

۲۔یہ وہ مطلب جس پر محدثین کا ایک گروہ متفق ہے اور ہم سے مجالد بن سعید اور صقعب بن زہیر ازدی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص ۴۱۳،ابوالفرج،ص ۷۵،ط نجف (

عقبہ بن سمعان کا اس سلسلے میں بیان ہے کہ میں حسینؑ کے ساتھ تھا؛آپ کے ہمراہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق آیا اور میں آپ سے پل بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ شہید کر دے ئے گئے۔اس کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم مدینہ،مکہ،دوران سفر اور عراق میں حتی کہ شہادت کے وقت تک امام کا کوئی خطبہ اور کلام ایسا نہیں تھا جسے میں نے نہ سنا ہو اور خدا کی قسم لوگ جو ذکر کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا کہ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیدوں گا یہ سراسر غلط ہے اور آپ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہمیں کسی اسلامی حدود میں بھیج دیا جائے،ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا : ''دعونی فلاذھب فی ھٰذہ الارض العریضۃ حتی ننظر مایصیر أمر الناس'' (۱) مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس وسیع و عریض زمین پر کہیں بھی چلا جاؤں تاکہ دیکھوں کہ لوگوں کا انجام کار کہاں پہنچتا ہے۔

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

امام علیہ السلام سے مخفیانہ گفتگو کے بعد عمر سعد نے ابن زیاد کے نام ایک دوسرا خط لکھا:

''امابعد،فان اللہ قد أطفاالنائرۃ،وجمع الکلمۃ وأصلح أمر الامۃ،ھٰذا حسین قد أعطانی ان یرجع الی المکان الذی منہ أتی أو أن نسیّرہ الی أیّ ثغر من ثغور المسلمین شئنا فیکون رجلا من المسلمین لہ مالھم وعلیہ ما علیھم أو أن یاتی یزید أمیر المومنین فیضع یدہ فی یدہ فیری فیما بینہ وبین رأیہ،وفی ھٰذا لکم رضاًولأمۃ صلاح ''

امابعد،اللہ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا،ہماہنگی واتحاد کو ایجاد کر دیا ہے اور امت کے امور کو صلح و خیر کی طرف موڑ دیا ہے۔یہ حسینؑ ہیں جو مجھے وعدہ دے رہے ہیں کہ یا وہ اسی جگہ پلٹ جائیں گے جہاں سے آئے ہیں یا ہم انھیں جہاں مناسب سمجھیں کسی اسلامی حدود میں روانہ کر دیں کہ وہ انھیں کا جز قرار پائیں تاکہ جو ان لوگوں کے لئے ہو وہی ان کے لئے ہو اور جو ان لوگوں کے ضرر میں ہو وہی ان کے ضرر

۱۔اس مطلب کو ابو مخنف نے عبدالرحمن بن جندب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(طبری،ج۵،ص ۴۱۳،الخواص،ص ۲۴۸ (

میں ہو یا یہ کہ وہ یزید امیر المومنین کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں اور وہ ان کے اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرنا چاہیں کریں،یہ بات ایسی ہے

Presented by Ziaraat.Com

جس میں آپ کی رضایت اور امت کی خیر وصلاح ہے۔

جب عبیداللہ بن زیاد نے اس خط کو پڑھا تو وہ بولا: یہ اپنے امیر کے لئے ایک خیر خواہ شخص کا خط ہے جو اپنی قوم پر شفیق ہے؛ ہاں ہم نے اسے قبول کر لیا۔

اس وقت شمر بن ذی الجوشن (۱) وہیں پر موجود تھا۔ وہ فوراً کھڑا ہوا اور بولا: کیا تم اس شخص سے اس بات کو قبول کر لوگے! جب کہ وہ تمہاری زمین پر آچکا ہے اور بالکل تمہارے پہلو میں ہے؛ خدا کی قسم اگر وہ تمہارے شہر و حکومت سے باہر نکل گیا اور تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیا تو قدرت واقتدار اور شان و شوکت اس کے ہاتھ میں ہوگی اور تم ناتواں وعاجز ہو جاؤگے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے تم یہ وعدہ نہ دو کیونکہ یہ باعث توہین ہے۔ ہاں اگر وہ اور اس کے اصحاب تمہارے حکم (۲) کے تابع ہو جائیں تو اب اگر تم چاہو ان کو سزا دو کیونکہ وہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر تم معاف کرنا چاہو؛ تو یہ بھی تمہارے دست قدرت میں ہے۔ امیر! مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ اور عمر سعد دونوں اپنے اپنے لشکر کے درمیان بیٹھ کر کافی رات تک گفتگو کیا کرتے ہیں۔

یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: تمہاری رائے اچھی اور تمہارا نظریہ صحیح ہے۔ (۳)

۱۔ اس کے تفصیلی حالات گذر چکے ہیں کہ اشراف کوفہ میں سے ایک یہ بھی ابن زیاد کے ہمراہ قصر میں تھا۔

۲۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۴۸ پر اس واقعہ کو بطور مختصر لکھا ہے اور اضافہ کیا ہے کہ اس نے اپنے جوابی خط کے نیچے یہ شعر لکھا:

الآن حین تعلقتہ حبالنا

یرجو النجاۃ ولات حین مناص

اب جب وہ ہمارے پھندے میں آچکا ہے تو نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید ہمدانی اور صقعب بن زہیر نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۴، ارشاد، ص ۲۲۹)

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا جواب

اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے نام خط لکھا۔

"اما بعد، فانی لم أبعثک الی حسین لتکف عنہ، ولتطاولہ ولا لتمنیہ السلامۃ والبقاء، ولا لتقعد لہ عندی شافعاً... أنظر فان نزل حسین و أصحابہ علی الحکم واستسلموا، فابعث بھم الیّ سلماً وان أبوا فازحف الیھم حتی تقتلھم و تمثل بھم فانھم لذالک مستحقون! فان قتل حسین فأوطی الخیل صدرہ وظھرہ! فانہ عاق شاق۔ قاطع ظلوم ولیس دھری فی ھذا أن یضرّ بعد الموت شیئاً، ولکن علیّ قول لو قد قتلتہ فعلت ھذا بہ! ان أنت مضیت لامرنا فیہ جزیناک جزاء السامع المطیع، وان أبیت فاعتزل عملنا وجندنا، وخلّ بین شمر بن ذی الجوشن وبین العسکر، فانّا قد أمرنا بأمرنا۔ والسلام" (۱)

اما بعد، میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ان سے دستبردار ہو جاؤ اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ مسئلہ کو پھیلا کر طولانی بنادو اور نہ ہی اس لئے کہ ان کی

Presented by Ziaraat.Com

سلامتی وبقاکے خواہاں رہواور نہ ہی اس لئے کہ وہاں بیٹھ کر مجھ سے حسین کے لئے شفاعت کی درخواست کرو... دیکھو! اگر حسین اوران کے اصحاب نے ہمارے حکم پر گردن جھکادی اور سر تسلیم خم کر دیا تو سلامتی کے ساتھ انھیں میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دو اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے اور مثلہ کر دو کیونکہ یہ لوگ اسی کے حق دار ہیں۔

قتل حسین کے بعدان کی پشت اوران کے سینہ کو گھوڑوں سے پامال کر دو کیونکہ انہوں نے دوری اختیار کی ہے وہ ناسپاس ہیں۔انہوں نے اختلاف پھیلایا ہے، وہ حق ناشناس اور ظلم کے خو گر ہیں۔میری یہ تمنااور آرزو نہیں ہے کہ موت کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے لیکن میں نے عہد کیا ہے کہ مرنے کے بعدان کے ساتھ ایسا ہی کروں گا لہذا اب اگر تم نے ہمارے حکم پر عمل کیا تو ہم تم کو وہی جزاو

ا۔ابومخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابوجناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵،ص۴۱۵ارشاد،ص۲۲۹والخواص،۲۴۸)

پاداش دیں گے جو ایک مطیع وفرمانبردار کی جزا ہوتی ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم ہمارے عہدے اور فوج سے کنارہ کش ہو جاؤاور فوج کو شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دو کہ ہمیں جو فرمان دینا تھا وہ ہم اسے دے چکے ہیں۔والسلام

خط لکھنے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے شمر بن الجوشن کو بلایا اور اس سے کہا: عمر بن سعد کے پاس یہ خط لے کر جاؤ۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب سے کہے کہ وہ میرے فرمان پر تسلیم محض ہو جائیں! اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو فوراً ان لوگوں کو میرے پاس صحیح وسالم روانہ کر دو اور اگر انکار کریں تو ان سے نبرد آزما ہو جاؤ۔اگر عمر بن سعد نے ایسا کیا تو تم اس کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا اور اگر اس نے انکار کیا تو تم ان لوگوں سے جنگ کرنا اور ایسے میں تم اس لشکر کے امیر ہو گے اور اس پر حملہ کر کے اس کی گردن مار دینا اور اس کا(یعنی پسر سعد) سر میرے پاس بھیج دینا۔(۱) جب شمر نے وہ خط اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے ساتھ عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام (کلابی) جانے کے لئے اٹھا تو عبد اللہ نے کہا: خدا امیر کو سلامت رکھے حقیقت یہ ہے کہ عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان یہ سب ہماری بہن ام البنین کے صاحبزادے ہیں جو حسینؑ کے ہمراہ ہیں۔اگر آپ بہتر سمجھیں تو ان کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیں۔

ابن زیاد نے جواب دیا: ہاں سر آنکھوں پر،اس کے بعد اپنے کاتب کو بلایا اور اس نے ان لوگوں کے لئے امان نامہ لکھ دیا۔عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی نے اس امان نامہ کو اپنے غلام کُزمان کے ہمراہ روانہ کیا۔

خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود

عبید اللہ بن زیاد کا خط لے کر شمر بن ذی الجوشن عمر بن سعد کے پاس پہنچا جب وہ اس کے قریب آیا اور خط پڑھ کر اس کو سنایا تو خط سن کر عمر بن سعد نے اس سے کہا :

ا۔ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵،ص۴۱۴وارشاد،ص۹۲)

Presented by Ziaraat.Com

"ویلک مالک! لاقرّب اللہ دارک، وقبّح اللہ ما قدّمت بہ عليّ! واللہ لاظنک أنت ثنیتہ أن یقبل ما کتبت بہ الیہ أفسدت علینا أمراً کنّا رجونا أن یصلح، لا یستسلم واللہ حسین أن نفساً أبیۃ(۱) لبین جنبیہ"

وائے ہو تجھ پر تو نے یہ کیا کیا! خدا تجھے غارت کرے۔ اللہ تیرا برا کرے! تو میرے پاس کیا لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تو نے چاپلوسی کے ذریعہ اسے میری تحریر پر عمل کرنے سے باز رکھا ہوگا۔ تو نے کام خراب کر دیا۔ ہم تو اس امید میں تھے کہ صلح ہو جائے گی۔ خدا کی قسم حسینؑ کبھی بھی خود کو ابن زیاد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے کیونکہ یقیناً حسینؑ کے سینے میں ایک غیور دل ہے۔

شمر کا دل سیاہ ہو چکا تھا اس کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب تھا۔ اس نے فوراً پوچھا: تم اتنا بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم امیر کے فرمان کو اجراء کرو گے اور ان کے دشمن کو قتل کرو گے؟ اگر نہیں تو ہمارے اور اس لشکر کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔

عمر بن سعد: نہیں اور نہ ہی تیرے لئے کوئی کرامت ہے۔ میں خود ہی اس عہدہ پر باقی رہوں گا۔ تو جا اور پیدلوں کی فوج کی سربراہی انجام دے۔

جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ

ایسے بحرانی حالات میں شمر اصحاب امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے فرزند عباس، عبداللہ جعفر اور عثمان علیہم السلام اس کے پاس آئے اور فرمایا: "مالک وما ترید؟" کیا کام ہے اور تو کیا چاہتا ہے؟

شمر نے کہا: اے میری بہن کے صاحبزادو تم سب کے سب امان میں ہو۔

یہ سن کر ان غیر تمند جوانوں نے جواب دیا: "لعنک اللہ ولعن أمانک [لئن کنت خالنا] أتؤمننا وابن رسول اللہ لا أمان لہ"!

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۱۳ یہ جملہ اس طرح لکھا ہے: "ان نفس أبیہ لبین جنبیہ" یقیناً حسین کے سینے میں ان کے باپ کا دل ہے۔

خدا تجھ پر لعنت کرے اور تیرے امان پر بھی لعنت ہو (اگر تو ہمارا ماموں ہے تو) کیا تو ہمیں امان دے رہا ہے لیکن فرزند رسولخدا کے لئے کوئی امان نہیں ہے!

اور جب عبداللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی کا غلام کزمان امان نامہ لے کر کربلا پہنچا اور ان غیر تمندوں کے پاس جا کر انھیں آواز دی اور کہا: یہ امان نامہ ہے جو تمہارے ماموں نے تمہیں بھیجا ہے تو انھوں نے کہا: "أقرئ خالنا السلام و قل لہ: أن لا حاجۃ لنا فی أمانکم، أمان اللہ خیر من أمان بن سمیّۃ!"(۱) ہمارے ماموں سے ہمارا اسلام کہنا اور ان سے کہدینا کہ ہم کو تم لوگوں کے امان کی کوئی حاجت نہیں ہے، اللہ کی امان فرزند سمیہ کی امان سے زیادہ بہتر ہے۔

امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش

عبیداللہ بن زیاد کا ایک اور خط عمر بن سعد تک پہنچا:

امابعد، حسینؑ اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہونچ سکے؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح تقی و زکی و مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

راوی کہتاہے کہ اس خط کا آنا تھا کہا عمر سعد نے فوراً عمرو بن حجاج(۲) کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ سب کے سب پانی پر پہنچ کر حسینؑ اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہوگئے تاکہ کوئی ایک قطرہ بھی پانی نہ پی سکے۔ یہ امام حسینؑ کی شہادت سے ۳ دن پہلے کا واقعہ ہے۔

راوی کہتاہے کہ جب حسینؑ اور ان کے اصحاب کی پیاس میں شدت واقع ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) کو بلایا اور انہیں تیس(۳۰) سوار اور بیس(۲۰) پیدل افراد کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ بیس(۲۰) مشکیں بھی بھیجیں۔ وہ لوگ گئے یہاں

۱۔الارشاد، ص ۲۳۰،التذکرہ، ص ۲۴۹

۲۔اس کے حالات بھی گذر چکے ہیں کہ یہ بھی انہیں اشراف میں سے ہے جو ابن زیاد کے ساتھ قصر میں موجود تھے۔

تک کہ پانی کے قریب پہنچے۔ ان لوگوں کے آگے پرچم لئے نافع بن ہلال جملی(۱) رواں دواں تھے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا :

کون ہے؟ جواب ملا: نافع بن ہلال

عمرو بن حجاج نے سوال کیا: کس لئے آئے ہو؟

نافع بن ہلال نے جواب دیا: ہم اس پانی میں سے کچھ پینے کے لئے آئے جس سے تم لوگوں نے ہمیں دور کر دیا ہے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: پیو تمہارے لئے یہ پانی مبارک ہو۔

نافع بن ہلال نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک پانی نہیں پی سکتے جب تک حسینؑ اور ان کے اصحاب پیاسے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو(یہ کہہ کر ان اصحاب کی طرف اشارہ کیا) اسی اثنا میں وہ اصحاب آشکار ہوگئے اور پانی تک پہنچ گئے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: ان لوگوں کے پانی پینے کی کوئی سبیل نہیں ہے، ہم لوگوں کو یہاں اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان لوگوں کو پانی پینے سے روکیں۔

جب نافع کے دیگر پیدل ساتھی پانی کے پاس پہنچ گئے تو نافع نے کہا: اپنی مشکوں کو بھرو وہ لوگ بھی آگے بڑھے اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔

لیکن عمرو بن حجاج اور اس کی فوج نے ان پیدلوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انہیں روکے رکھا، پھر اپنے سپاہیوں کی طرف آئے تو ان لوگوں نے کہا:

۱۔آپ ہی نے اپنے گھوڑے کے ہمراہ کوفہ سے ۴ آدمیوں کو راستے میں امام علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا جن میں طرماح بن عدی بھی تھے۔ یہ پہلی خبر ہے جس سے معلوم ہوتاہے کہ کربلا میں آپ امام علیہ السلام سے آکر مل گئے تھے اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے علی بن قرظہ انصاری، عمرو بن قرظہ کے بھائی پر نیزہ چلایا تھا جو عمر سعد کے ساتھ تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۳۴) آپ نے اس کا نام اپنی تیر کے اوپر لکھ لیا تھا۔ آپ نے اپنے تیروں سے ۱۲ لوگوں کو مارا یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور شمر نے آپ کو اسیر بنا لیا پھر پسر سعد کے پاس لے جانے کے بعد آپ کو قتل کر دیا۔(ج۵، ص ۴۴۲(

آپ لوگ اسی طرح ان لوگوں کو روکئے اور ان کے نزدیک کھڑے رہیئے تاکہ ہم خیموں تک پانی پہنچا سکیں۔

ادھر عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہیوں نے پھر حملہ کیا تو ان لوگوں نے بھی دلیری سے دفاع کیا اور آخر کار حسین علیہ السلام کے فداکار اصحاب پانی

Presented by Ziaraat.Com

کو منزلگاہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔اسی شب نافع بن ہلال نے عمرو بن حجاج کی فوج کے ایک سپاہی کو نیزہ مارا جس سے وہ نیزہ ٹوٹ گیا اور بعد میں وہ مر گیا۔(۱) دشمن کی فوج کا یہ پہلا مقتول ہے جو اس شب مجروح ہوا تھا۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵ص ۲۱۲) ابو الفرج نے ابو مخنف سے اسی سند کو ذکر کیا ہے۔(ص۷۸) ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے حمید بن مسلم سے یہی روایت نقل کی ہے۔(ص۲۲۸ (

Presented by Ziaraat.Com

امام علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

ایک شب کی مہلت

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

راوی کہتاہے: نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے آواز بلند کی: '' یا خیل اللہ ارکبی و أبشری'' اے لشکر خدا سوار ہو جاؤاور تم کو بشارت ہو! یہ سن کر سارا لشکر سوار ہو گیااور پھر سب کے سب حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب کی طرف ٹوٹ پڑے۔

ادھر امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے اپنی تلوار پر تکیہ دئے بیٹھے تھے کہ اسی اثنامیں درحالیکہ آپ اپنے گھٹنے پر سر رکھے ہوئے تھے، آپ کی آنکھ لگ گئی لیکن آپ کی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے چیخ پکار کی آواز سنی تو اپنے بھائی کے قریب گئیں اور عرض کی اے بھیا! کیاان آوازوں کو سن رہے ہیں جو اتنے قریب سے آرہی ہیں؟ حسین علیہ السلام نے اپنے سر کو اٹھایااور فرمایا :

''انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فی المنام فقال لی: انک تروح الینا!'' میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں: تم میری طرف آنے والے ہو، یہ کلمات سن کر آپ کی بہن نے اپنے چہرہ پیٹ لیااور کہا: '' یاویلتا'' وائے ہو مجھ پر، یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''لیس لک الویل یااخیۃ،اسکتی رحمک الرحمن'' اے میری بہن! تمہارے لئے کوئی وائے نہیں ہے، خاموش ہو جاؤ، خدائے رحمن تم پر رحمت نازل کرے!

اسی اثناء میں آپ کے بھائی عباس بن علی علیہما السلام سامنے آئے اور عرض کیا: اے بھائی! دشمن کی فوج آپ کے سامنے آچکی ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اٹھے اور فرمایا:

''یاعباس ارکب بنفسي أنت یا أخي حتی تلقاھم فتقول لھم: مالکم ؟ومابدا لکم وتسألھم عما جاء بھم ؟''

اے عباس! تم پر میری جان نثار ہو، میرے بھائی تم ذرا سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟اور کیا واقعہ پیش آ گیا ہے ؟اور ان سے سوال کرو کہ کس لئے آئے ہیں ؟

یہ سن کر حضرت عباس ۲۰ سواروں کے ہمراہ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر (۱) بھی تھے دشمن کی فوج کے پاس گئے اور ان سے آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟اور تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ان لوگوں نے جواب دیا: امیر کا فرمان آیا ہے کہ ہم آپ کے سامنے یہ معروضہ رکھیں کہ آپ لوگ سر تسلیم خم کر دیں ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا: ''فلا تعجلوا حتی ارجع الی أبی عبد اللہ فأعرض علیہ ماذکرتم'' تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو، میں ابھی پلٹ کر ابو عبد اللہ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے سامنے تمہاری باتوں کو پیش کرتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ رک گئے اور کہنے لگے ٹھیک ہے تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو ساری روداد سے آگاہ کر دو پھر وہ جو کہیں اسے ہمیں آکر بتاؤ۔ یہ سن کر حضرت عباس پلٹے اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کے سامنے صورت حال کو بیان کریں۔

حضرت عباسؑ کے ساتھ جانے والے دیگر بیس افراد وہیں پر ٹھہرے رہے اور دشمن کی فوج سے گفتگو کرنے لگے۔ حبیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس فوج سے گفتگو کریں اور اگر چاہیں تو میں بات کروں زہیر بن قین نے کہا: آپ شروع کریں اور آپ ہی ان سے بات کریں تو حبیب بن مظاہر نے کہا: خدا کی قسم کل وہ قوم خدا کے نزدیک بڑی بدترین قوم ہو گی جو اللہ کے نبی کی ذریت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، جو اس شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں، سپیدہ سحری تک عبادتوں میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرتے ہیں۔ حبیب بن مظاہر، زہیر بن قین سے اس بات کو اس طرح کہہ رہے تھے کہ اموی فوج اسے سن

۱۔ آپ کے شرح احوال ان لوگوں کے تذکرے میں گذر چکے ہیں جنھوں نے کوفہ سے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔

ے۔ عزرہ بن قیس (۱) نے یہ گفتگو سنی تو وہ حبیب سے کہنے لگا: تم نے خود کو پاک و پاکیزہ ثابت کرنے میں اپنی ساری طاقت صرف کر دی۔ زہیر بن قین نے عزرہ سے کہا: اے عزرہ! اللہ نے انھیں پاک و پاکیزہ اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے؛ اے عزرہ! تم تقوائے الٰہی اختیار کرو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں؛ اے عزرہ! میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم پاک و پاکیزہ نفوس کے قتل میں گمراہوں کے معین و مددگار نہ بنو!

عزرہ بن قیس نے جواب دیا: اے زہیر! ہمارے نزدیک تو تم اس خاندان کے پیرو نہ تھے، تم تو عثمانی مذہب تھے۔ (۲)

Presented by Ziaraat.Com

زہیر بن قین نے کہا: کیا ہمارا موقف تمہارے لئے دلیل نہیں ہے کہ میں پہلے عثمانی تھا! خدا کی قسم! میں نے ان کو کوئی خط نہیں لکھا تھا اور نہ کوئی پیغام رساں بھیجا تھا اور نہ ہی انھیں وعدہ دیا تھا کہ میں ان کی مدد و نصرت کروں گا، بس راستے نے ہمیں اور ان کو یکجا کر دیا تو میں نے ان کو جیسے ہی دیکھا ان کے رخ انور نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یاد دلا دی اور پیغمبر اکرمؐ سے ان کی نسبت بھی میرے ذہن میں آ گئی اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ اپنے دشمن اور تمہارے حزب و گروہ کی طرف جا رہے ہیں؛ یہ وہ موقع تھا جہاں میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کی مدد کروں گا اور ان کے حزب و گروہ میں رہوں گا؛ نیز اپنی جان ان کی جان پر قربان کر دوں گا تا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس حق کی حفاظت کر سکوں جسے تم لوگوں نے ضائع کر دیا ہے۔

ا۔اس شخص کے شرح احوال وہاں پر گذر چکے ہیں جہاں امام علیہ السلام کے نام اہل کوفہ کے خط لکھنے کا تذکرہ ہوا ہے کہ یہ اہل کوفہ کے منافقین میں سے ہے۔

۲۔یہ پہلی مرتبہ ہے جہاں زہیر بن قین کو واقعہ کربلا میں اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا یہ پہلا عنوان ہے جو عثمان بن عفان کے سلسلہ میں مورد اختلاف قرار پایا کہ آیا وہ حق پر تھا یا باطل پر۔ اس وقت جو علی علیہ السلام کو اپنا مولا سمجھتا تھا وہ علوی اور شیعی کہا جانے لگا اور جو عثمان کو مولا سمجھتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ عثمان حق پر ہے وہ مظلوم قتل کیا گیا ہے وہ عثمانی کہلاتا تھا۔

ایک شب کی مہلت

ادھر عباس بن علی (علیہما السلام) امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عمر سعد کا پیغام آپ کو سنا دیا۔ اسے سن کر حضرت نے فرمایا: ''ارجع الیھم فان استطعت أن تؤخرھم الی غدوۃ وتدفعھم عنا العشیہ، لعلنا نصلي لربنا اللیلۃ وندعوہ ونستغفرہ فھو یعلم اني کنت أحب الصلاۃ و تلاوۃ کتابہ و کثرۃ الدعاوالاستغفار '' (میرے بھائی عباس) تم ان لوگوں کی طرف پلٹ کر جاؤ اور اگر ہو سکے تو کل صبح تک کے لئے اس جنگ کو ٹال دو اور آج کی شب ان لوگوں کو ہم سے دور کر دو تا کہ آج کی شب ہم اپنے رب کی بارگاہ میں نماز ادا کریں اور دعا و استغفار کریں کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت کلام مجید، کثرت دعا اور استغفار سے بڑی محبت ہے۔

اس مہلت سے امام حسینؑ کا مقصد یہ تھا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ کل کے امور کی تدبیر کر سکیں اور اپنے گھر والوں سے وصیت وغیرہ کر سکیں۔

حضرت عباس بن علی علیہما السلام اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے فوج دشمن کی طرف آئے اور فرمایا: '' یا ھولاء! ان أبا عبداللہ یسألکم أن تنصرفوا ھٰذہ العشیۃ حتی ینظر فی ھٰذا الامر فان ھٰذا أمر لم یجر بینکم وبینہ فیہ منطق فاذا أصبحنا التقینا ان شاء اللہ فأما رضیناہ فأتینا بالامر الذی تسألونہ وتسمونہ، أو کرھنا فرددناہ'' اے قوم! ابو عبداللہ کی تم لوگوں سے درخواست ہے کہ آج رات تم لوگ ان سے منصرف ہو جاؤ تا کہ وہ اس سلسلے میں فکر کر سکیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کے اور تم لوگوں کے درمیان کوئی ایسی بات چیت نہیں ہوئی ہے۔ جب صبح ہو گی تو انشاء اللہ ہم لوگ ملاقات کریں گے۔ اس وقت یا تو ہم

Presented by Ziaraat.Com

لوگ اس بات پر راضی ہو جائیں گے اور اس بات کو قبول کرلیں گے جس کا تم لوگ ان سے تقاضا کر رہے اور اس پر ان سے زبردستی کر رہے ہو یا اگر ہم ناپسند کریں گے تو رد کردیں گے۔

عمر بن سعد نے یہ سن کر کہا: یا شمر ما تری؟ شمر تیری رائے کیا ہے؟

شمر نے جواب دیا: تمہاری کیا رائے ہے؟ امیر تم ہو اور تمہاری بات نافذ ہے۔

عمر بن سعد: میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہونے دوں پھر اپنی فوج کی طرف رخ کر کے پوچھا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ تو عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا : سبحان اللہ! خدا کی قسم اگر وہ لوگ دیلم کے رہنے والے ہوتے اور تم سے یہ سوال کرتے تو تمہارے لئے سزاوار تھا کہ تم اس کا مثبت جواب دیتے۔

قیس بن اشعث (۱) بولا: تم سے یہ لوگ جو سوال کر رہے ہیں اس کا انھیں مثبت جواب دو! قسم ہے میری جان کی کہ کل صبح یہ لوگ ضرور تمہارے سامنے میدان کارزار میں آئیں گے۔

یہ سن کر پسر سعد نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ نبرد آزما ہوں گے تو میں آج کی شب کی مہلت کبھی نہ دوں گا (۲) علیؑ بن الحسینؑ کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمر بن سعد کی جانب سے ایک پیغام رساں آیا اور آکر ایسی جگہ پر کھڑا ہوا جہاں سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی اس نے کہا: ہم نے تم لوگوں کو کل تک کی مہلت دی ہے کل تک اگر تم لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم لوگ تم لوگوں کو اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو تمھیں ہم نہیں چھوڑیں گے (۳)

۱۔ یہ شخص روز عاشورہ قبیلہ ربیعہ اور کندہ کی فوج کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۲) یہی امام حسین علیہ السلام کی اونی ریشمی چادر لوٹ کرلے گیا تھا جسے عربی میں '' قطیفہ '' کہتے ہیں اس کے بعد یہ قیس قطیفہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۳) اصحاب امام حسین علیہ السلام کے سروں کو کوفہ ابن زیاد کے پاس لے جانے والوں میں شمر بن ذی الجوشن، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہمراہ یہ بھی موجود تھا۔ ان میں سے ۱۳ سر یہ اپنے قبیلہ کندہ لے کر روانہ ہو گیا (طبری، ج۵، ص ۴۶۸) یہ شخص محمد بن اشعث جناب مسلم کے قاتل اور جعدہ بنت اشعث امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ کا بھائی ہے۔

۲۔ حارث بن حصیرہ نے عبد اللہ بن شریک عامری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۱۵، ارشاد، ص ۲۳۰)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبد اللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علیؑ بن الحسینؑ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۱۷)

Presented by Ziaraat.Com

شب عاشور کی روداد

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

ہاشمی جوانوں کا موقف

اصحاب کا موقف

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

شب عاشور امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

شب عاشور کی روداد

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

Presented by Ziaraat.Com

چوتھے امام حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جب عمر سعد کی فوج پلٹ گئی تو حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا(یہ بالکل غروب کا وقت تھا) میں نے خود کو ان سے نزدیک کیا؛کیونکہ میں مریض تھا۔میں نے سنا کہ میرے بابا اپنے اصحاب سے فرمارہے ہیں :

"أثنی علی اللہ تبارک وتعالی أحسن الثناء وأحمدہ علی السرّاء والضرّاء؛اللّٰھم انی أحمدک علی أن أکرمتنا بالنبوۃ وعلمتنا القرآن وفقھتنا فی الدین وجعلت لنا أسماعاً وابصاراً وأفئدۃ ولم تجعلنا من المشرکین.

امابعد؛فانی لا أعلم أصحاباً أولی ولا خیراً من أصحابی ولا أھل بیت أبرّ وأوصل من أھل بیتی فجزاکم اللہ عنی جمیعاً خیرا.

ألاوانّی اظن یومنا من ھولاء الاعداء غداً ألاوانی قد رأیت لکم فانطلقوا جمیعاً فی حِل، لیس علیکم منی ذمام،ھٰذا لیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا! (۱)ثم لےأخذ کلُ رجل منکم بید رجل من أھل بیتی؛ تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم حتی یفرّج اللہ، فان القوم انما یطلبونی، ولو قد أصابونی لَھَوا عن طلب غیری ".

میں اللہ تبارک وتعالی کی بہترین ستائش کرتاہوں اور ہر خوشی وآسائش اور رنج ومصیبت میں

۱۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اوراس نے علی بن حسین علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری،ج۵،ص۴۱۸) ابوالفرج نے ص ۷۴پراور شیخ مفید نے ص۲۳۱پر علی بن حسین کے بجائے امام سجاد علیہ السلام لکھاہے جوایک ہی شخصیت کے نام اور لقب ہیں۔

اس کی حمد کرتاہوں۔خدایا! اس بات پر میں تیری حمد کرتاہوں کہ تونے ہمیں نبوت کے ذریعہ کرامت عطاکی، ہمیں قران کا علم عنایت فرمایااور دین میں گہرائی وگیرائی عطافرمائی اور ہمیں حق کو سننے والے کان، حق نگر آنکھیں اور حق پذیر دل عطافرمائے اور تونے ہمیں مشرکین میں سے قرار نہیں دیا۔

امابعد! حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے اصحاب سے بہتر وبرتر کسی کے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا،نہ ہی ہمارے گھرانے سے زیادہ نیکوکار اور مہربان کسی گھرانے کا مجھے علم ہے؛خداوند متعال میری طرف سے تم سب کواس کی بہترین جزاعطاکرے۔

آگاہ ہوجاؤ! میں یہ سمجھتاہوں کہ ان دشمنوں کی شرانگیزیوں کی بنیاد پر کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔آگاہ ہوجاؤ! کہ میں نے اسی لئے تم لوگوں کے سلسلے میں یہ نظریہ قائم کیاہے کہ تم سب کے سب ہماری بیعت سے آزاد ہواور میری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔یہ رات ہے جس نے تم سب کواپنے اندر ڈھانپ لیاہے؛تم لوگ اس سے فائدہ اٹھاکراپنے لئے اسے حجاب ومرکب قرار دواور تم میں سے ہر ایک ہمارے خاندان کی ایک ایک فرد کاہاتھ پکڑکراپنے اپنے ملک اور شہر کی طرف نکل جائے یہاں تک کہ خدا گشائش کی راہ نکال دے؛کیونکہ یہ قوم فقط میرے خون کی پیاسی ہے لہٰذا اگر وہ مجھے پالیتی ہے تو میرے علاوہ دوسروں سے غافل ہوجائے گی۔

ہاشمی جوانوں کا موقف

امام حسین علیہ السلام کی تقریر ختم ہوچکی تو عباس بن علی علیہما السلام نے کلام کی ابتداء کی اور فرمایا:" لِمَ نفعل ذالک؟ لنبقی بعدک؟ لا أرانا اللہ ذالک أبداً!" ہم ایسا کیوں کریں؟ کیافقط اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ وسلامت رہیں؟! خدا کبھی ہمیں ایسادن نہ دکھائے۔

اس کے بعد حضرت عباس کے بھائی،امام حسین علیہ السلام کے فرزندان،آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد،عبداللہ بن جعفر کے فرزند(محمد و

Presented by Ziaraat.Com

عبداللہ) سب کے سب نے اسی قسم کے کلمات سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام فرزندان جناب عقیل کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے فرزندان عقیل! مسلم کا قتل تم لوگوں کے لئے کافی ہے، تم سب چلے جاؤ، میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ یہ سن کر ان سبھوں نے عرض کیا:

"فما یقول الناس! یقولون انّا ترکنا شیخنا وسیدنا و بنی عمو متنا خیر الاعمام ولم نرم معھم بسھم، ولم نطعن معھم برمح ولم نضرب معھم بسیف، ولا ندری ماصنعوا! لا واللہ لا نفعل ولکن تفدیک أنفسنا و أموالنا و أھلونا، ونقاتل معک حتی نرد مورد ک! فقبح اللہ العیش بعدک" (۱(

اگر ہم چلیں جائیں تو لوگ کیا کہیں گے! یہی تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سید و سردار اور اپنے چچا کے فرزندان کو (نرغہ اعداء میں تنہا) چھوڑ دیا جبکہ وہ ہمارے بہترین چچا تھے۔ ہم نے ان کے ہمراہ دشمن کی طرف تیر نہیں چلایا، نیزوں سے دشمنوں کو زخمی نہیں کیا اور ان کے ہمراہ تلوار سے حملہ نہیں کیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کر سکتے؛ ہم اپنی جان، مال اور اپنے گھر والوں کو آپ پر قربان کر دیں گے؛ ہم آپ کے ساتھ ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں۔ وہیں ہم بھی وارد ہوں. اللہ اس زندگی کا برا کرے جو آپ کے بعد باقی رہے!

اصحاب کا موقف

جب بنی ہاشم اظہار خیال کر چکے تو اصحاب کی نوبت آئی تو۔ (حسینی سپاہ کے سب سے بوڑھے صحابی) مسلم بن عوسجہ (۲) اٹھے اور عرض کی: " أنحن نخلّی ولما نعذر الی اللہ فی أداء حقک! أما واللہ حتی أکسر فی صدورھم رمحي، وأضربھم بسیفي ما ثبت قائمة فی یدي، ولا أفارقک، ولو لم یکن معي سلاح أقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارة دونک حتی أموت معک"

۱۔ مقاتل الطالبیین، ابوالفرج، ص ۴۷، ارشاد، ص ۲۳۱، خواص۔ ص ۲۴۹

۲۔ جو اشراف کوفہ جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔ ان کے ہمراہ آپ کے احوال گزر چکے ہیں۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا تذکرہ ہے آپ کربلا کیسے پہنچے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اگر ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیں؟ تو آپ کے حق کی ادئیگی میں اللہ کے سامنے ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟ خدا کی قسم! جب تک کہ میں اپنا نیزہ ان کے سینے میں نہ توڑ لوں اور جب تک قبضۂ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے میں ان کو نہ مارتا رہوں میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اگر میرے پاس کوئی اسلحہ نہ ہوا جس سے میں ان لوگوں سے مقابلہ کر سکوں تو میں آپ کی حمایت میں ان پر پتھر مارتا رہوں گا یہاں تک مجھے آپ کے ہمراہ موت آجائے۔ مسلم بن عوسجہ کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی اٹھے اور عرض کیا:

"واللہ لا نخلّیک حتی یعلم اللہ أنا حفظنا غیبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیک. واللہ لو علمت انی أقتل ثم أحیا ثم احرق حیّا ثم أذّر، یفعل ذالک بي سبعین مرّة ما فارقتک حتی ألقی حِمامي دونک فکیف لا أفعل ذالک وانما ھي قتلة واحدة ثم ھي الکرامة التی لا انقضاء لھا ابداً"

خدا کی قسم! ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا ہمیں یہ بتادے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے پس پشت آپ کی حفاظت

Presented by Ziaraat.Com

ونگرانی کرلی، خدا کی قسم ! اگر مجھے معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گااور پھر زندہ کیا جائے گااور پھر زندہ کرنے کے بعد مجھے زندہ جلا دیا جائے اور میری راکھ کو ہواؤں میں اڑا دیا جائے گااور یہ کام میرے ساتھ ستّر (۷۰) مرتبہ بھی کیا جائے تب بھی میں آپ سے جدائی اختیار نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے قربان ہو جاؤں۔اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ ایک ہی بار قتل ہونا ہے اور اسکے بعد ایسی کرامت ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اسکے بعد زہیر بن قین بولے: '' واللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اُقتل کذا اَلف قتلۃ، وان اللہ ید فع بذالک القتل عن نفسک و عن اَنفس ھولا ءالفتےۃ من اَہل بیتک ''

خدا کی قسم ! میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ ایسا کیا جائے اور اللہ میرے اس قتل کے ذریعہ آپ کے اور آپ کے گھرانے کے ان جوانوں سے بلا کو ٹال دے۔

اسکے بعد اصحاب کی ایک جماعت گویا ہوئی: ''واللہ لا نفارقک، ولکن اَنفسنا لک الفداء نقیک بنحورنا وجباہنا واَیدینا. فاذا نحن قتلنا کنا وفینا وقضینا ماعلینا''

خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ہماری جانیں آپ پر قربان ہیں۔ہم اپنی گردنوں، پیشانیوں اور ہاتھوں سے آپ پر قربان ہیں۔جب ہم قتل ہو جائیں گے تب ہم اس حق کو ادا اور اس عہد کو وفا کریں گے جو ہماری گردن پر ہے۔

اس کے بعد اصحاب کے گروہ گروہ نے اسی قسم کے فقروں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔(۱(

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جس شام کی صبح کو میرے بابا شہید کر دئے گئے اسی شب میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔اسی اثنا میں میرے بابا اصحاب سے جدا ہو کر اپنے خیمے میں آئے۔آپ کے پاس ''جون''(۲) ابوذر کے غلام بھی موجود تھے جو اپنی تلوار کو آمادہ کر رہے تھے اور اس کی دھار کو ٹھیک کر رہے تھے۔اس وقت میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے :

یادھر اُفّ لک من خلیل

کم لک بالِا شراق والا صیل

من صاحب اَو طالب قتیل

والدھر لا یقنع بالبدیل

وانما الامر الی الجلیل

وکلّ حيّ سالک سبیل

ا۔ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم فایشی نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔(طبری،

Presented by Ziaraat.Com

ج۵، ص۴۱۸؛ابوالفرج، ص۴۷، ط نجف ؛تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۲۳۱،ارشاد، ص۲۳۱ (

۲۔ طبری نے حوَیلکھا ہے۔ارشاد، ص۲۳۲ میں ''جوین'' اور مقاتل الطالبیین، ص۷۵، مناقب بن شہر آشوب، ج۲، ص۲۱۸،تذکرۃ الخواص، ص۲۱۹ ،اور خوارزمی، ج۱، ص۲۳۷ پر ''جون'' مرقوم ہے۔تاریخ طبری میں آپ کا تذکرہ اس سے قبل اور اس کے بعد بالکل موجود نہیں ہے نہ ہی امام علیہ السلام کے ہمراہ آپ کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

اے دنیا! اُف اور وائے ہو تیری دوستی پر، کتنی صبح و شام تو نے اپنے دوستوں اور حق طلب انسانوں کو قتل کیا ہے،اور ان کے بغیر زندگی گزاری ہے، ہاں روزگار بدیل و نظیر پر قناعت نہیں کرتا، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام امور خدائے جلیل کے دست قدرت میں ہیں اور ہر زندہ موجود اسی کی طرف گامزن ہے۔

بابا نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی تو میں آپ کے اشعار کے پیغام اور آپ کے مقصد کو سمجھ گیا لہذا میری آنکھوں میں اشکوں کے سیلاب جوش مارنے لگے اور میرے آنسو بہنے لگے لیکن میں نے بڑے ضبط کے ساتھ اسے سنبھالا میں یہ سمجھ چکا تھا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔

ہماری پھوپھی نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا تھا لیکن چونکہ وہ خاتون تھیں اور خواتین کے دل نرم و نازک ہوا کرتے ہیں لہٰذا آپ خود پر قابو نہ پا سکیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں اور سر برہنہ دوڑتی ہوئی اس حال میں بھائی کے خیمہ تک پہنچیں کہ آپ کا لباس زمین پر خط دے رہا تھا، وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا:

''واثکلاہ! لیت الموت أعدمنی الحیاۃ! الیوم ماتت فاطمۃ أمی و علی أبی، وحسن أخی یاخلیفۃ الماضی و ثمال الباقی''(۱) آہ یہ جانسوز مصیبت! اے کاش موت نے میری حیات کو عدم میں تبدیل کر دیا ہوتا! آج ہی میری ماں فاطمہ، میرے بابا علی اور میرے بھائی حسن دنیا سے گزر گئے۔اے گذشتگان کے جانشین اور اے پسماندگان کی پناہ، یہ میں کیا سن رہی ہوں؟

یہ سن کر حسین علیہ السلام نے آپ کو غور سے دیکھا اور فرمایا: '' یا أُخَیّۃ لایذھبن بحلمک الشیطان'' اے میری بہن مبادا تمہارے حلم و بردباری کو شیطان چھین لے۔یہ سن کر حضرت زینب نے کہا: '' بأبی أنت و أمی یا أباعبداللّٰہ! أستقتلت؟ نفسی فداک'' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اے ابو عبداللہ! کیا آپ اپنے قتل و شہادت کے لئے لحظہ شماری کر رہے ہیں؟ میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔

۱۔ارشاد میں یہ جملہ اس طرح ہے '' یاخلیفۃ الماضین و ثمال الباقین''(ص ۲۳۲) تذکرہ میں اس جملہ کا اضافہ ہے '' ثم لطمت وجھھا''(ص ۲۵۰، طبع نجف (

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام کو تاب ضبط نہ رہی؛ آنکھوں سے سیل اشک جاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا: '' لو ترک القطا لیلاً لنام!'' اگر پرندہ کو رات میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سو رہے گا۔

یہ سن کر پھوپھی نے فرمایا: '' یا ویلتی! أفتغصب نفسک اغتصاباً؟ فذالک أقرح لقلبی و أشد علی نفسی'' اے وائے کیا آپ آخری لمحہ تک مقابلہ کریں گے اور یہ دشمن آپ کو زبردستی شہید کر دیں گے؟ یہ تو میرے قلب کو اور زیادہ زخمی اور میری روح کے لئے اور زیادہ سخت ہے، یہ کہہ کر آپ اپنا چہرہ پیٹنے لگیں اور اپنے گریبان چاک کر دئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ بے ہوش ہو گئیں۔

امام حسین علیہ السلام اٹھے اور کسی طرح آپ کو ہوش میں لا کر تسکین خاطر کے لئے فرمایا: '' یا أُخَیّۃ! اتقی اللّٰہ و تعزی بعزاء اللّٰہ و اعلمی ان أھل الارض

Presented by Ziaraat.Com

یموتون وأن أهل السماء لا یبقون وأن کل شی هالک الا وجه الذی خلق الارض بقدرته ویبعث الخلق فیعودون وهو فرد وحده، أبي خیر مني، وأمی خیر مني، و أخي خیر مني ولي ولهم ولکل مسلم برسول الله أسوة ''.

اے میری بہن! تقوائے الٰہی پر گامزن رہو اور اس سے اپنی ذات کو سکون پہنچاؤ اور جان لو کہ اہل زمین کو مرنا ہی مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے۔ جس ذات نے اپنی قدرت سے زمین کو خلق کیا ہے اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ اس کی ذات مخلوقات کو مبعوث کرنے والی ہے، وہ دوبارہ پلٹیں گے، بس وہی اکیلا و تنہا زندہ ہے۔ میرے بابا مجھ سے بہتر تھے، میری مادر گرامی مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے، میرے لئے اور ان لوگوں کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے رسول خدا کی زندگی اور موت نمونہ عمل ہے۔

اس قسم کے جملوں سے آپ نے بہن کے دل میں امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکا اور انھیں تسلی دی اور پھر فرمایا :

''یا أخیة! انی أقسم علیک فأبرّی قسمی: لا تشقی علي جیباً و لا تخمشی عليّ وجهاً ولا تدعی عليّ بالویل والثبور اذا أنا هلکت'' اے میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد تم اپنے گریبان چاک نہ کرنا، نہ ہی اپنے چہرے کو پیٹنا اور نہ اس پر خراش لگانا اور نہ ہی وائے کہنا اور نہ موت کی خواہش کرنا۔

پھر بابا نے پھوپھی زینب کو میرے پاس لا کر اور بٹھایا اور ان کے دل کو آرام و سکون بخشنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے نزدیک کر لیں، اس کی طناب کو ایک دوسرے سے جوڑ لیں اور اپنے خیموں کے درمیان اس طرح رہیں کہ دشمنوں کو آتے دیکھ سکیں۔(۱) اس کے بعد امام حسین علیہ السلام بانس اور لکڑیاں لے کر ان لوگوں کے خیموں کے پیچھے آئے جہاں پتلی سی خندق نما بنائی گئی پھر وہ بانس اور لکڑیاں اسی خندق میں ڈال دی گئیں۔ اسکے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ لوگ صبح میں ہم لوگوں پر حملہ کریں گے تو ہم اس میں آگ لگادیں گے تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ لوگ حملہ آور نہ ہو سکیں اور ہم لوگ اس قوم سے ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں۔(۲(

شب عاشور امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

جب رات ہو گئی تو حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین علیہم السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔ وہ کبھی دعا کرتے اور کبھی تضرع و زاری میں مشغول ہو جاتے تھے۔

ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی اصحاب حسین علیہ السلام میں سے تھے جو دشمنوں کے چنگل سے نجات پا گئے تھے، وہ کہتے ہیں: سواروں کا لشکر جو ہماری نگرانی کر رہا تھا اور ہم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا وہ ہمارے پاس سے گزرا؛ اس وقت امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت فرما رہے تھے:

''وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا أَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِیْنٌ. مَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَا أَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ'' (۳(

۱۔ حارث بن کعب اور ابو ضحاک نے مجھ سے علی بن الحسین کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے (طبری، ج۵، ص ۴۲۰؛ ابو الفرج، ص ۷۵، ط نجف ،یعقوبی، ج۲، ص ۲۳۰؛ ارشاد، ص ۲۳۲، طبع نجف) آپ نے تمام روایتیں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی ہیں۔

۲۔ عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے روایت کی ہے۔ طبری، ج۵، ص ۴۲۱، ارشاد، ص ۲۳۳، پر فقط ضحاک بن عبد اللہ لکھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۳۔آل عمران، آیت ۱۷۸و۱۷۹

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے جو انھیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم نے تو انھیں اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور ان کے لئے رسوا کنندہ عذاب ہے۔ خداوند عالم ایسا نہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر رکھے جس پر تم لوگ ہو بلکہ ی اس لئے ہے کہ وہ پلید کو پاک سے جدا کرے۔

اس وقت لشکر عمر بن سعد کے کچھ سوار ہمارے ارد گرد چکّر لگا رہے تھے۔ ان میں سے ایک سوار یہ آیتیں سن کر کہنے لگا رب کعبہ کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں، ہم لوگوں کو تم لوگوں سے جدا کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس شخص کو پہچان لیا اور بریر بن حضیر ہمدانی(۱) سے کہا کہ آپ اسے پہچانتے ہیں یہ کون ہے ؟

بریر نے جواب دیا: نہیں! اس پر میں نے کہا: یہ ابو حرب سبیعی ہمدانی عبداللہ بن شہر ہے، یہ مسخرہ کرنے والا اور بیہودہ ہے، بڑا بے باک اور دھوکہ سے قتل کرنے والا ہے۔ سعید بن قیس(۲) نے بارہا اس کی بد اعمالیوں اور جنایت کاریوں کی بنیاد پر اسے قید کیا ہے۔

۱۔ارشاد، ص ۲۳۳،اور دیگر کتب میں خضیر مرقوم ہے اور یہی مشہور ہے۔ آپ کوفہ کے قاریوں میں ان کے سید و سردار شمار ہوتے تھے۔(طبری، ج۵، ص ۴۳۱)آپ بڑے عبادت گزار تھے۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا ذکر ہے۔ آپ امام علیہ السلام تک کس طرح پہنچے اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ آپ وہ ہیں جو جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے مقابلہ اور مبارزہ کے لئے اٹھے تو امام علیہ السلام نے آپ کو بٹھا دیا۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۹) آپ وہی ہیں جنہوں نے عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری سے کہا تھا: خدا کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ مجھے نہ تو جوانی میں، نہ ہی بوڑھاپے میں باطل ہنسی مذاق سے کبھی محبت رہی ہے لیکن خدا کی قسم جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے میں بہت خوش ہوں۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حور العین کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ لوگ ہم پر تلوار سے حملہ کریں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہ لوگ حملہ آور ہوں۔(ج۵، ص ۴۲۳) آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عثمان نے اپنی جان کو برباد کر دیا۔ معاویہ بن ابو سفیان گمراہ اور گمراہ کرنے والا تھا۔ امام و پیشوای ہدایت اور حق تو بس علی بن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے عمر بن سعد کے ایک فوجی سے جس کا نام یزید بن معقل تھا اس بات پر مباہلہ کیا کہ یہ مفاہیم و معانی حق ہیں اور یہ کہا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے وہ باطل کو قتل کر دے گا یہ کہہ کر آپ نے اس سے مبارزہ و مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔(طبری، ج۵، ص ۴۳۱)

۲۔سعید بن قیس ہمدانی، ہمدان کا والی تھا جسے والی کوفہ سعید بن عاص اشرق نے معزول کر کے ۳۴ھ میں ''ری'' کا والی بنا دیا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۳۳۰) امیر المومنین علیہ السلام نے مذکورہ شخص کو شبث بن ربعی اور بشیر بن عمرو کے ہمراہ معاویہ کے پاس جنگ سے پہلے بھیجا تاکہ وہ سر تسلیم خم کر لے اور جماعت کے ہمراہ ہو جائے۔(طبری، ج۵، ص ۵۷۳) صفین میں یہ شخص علیؑ کے ہمراہ جنگ میں مشغول تھا۔(طبری، ج۴، ص ۵۷۴) یہ وہ سب سے پہلی ذات ہے جس نے امیر المومنین کے مقاصد کا مثبت جواب دیا تھا۔(ج۵، ص۹) امیر المومنینؑ نے آپ کو انبار اور ہیت کی طرف سفیان بن عوف کے قتل و غارت گری کے سلسلے میں روانہ کیا تو آپ ان لوگوں کے سراغ میں نکلے یہاں تک کہ '' ہیت'' پہنچے مگر ان لوگوں سے ملحق نہ ہو سکے ۔(طبری، ج۵، ص ۱۳۴) اس کے بعد تاریخ میں ہمیں ان کا کوئی ذکر اور اثر دکھائی نہیں دیتا، شائد جب آپ عثمان کے زمانے میں '' ری'' اور '' ہمدان '' کے والی تھے تو اسی زمانے میں ابو حرب کو قید کیا ہو۔

یہ سن کر بریر بن حضیر نے اسے آواز دی اور کہا: اے فاسق! تجھے اللہ نے پاک لوگوں میں قرار دیا ہے؟! تو ابو حرب نے بریر سے پوچھا: تو کون ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

بریر نے جواب دیا: میں بریر بن حضیر ہوں۔

ابو حرب نے یہ سن کر کہا: انّاللہ! یہ میرے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے کہ تم بریر ہو، خدا کی قسم! تم ہلاک ہوگئے، خدا کی قسم تم ہلاک ہوگئے اے بریر!

بریر نے کہا: اے ابو حرب! کیا تو اپنے اتنے بڑے گناہ سے توبہ کر سکتا ہے؟ خدا کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں اور تم خبیثوں میں ہو۔

اس پر ابو حرب نے بریر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اور میں اس پر گواہ ہوں!

میں (ضحاک بن عبداللہ مشرقی) نے اس سے کہا: تیری معرفت تیرے لئے نفع بخش کیوں نہیں ہو رہی ہے؟

ابو حرب نے جواب دیا: میں تم پر قربان ہو جاؤں! تو پھر یزید بن عذرہ عنزی کا ندیم کون ہو گا جو ہمارے ساتھ ہے۔

یہ سن کر بریر نے کہا: خدا تیرا برا کرے! تو ہر حال میں نادان کا نادان ہی رہے گا۔ یہ سن کر وہ ہم سے دور ہو گیا۔(۱)

۱۔ طبری، ج۵، ص۴۲۱، ابو مخنف کا بیان ہے: عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

صبح عاشورا

سپاہ حسین میں صبح کا منظر

روز عاشورا امام علیہ السلام کا پہلا خطبہ

زہیر بن قین کا خطبہ

Presented by Ziaraat.Com

حر ریاحی کی بازگشت

حر بن یزید ریاحی کا خطبہ

صبح عاشورا

روز شنبہ کی صبح محرم کی دسویں تاریخ تھی، اذان صبح ہوتے ہی عمر بن سعد نے نماز صبح پڑھی، اپنے فوجیوں کے ہمراہ باہر آیا(۱) اور اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا:

۱) (عبداللہ بن زہیر ازدی(۲) کو اہل مدینہ کا سربراہ قرار دیا۔

۲) (عبدالرحمن بن ابی سبرہ جعفی کو قبیلہ مذحج و اسد کا سالار قرار دیا۔(۳(

۳) (قیس بن اشعث بن قیس کندی کو قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سالار قرار دیا۔

۴) (حر بن یزید ریاحی(تمیمی یربوعی) کو قبیلہ تمیم و ہمدان کا سربراہ بنایا۔

۵) (عمرو بن حجاج زبیدی کو میمنہ کا سردار بنایا۔

۶) (شمر بن ذی الجوشن(خبابی کلابی) کو میسرہ کا سردار بنایا۔

۱۔ طبری ج۶، ص۴۲۱ و۴۲۲، ابو مخنف کا بیان ہے: عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ارشاد، ص۲۳۳ پر فقط ضحاک بن عبداللہ مرقوم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

امانت کی خاطر روز شنبہ روز عاشورا لکھ دیا گیا جبکہ یہ تاریخ اور یہ دن امام حسین علیہ السلام کے کربلا وارد ہونے کی تاریخ اور دن کے منافی ہے جو خود طبری نے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام ۲، محرم بروز پنجشنبہ وارد کربلا ہوئے اس بنیاد پر عاشورا روز جمعہ ہوتا ہے نہ کہ شنبہ۔ حسن ظن کی بنیاد پر ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ دو روایتیں دو راویوں سے ہیں لٰہذا یہ اختلاف ہے۔ بہر حال روز جمعہ عاشورا کا ہونا مشہور ہے۔(مترجم (

۲۔ حجاج کے زمانے میں ری کے امیر عدی بن وتاّد کے ہمراہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے اصفہان میں جنگ کے دوران یہ میمنہ کا سردار تھا۔(طبری، ج ٦ ،ص ۲۹٦) طبری میں اس کا آخری تذکرہ یہ ملتا ہے کہ ۱۰۲ ھ میں یہ سعد کے نگہبانوں میں تھا۔اس پر تیروں سے اتنی جراحت وزخم پہنچے کہ اس کا جسم سیہی(ایک جانور جسکے جسم پر کانٹے ہی کانٹے ہوتے ہیں) کی طرح ہو گیا۔(طبری، ج ٦، ص ٦۱۳) کربلا سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

۳۔ یہ وہ شخص ہے جس نے ۵۱ ھ حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) یہ قبیلہ مذحج اور اسد کے پیدلوں پر سربراہ تھا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اسے امام حسین علیہ السلام کے قتل پر برانگیختہ کیا تو اس نے انکار کیا اور شمر کو گالیاں دیں۔(طبری، ج ۵، ص ۴۵۰ (

)۷ (عزرہ بن قیس احمسی کو سواروں کا سپہ سالار بنایا۔

)۸ (شبث بن ربعی ریاحی تمیمی کو پیدلوں کا سربراہ قرار دیا۔

)۹ (پرچم اپنے غلام ذوید(۱) کے ہاتھوں میں دیا۔

)۱۰ (اور خود سارے لشکر کا سربراہ بن کر قلب لشکر میں حملہ کے لئے آمادہ ہو گیا۔

سپاہ حسینی میں صبح کا منظر

ادھر سپیدہ سحری نمودار ہوئی اور ادھر لشکر نور میں خورشید عاشورا امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کرکے دعا کی: " اللّٰھم أنت ثقتي فی کل کرب ورجاءي في کل شدة وأنت لي فی کل أمر نزل بي ثقة وعدّة، کم من ھم یضعف فیہ الفؤاد، وتقل فیہ الحیلة، ویخذل فیہ الصدیق ویشمت فیہ العدوّ، أنزلتہ بک وشکوتہ الیک، رغبة مني عمن سواک، ففرّجتہ، وکشفتہ، فأنت وليّ کل نعمة، صاحب کل حسنة ومنتھی کل رغبة" (۲(

خدایا! تو ہی کرب وتکلیف میں میری تکیہ گاہ اور ہر سختی میں میری امید ہے۔ ہر وہ مصیبت جو مجھ پر نازل ہوئی اس میں تو ہی میری تکیہ گاہ اور پناہ گاہ ہے؛ کتنی ایسی مصیبتیں اور کتنے ایسے غم واندوہ ہیں جس میں دل کمزور اور راہ چارہ وتدبیر مسدود ہو جاتی ہے، دوست وآشنا تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن برا بھلا کہتے ہیں لیکن میں ان تمام مصیبتوں میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ ہی سے اس (امت) کا گلہ ہے اور

۱۔ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے، اس سے محمد بن بشر نے اور اس سے عمرو بن حضرمی نے یہ روایت کی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ۴۲۲ (

۲۔اس روایت کو ابو مخنف نے اپنے بعض ساتھیوں سے اور ان لوگوں نے ابو خالد کاہلی سے بیان کیا ہے(طبری، ج ۵، ص ۴۲۳) شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ۲۳۳ پر فرمایا ہے: ابو مخنف، علی بن الحسین علیہ السلام سے اور ابو خالد سے روایت کرتے ہیں جو ان کے ساتھیوں میں تھا اور ابو خالد نے اس خبر کو امام علی بن الحسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔اگر چہ طبری نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تیرے علاوہ سب سے امیدیں توڑلی ہیں؛تونے گشائش پیدا کی ہے اور مصیبتوں کے سیاہ بادل کو چھانٹ دیا ہے پس تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر نیکی کا مالک اور تمام امیدوں اور رغبتوں کی انتہا ہے۔

ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کا بیان ہے:(یہ اصحاب حسینؑ میں سے وہیں جو زخمی ہونے کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے) جب اموی فوج ہماری طرف بڑھی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ بانس اور لکڑی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ یہ وہی آگ تھی جسے ہم لوگوں نے اپنے خیموں کے پیچھے جلایا تھا تاکہ پیچھے سے یہ لوگ ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ اسی اثناء میں دشمن فوج کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میری طرف آیا، وہ اسلحہ سے پوری طرح لیث تھا، وہ ہم لوگوں سے کچھ نہ بولا یہاں تک کہ ہمارے خیموں سے گزرنے لگا اور غور سے ہمارے خیموں کو دیکھنے لگا لیکن اسے پیچھے کچھ دیکھائی نہ پڑا فقط بھڑکتے ہوئے شعلے تھے جو اسے دکھائی دے رہے تھے؛ وہ پلٹا اور چیخ کر بولا:" یا حسین! استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامۃ. " اے حسین! قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ کے لئے جلدی کر دی؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:"من ھٰذا کانہ شمر بن ذی الجوشن؟" یہ کون ہے؟ گویا یہ شمر بن ذی الجوشن ہے؟ جواب ملا: خدا آپ کو سلامت رکھے !ہاں یہ وہی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا:" یابن راعۃ المعزیٰ أنت أولی بھاصلیا! "اے بیابان زادہ، بے ثقافت اور بدچلن! آگ میں جلنے کا حق دار تو ہے نہ کہ میں۔

امام حسین علیہ السلام کے جواب کے بعد مسلم بن عوسجہ نے آپ سے عرض کیا: "یابن رسول اللہ جعلت فداک ألا أرمیہ بسھم فانہ قد أمکننی ولیس یسقط سھم منی فالفاسق من أعظم الجبارین" میری جان آپ پر نثار ہو، کیا اجازت ہے کہ ایک تیر چلادوں، اس وقت یہ بالکل میری زد پر آگیا ہے میرا تیر خطا نہیں کرے گا اور یہ آدمی بہت فاسق و فاجر ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو جواب دیا:" لا ترمہ، فانی أکرہ أن أبدأھم "(۱) نہیں ایسا نہیں کرنا؛ میں جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا۔

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

جب فوج آپ سے نزدیک ہونے لگی تو آپ نے اپنا ناقہ منگوایا اور اس پر سوار ہو کر لشکر میں آئے اور باآواز بلند اس طرح تقریر شروع کی جسے اکثر و بیشتر لوگ سن رہے تھے :

"أیھا الناس! اسمعوا قولي ولا تعجلوني حتی أعظکم بما یحق لکم عليّ وحتی أعتذر لکم من مقدمي الیکم، فان قبلتم عذري وصدقتم قولي وأعطیتموني النصف، کنتم بذالک أسعد ولم یکن لکم عليّ سبیل، وان لم تقبلوا منّي العذر ولم تعطوا النصف من أنفسکم فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَاءَ کُمْ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنَ(۲) اِنَّ وَلِیَّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ" (۳ (

ایھا الناس! میری بات، سنو جلدی نہ کرو! یہاں تک کہ میں تم کو اس حد تک نصیحت کر دوں جو مجھ پر تمہارا حق ہے، یعنی تمہیں بے خبر نہ رہنے دوں اور حقیقت حال سے مطلع کر دوں تا کہ حجت تمام ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمارے سامنے اپنا عذر پیش کر دوں کہ میں کیوں آیا ہوں اور تمہارے شہر کا رخ کیوں کیا۔ اگر تم نے میرے عذر کو قبول کر لیا اور میرے کہے کی تصدیق کر کے میری بات مان لی اور میرے ساتھ انصاف کیا تو یہ تمہارے لئے خوش

Presented by Ziaraat.Com

قسمتی ہوگی اور اگر تم نے میرے عذر کو نہ مانا اور انصاف کرنا نہ چاہا تو مجھ کو کوئی پروا نہیں ہے۔ تم اور جس جس کو چاہو تمام جماعت کو اپنے ساتھ متفق کرلو اور میری مخالفت پر ہم آہنگ ہو جاؤ پھر دیکھو کوئی حسرت تمہارے دل میں نہ رہ جائے اور پوری طاقت سے میرا خاتمہ کردو، مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو بس خدا پر ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی صالحین کا مددگار ہے۔

۱۔ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۳و ارشاد، ص ۲۳۴(

۲۔ سورہ یونس، آیت ۷۱ ۳۔ سورہ اعراف، آیت ۱۹۶

یہ وہ دلسوز تقریر تھی جسے سن کر مخدرات کا دامن صبر لبریز ہو گیا اور آپ کی بہنیں نالہ وشیون کرنے لگیں؛ اسی طرح آپ کی صاحبزادیاں بھی آنسو بہانے لگیں۔ جب رونے کی آواز آئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی علیہما السلام اور اپنے فرزند جناب علی اکبر کو ان لوگوں کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں سے فرمایا: جاؤ ان لوگوں کو چپ کراؤ! قسم ہے میری جان کی انھیں ابھی بہت زیادہ آنسو بہانا ہے۔

جب وہ مخدرات خاموش ہو گئیں تو آپ نے حمد وثنائے الٰہی اور خدا کا تذکرہ اسطرح کیا جس کا وہ اہل تھا پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجا، خدا کے ملائکہ اور اس کے پیغمبروں پر بھی درود وسلام بھیجا۔(اس کے بعد بحر ذخار فصاحت وبلاغت میں ایسا تموج آیا کہ راوی کہتا ہے) خدا کی قسم! اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد میں نے حضرت کے مانند فصیح البیان مقرر نہیں دیکھا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"امابعد: فانسبونی فانظروا من أنا؟ ثم ارجعوا الی أنفسکم وعاتبوھا فأنظروا ھل یحل لکم قتلي وانتھاک حرمتي؟ ألست ابن بنت نبیکم صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وابن وصیّہ وابن عمّہ وأوّل المؤمنین باللہ والمصدّق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربہ، أولیس حمزۃ سید الشھداء عم ابي؟ أولیس جعفر الشھید الطیار ذوالجناحین عمي؟! أولم یبلغکم قول مستفیض فیکم: أن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لی ولأخی: " ھذان سیّدا شباب أھل الجنّۃ"؟

فان صدّقتمونی بما أقول، فھو الحق فواللہ ما تعمّدت کذباً مذ علمت أن اللہ یمقت علیہ أھلہ ویضر بہ من اختلقہ ...

وان کذّبتمونی فانّ فیکم من ان سالتموہ عن ذالک أخبرکم سلوا جابر بن عبداللہ الانصاری(۱) أو ابا سعید الخدری(۲) أو سھل بن سعد الساعدی(۳(

۱۔امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے ۴۰ھ میں بسر بن ارطاۃ کے ہاتھوں پر معاویہ کی بیعت کرنے سے آپ نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔ یہاں تک کہ بسر بن ارطاہ نے آپ کو بیعت کرنے پر مجبور کیا تو جان کے خوف سے آپ نے بیعت کرلی۔(طبری، ج۵، ص ۱۳۹) ۵۰ھ میں جب معاویہ نے حج کی انجام دہی کے بعد رسول کا منبر اور عصا

أو زید بن ارقم(۱) أو انس بن مالک(۲(

یخبروکم: انھم سمعوا ھذہ المقالۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لي ولاخي، أفما فی ھذا حاجز لکم عن سفک دمی؟؟"

مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہا تو آپ نے اسے اس فعل سے روکا اور وہ رک گیا۔(طبری، ج۵، ص ۲۳۹) ۷۴ھ میں جب عبدالملک کی جانب سے

Presented by Ziaraat.Com

"حجاج" مدینہ آیاتواس نے اصحاب رسول کی توہین اور سر کوبی کرنا شروع کر دی اور انھیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔انہیں میں سے ایک جابر بھی تھے۔

۲۔رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں اپنے اصحاب کو میدان جنگ کی طرف لے جاتے وقت آپ کو بچپنے کی وجہ سے لوٹا دیا تھا۔(طبری، ج۲،ص۵۰۵) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے(طبری،ج۳،ص ۱۴۹)لیکن عثمان کے قتل کے بعدان کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا تھا۔یہ عثمانی مذہب تھے۔ (طبری،ج۴،ص۴۳۰)

۳۔یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے۔(طبری ج،۳،ص۴۱۹) انھوں نے ہی روایت کی ہے کہ بصرہ کے فتنہ میں عایشہ نے پہلے عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا پھر قید کرنے کا حکم دیا۔(طبری،ج۴،ص۴۶۸) یہ علی علیہ السلام کی روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔(طبری،ج۴،ص۵۴۷) ۷۴ھ میں عبدالملک کی جانب سے "حجاج" جب مدینہ میں وارد ہوا تواصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور سر کوبی کی اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ان بلاوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونے والوں میں ایک سھل بن سعد بھی تھے۔ان لوگوں پر حجاج نے عثمان کا ساتھ نہ دینے کی تہمت لگائی تھی۔(طبری،ج۶،ص۱۹۵)

۱۔یہ بھی علی علیہ السلام کے فضائل میں روایتیں نقل کیا کرتے تھے۔(طبری،ج۲،ص۳۱) آپ ہی وہ ہیں جنھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کی باتوں کی خبر دی تھی۔(طبری،ج۲،ص۶۰۵) زید بن ارقم ہی نے ابن زیاد پر اعتراض کیا تھا اور ابو عبداللہ علیہ السلام کے دولبوں پر چھڑی مارنے سے منع کیا تھا۔(طبری،ج۵،ص۴۵۶) الاعلام،ج۴،ص۱۸۸ کے بیان کے مطابق ۶۸ھ میں وفات پائی۔

۲۔جب ۱۷ھ میں عمر نے ابو موسی اشعری کو بصرہ کا گورنر بنایا تو انس بن مالک سے مدد طلب کی (طبری ج۴ص۷۱) اور شوستر کی فتح میں اس کو شریک کیا۔(طبری،ج۴،ص۸۶) ۳۵ھ میں یہ بصرہ میں لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے برانگیختہ کر رہے تھے۔(طبری،ج۴،ص۳۵۲) ان کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جن سے ۴۵ھ میں زیاد بن ابیہ نے بصرہ میں مدد طلب کی تھی۔(طبری،ج۵،ص۲۲۴) عاشورا کے دن یہ بصرہ میں تھے۔ ۶۴ھ میں ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد ابن زبیر نے ان کو بصرہ کا امیر بنادیا تو انہوں نے ۴۰ دنوں تک نماز پڑھائی (طبری،ج۵،ص۵۲۸) اور ۷۴ھ میں جب عبدالملک کی جانب سے "حجاج" مدینہ آیا اور اصحاب رسول خدا کی سر کوبی اور توہین کرنے لگا اور انہیں زنجیروں میں جکڑنے لگا تو انس کی گردن میں زنجیر ڈالی،اس طرح وہ چاہتا تھا کہ ان کو ذلیل کرے اور اس کا انتقام لے کہ اس نے ابن زبیر کی ولایت کیوں قبول کی تھی۔(طبری،ج۶،ص۱۹۵)

تم ذرا میرا نسب بیان کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر خود اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو،اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور خود اپنے آپ سے جواب طلب کرو اور غور کرو کہ تمہارے لئے میرا خون بہانا اور میری ہتک حرمت کرنا کہاں تک جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟اور آپ کے وصی، آپ کے چچازاد بھائی،ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور ہر اس چیز کی تصدیق کرنے والے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سیدالشہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر طیار جنہیں شہادت کے بعد خدا نے دو پر پرواز عطا کئے،میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا یہ حدیث تمہارے گوش زد نہیں ہوئی جو زبان زد خلائق ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔اب اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو اور میری بات کو سچ جانتے ہو کہ حقیقتاً یہ بات سچی ہے کیونکہ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے پر اللہ عذاب نازل کرتا ہے اور ساختہ اور پرداختہ باتیں کرنے والا ضرر و نقصان اٹھاتا ہے اسی وقت سے میں نے کبھی جھوٹ

Presented by Ziaraat.Com

نہیں بولا؛اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو اسلامی دنیا میں ابھی ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر تم ان سے دریافت کرو تو وہ تم کو بتلائیں گے ؛ تم جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم، یا انس بن مالک سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہؐ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنا ہے۔ کیا رسالتمآبؐ کی یہ حدیث تم کو میری خونریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے ؟

جب تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن بیچ میں بول پڑا:

''ھو یعبد اللہ علی حرف ان کان یدري ما تقول !''(۱) اگر کوئی یہ درک کرلے کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو اس نے خدا کی ایک پہلو میں عبادت کی ہے۔

شمر کے یہ جسارت آمیز کلمات سن کر حبیب بن مظاہر رطب اللسان ہوئے: ''واللہ اني لاراک تعبد اللہ علی سبعین حرفاوأنا أشھد أنک صادق ماتدري ما یقول قد طبع اللہ علی قلبک''

۱۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۲، طبع نجف میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر (۷۰) حرفوں اور تمام جوانب میں عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے کہ تو نہیں سمجھ پارہا ہے وہ کیا کہہ رہے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگادی ہے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی تقریر پھر شروع کی: '' فان کنتم في شک من ھٰذا القول أفتشکون أثرا أبعد ؟ أما اني ابن بنت نبیکم فو اللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبیّ غیري منکم ولا من غیرکم، انا ابن بنت نبیکم خاصۃ۔''

''أ اخبروني أتطلبوني بقتیل منکم قتلتہ ؟ أو مال استھلکتہ أو بقصاص من جراحۃ؟ فأخذوا لا یکلّمونہ'' ...

فنادی: یا شبث بن ربعی و یا حجار بن ابجر و یا قیس بن الاشعث و یا یزید بن الحارث (۱) ألم تکتبوا اِلَيَّ: أن قد أینعت الثمار واخضرّ الجناب وطمّت الجمام وانما تقدم علی جند لک مجند فاقبل ؟ !

قالوا لہ: لم نفعل ! (۲) فقال: سبحان اللہ ! بلیٰ واللہ لقد فعلتم، ثم قال: ایھا الناس ! اذ کرھتموني فدعوني أنصرف عنکم الی مأمني من الارض۔

فقال لہ قیس بن اشعث: أو لا تنزل علی حکم بني عمّک ! فانھم لن یروک الا ماتحب ولن یصل الیک منھم مکروہ !

فقال الحسین علیہ السلام: أنت اخو أخیک [محمد بن اشعث] أترید أن یطلبک بنو ھاشم بأکثر من دم مسلم بن عقیل ؟ لا واللہ لا أعطیھم بیدي اعطاء

۱۔ ان لوگوں کے حالات وہاں گزر چکے ہیں جہاں یہ بیان کیا گیا کہ اہل کوفہ نے امام کو خط لکھا اور یہ اس گروہ کے منافقین میں سے تھے۔

۲۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: ان لوگوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو حر بن یزید یربوعی جوان کے لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے کہا : کیوں نہیں خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی آپ کو یہاں لائے ہیں۔ خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا۔ (ص ۲۵۱)

الذلیل ولا أقرّ اقرار العبید ! (۱)

عباد اللہ ''وَاِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ (۲) أَعُوْذُ بِرَبِّي وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ''(۳)

Presented by Ziaraat.Com

اور اگر تمہیں رسول ؐ کی حدیث میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں؟ خدا کی قسم مشرق و مغرب میں میرے سوا کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے، فقط میں ہی ہوں جو تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا بتاؤ تو سہی میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو؟ کیا اپنے کسی مقتول کا بدلہ لے رہے ہو جو میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے یا اپنے کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کر دیا ہے؟ یا کسی زخم کا قصاص چاہتے ہو؟

لشکر پر خاموشی چھائی تھی، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت نے خاص طور پر لوگوں کو آواز دی: اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پختہ اور رسیدہ ہیں، کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، چشمے پُر آب اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں، آپ چلے آیئے؟ ان سب نے امام علیہ السلام کو جواب دیا: ہم نے تو ایسا کچھ بھی نہیں لکھا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ! کیوں نہیں خدا کی قسم تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا؛ پھر عام لشکر کی طرف مخاطب ہو کر گویا ہوئے: جب تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے واپس ایسی جگہ چلے جانے دو جہاں امن و امان کے ساتھ زندگی گذار سکوں۔

یہ سن کر قیس بن اشعث بولا: آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے حکم کے آگے سر تسلیم کیوں خم نہیں کر دیتے۔ وہ لوگ ہر گز آپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کریں گے مگر یہ کہ وہی جو آپ کو پسند ہو گا اور ان کی جانب سے آپ کو کوئی ناپسند امر نہیں دکھائی دے گا۔

۱۔ شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ۲۳۵ پر اور ابن نما نے مثیر الاحزان کے ص ۲۶ پر " ولا افر فرار العبید " لکھا ہے۔ مقرم نے اپنے مقتل ص ۲۸۰ پر اسی کو ترجیح دی ہے لیکن ابن اشعث کے جواب میں اقرار زیادہ مناسب ہے، نہ کہ فرار کیونکہ ابن اشعث نے آپ کے سامنے فرار کی پیشکش نہیں کی تھی بلکہ اقرار کی گزارش کر رہا تھا۔ مقرم نے اپنے قول کی دلیل کے لئے " مصقلہ بن ہبیرہ " کے سلسلے میں امیر المومنین کا جملہ: وفرّ فرار العبد (وہ غلام کی طرح بھاگ گیا) پیش کیا ہے لیکن مصقلہ کا فعل امام حسین علیہ السلام کے احوال سے متناسب نہیں ہے جیسا کہ یہ واضح ہے۔ ۲۔ دخان، آیت ۲۰ ۳۔ سورۂ مومن آیت ۲۷

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: تو اپنے بھائی (محمد بن اشعث) کا بھائی ہے؛ کیا تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم، مسلم بن عقیل کے علاوہ مزید خون کے تجھ سے طلبگار ہوں؟ خدا کی قسم ایسا تو نہ ہو گا کہ میں ذلت کے ساتھ خود کو اس کے سپرد کر دوں اور غلامانہ زندگی کا اپنے لئے اقرار کر لوں۔ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرے دامن پر کوئی دھبہ رہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس جابر و سرکش سے جو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے بعد آپ پلٹ آئے اور اپنے ناقہ کو بٹھا دیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے زانو بند لگا دے۔ (۱(

زہیر بن قین کا خطبہ

اس کے بعد زہیر بن قین اپنے گھوڑے پر جس کی دم پر بہت سارے بال تھے اسلحوں سے لیس سوار ہو کر نکلے اور فرمایا: " یا أھل الکوفۃ! نذار لکم من عذاب اللہ نذار! انّ حقاً علی المسلم نصیحۃ أخیہ المسلم، ونحن حتی الآن أخوۃ وعلی دین واحد وملۃ واحدۃ مالم یقع بیننا وبینکم السیف، وأنتم للنصیحۃ منا أھل، فاذا وقع السیف انقطعت العصمۃ وکنّا أمۃ وانتم أمۃ۔

ان اللہ قد ابتلانا وایاکم بذرّیۃ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ [وآلہ] وسلم لینظر ما نحن وأنتم عاملون، أناندعوکم الی نصرھم وخذلان الطاغیۃ عبید اللہ بن زیاد، فانکم لاتدرکون منھما الا بسوء عمر سلطانھما کلّہ، لیسملان أعینکم، ویقطعان أیدیکم وأرجلکم، ویمثّلان بکم، ویرفعانکم علی جذوع النخل، ویقتلان أماثلکم وقرّاءکم: أمثال

Presented by Ziaraat.Com

حجر بن عدي و أصحابه، وهاني بن عروه و أشباهه .

فسبّوه واثنوا علی عبيد الله بن زياد ودعواله و قالوا: والله لا نبرح حتی نقتل صاحبک و من معه، أو نبعث به و باصحابه الی الامير عبيد الله سلماً! فقال لهم :

ا۔ طبری، ج۵، ص ۴۲۳، ۴۲۶، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن عاصم کا بیان ہے کہ مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت بیان کی ہے۔

عباد الله، انّ ولد فاطمة رضوان الله عليها أحق بالودّ والنصر من ابن سميّة فان لم تنصروهم فاعيذکم بالله أن تقتلوهم، فخلوا بين الرجل و بين ابن عمّه يزيد بن معاوية، فلعمری أن يزيد ليرضي من طاعتکم بدون قتل الحسين [عليه السلام] ۔

فرماه شمر بن ذي الجوشن بسهم و قال: اسکت، اسکت الله نامتک ابرمتنا بکثرة کلامک !

فقال له زهير : يابن البوّال علی عقبيه ما ايّاک أخاطب، انما أنت بهيمة! والله ما أظنّک تحکم من کتاب الله آيتين ! فابشر بالخزي يوم القيامة والعذاب الاليم !

فقال له شمر: ان الله قاتلک و صاحبک عن ساعة !

قال: أفبالموت تخوّفني! فوالله للموت معه أحب الی من الخلد معکم! ثم أقبل علی الناس رافعاً صوته فقال :

عباد الله! لايغرنکم من دينکم هذا الجلف الجافي و أشباهه، فوالله لا تنال شفاعة محمد صلی الله عليه [وآله] وسلم قوماً هراقوا دماء ذرّيته و أهل بيته، وقتلوا من نصرهم وذبّ عن حريمهم !

فناداه رجل فقال له: انّ أبا عبد الله يقول لک: أقبل، فلعمري لئن کان مومن آل فرعون نصح لقومه و أبلغ فی الدعاء، لقد نصحت لهؤلاء و أبلغت، لو نفع النصح والابلاغ"اے اہل کوفہ! میں تم کو خدا کے عذاب سے ہوشیار کر رہا ہوں! کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا ایک اسلامی حق ہے اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلی ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دین وملت کے پیرو ہیں، لہذا ہماری جانب سے تم لوگ نصیحت کے اہل اور حقدار ہو؛ ہاں جب تلوار اٹھ جائے گی تو پھر یہ حق و حرمت خود بخود منقطع ہو جائے گا اور ہم ایک امت ہوں گے اور تم دوسری امت و گروہ ہو جاؤ گے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اور تم لوگوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے سلسلے میں مورد آزمائش قرار دیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں، لہذا ہم تم کو ان کی مدد و نصرت اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں؛ کیونکہ تم لوگ ان دونوں باپ بیٹوں سے ان کے دوران حکومت میں برائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ یہ دونوں تمہاری آنکھیں پھوڑتے رہیں گے، تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹتے رہیں گے اور تم کو مثلہ کر کے کھجور کے درخت پر لٹکاتے رہیں گے اور تمہارے بزرگوں اور قاریان قرآن کو اسی طرح قتل کرتے رہیں گے جس طرح حجر بن عدی،(۱) ان کے اصحاب، ہانی بن عروہ(۲) اور ان جیسے دوسرے افراد کو قتل کیا۔

اس پر ان لوگوں نے زہیر بن قین کو گالیاں دیں اور عبید اللہ بن زیاد کی تعریف و تمجید کرتے رہے؛ اس کے لئے دعائیں کیں اور بولے: خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے سالار اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں ان کو قتل نہ کر لیں یا امیر عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں

Presented by Ziaraat.Com

۱۔آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ ۱۶ھ میں جنگ قادسیہ میں مددگار کے عنوان سے شریک تھے۔(طبری، ج۴، ص۲۷۰) کوفہ سے بصرہ کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے سب سے پہلے آپ نے مثبت جواب دیا تھا۔(طبری، ج۴، ص۴۸۵) اس سے پہلے یہ عثمان کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔(طبری، ج۴، ص۴۸۸) آپ کوفہ میں قبیلہ مذحج اور اہل یمن کے اشعری قبیلہ والوں کے سربراہ تھے۔(طبری، ج۴، ص۵۰۰) جنگ صفین میں آپ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلتے تھے۔(طبری، ج۴، ص۵۷۴) آپ کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صفین میں تحکیم حکمین کے صحیفہ کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری، ج۵، ص۵۴)خوارج سے جنگ کے موقع پر نہروان میں آپ میمنہ کے سربراہ تھے۔(طبری، ج۵، ص۸۵) ۳۹ھ میں علی علیہ السلام نے آپ کو چار ہزار لشکر کے ہمراہ کوفہ سے ضحاک بن قیس کے ۳ہزار کے لشکر سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا تو حدود شام میں مقام" تدمر" میں آپ اس سے ملحق ہوگئے اور آپ نے اس کے ۲۰ آدمیوں کو قتل کر دیا یہاں تک رات ہوگئی تو ضحاک بھاگ کھڑا ہوا اور حجر لوٹ آئے۔(طبری، ج۵، ص۱۳۵) جب عام الجماعۃ میں معاویہ کوفہ آیا تو اس نے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا والی بنادیا اور مغیرہ نے حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دینے کا بدترین عمل شروع کر دیا؛اس پر حجر نے مغیرہ کا زبردست مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا۔معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا گورنر بنادیا تو اس نے بھی وہی رویہّ اپنایا اور حجر نے بھی اپنی رفتار کو برقرار رکھا تو زیاد بن ابیہ نے انہیں گرفتار کرکے معاویہ کے پاس بھیج دیا اور معاویہ نے آپ کو قتل کر دیا۔(طبری، ج۵، ص۲۷۰ (

۲۔ مسلم بن عقیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کے دوران آپ کے شرح احوال گذر چکی ہے۔

تسلیم محض کر کے نہ بھیج دیں۔اس پر زہیر بن قین نے ان لوگوں سے کہا: بندگان خدا! فرزند فاطمہ رضوان اللہ علیھا،ابن سمیہ(۱) سے زیادہ مدد و نصرت کے سزاوار ہیں۔اگر تم ان کی مدد کرنا نہیں چاہتے ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم انھیں قتل نہ کرو، تم لوگ اس مرد بزرگوار اور ان کے ابن عم یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ؛قسم ہے میری جان کی کہ یزید قتل حسین(علیہ السلام) کے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی رہے گا۔

جب زہیر بن قین کی تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بولا خاموش ہوجا! خدا تیری آواز کو خاموش کردے، اپنی زیادہ گوئی سے تو نے ہمارے دل کو برمادیا ہے۔اس جسارت پر زہیر بن قین نے شمر سے کہا: اے بے حیا اور بد چلن ماں کے بیٹے جو اپنے پیروں کے پیچھے پیشاب کرتی رہتی تھی! میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں، تو تو جانور ہے۔میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب خدا کی دو آیتوں سے بھی واقف ہوگا؛ قیامت کے دن ذلت وخواری اور دردناک عذاب کی تجھے بشارت ہو۔یہ سن کر شمر نے کہا: خدا تجھے اور تیرے سالار کو ابھی موت دیدے !

۱۔سمیہ ایک زناکار کنیز تھی۔زمان جاہلیت میں اس کا شمار برے کام کی پرچمدار عورتوں میں ہوتا تھا۔اس سے قریش کے چھ مردوں نے زنا کیا جس کے نتیجہ میں زیاد دنیا میں آیا۔اس کے بعد ان چھ لوگوں میں تنازعہ اور جھگڑا شروع ہوگیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ جب اس کے اصلی باپ کا پتہ نہ چل سکا تو اسے زیاد ابن ابیہ یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا یا زیاد بن عبید یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے ملحق کر لیا تو اسے بعض لوگ زیاد بن ابی سفیان کہنے لگے۔

Presented by Ziaraat.Com

جب معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنایااور اس نے حجر بن عدی کو گرفتار کیااور ان کے خلاف گواہوں کو جمع کرنا شروع کیاتواس فہرست میں شداد بن بزیعہ کے نام پراس کی نگاہ گئی تووہ بولا: اس کا کوئی باپ نہیں ہے جس کی طرف نسبت دی جائے! اسے گواہوں کی فہرست سے نکالو،اس پر کسی نے کہا: یہ حصین کا بھائی ہے جو منذر کالڑکا ہے،توزیاد بولا: پھراسے اسی کے باپ کی طرف منسوب کرو،اس سفارش کے بعداس کانام گواہوں کی فہرست میں لکھا گیااوراسے منذر کی طرف منسوب کیاگیا۔جب شداد تک یہ خبر پہنچی تووہ بولا: وائے ہواس پسر زناکارپر! کیااس کی ماں اس کے باپ سے زیادہ معروف نہیں ہے؟خدا کی قسم اسے فقط اسکی ماں سمیہ سے منسوب کیاجاتاہے۔(طبری،ج۵،ص۲۷۰(

یزید بن مفرغ حمیری سجستان کی جنگ میں عبیداللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے ہمراہ تھاوہاں ان لوگوں پر جب سختی کی زندگی گزرنے لگی توابن مفرغ نے عباد کی ہجو میں اشعار کہے۔

....

اذا اُودی معاویہ بن حرب

فبشر شِعب قعبک بانصداع

فاشھدان امک لم تباشر

اَباسفیان واضعۃالقناع

ولکن کان اُمراًفیہ لبس

علی وجل شدید وارتیاع

جب معاویہ بن حرب مرجائے گاتو تجھے بشارت ہو کہ تیراپیالہ ٹوٹ جائے گا۔میں گواہی دیتاہوں کہ پردہ ہٹاکر تیری ماں نے ابوسفیان سے مباشرت نہیں کی تھی۔لیکن یہ امر ایساتھاکہ جس میں زیادہ خوف اور دہشت سے بات مشتبہ ہوگئی۔

اس نے پھر کہا۔

اُلااُبلغ معاوےۃبن حرب

مغلغلۃمن الرجل الیمانی

اَتغضب اَن یقال: اَبوک عف

وترضیٰ اَن یقال: اَبوک زانی

فاشھد اَن رحمک من زیاد

کرحم الفیل من ولدالاتان

)طبری،ج۵،ص۳۱۷)کیامیں معاویہ بن حرب تک یمانی مرد کاقصیدہ مغلغلہ نہ پہنچاؤں کیاتواس سے غضبناک ہوتاہے کہ کہاجائے: تیراباپ پاک دامن تھا؟اوراس سے راضی ہوتاہے کہ کہاجائے: تیراباپ زناکار تھا؟میں گواہی دیتاہوں کہ توزیاد کابچہ اسی طرح ہے جس طرح گدھی کابچہ ہاتھی ہو

Presented by Ziaraat.Com

خاندان زیاد کی ایک فرد جسے صغدی بن سلم بن حرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مھدی عباسی کے پاس حاضر ہوا جو اس وقت کے مظالم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا ۔اس شخص کو دیکھ کر مہدی عباسی نے پوچھا: تو کون ہے ؟اس نے جواب دیا: میں آپ کا چچازاد رشتہ دار ہوں ! مھدی عباسی نے پوچھا: تم ہمارے کس چچا کے خاندان سے ہو؟ تو اس نے خود کو زیاد سے نسبت دی۔یہ سن کر مہدی نے کہا: اے زناکار سمیہ کے بچہ ! تو کب سے ہمارا ابن عم ہو گیا؟اس کے بعد اسے باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔اس کی گردن پکڑ کر اسے باہر نکال دیا گیا۔اس کے بعد مہدی عباسی حاضرین کی طرف ملتفت ہوا اور کہا: خاندان زیاد کے بارے میں کسی کو کچھ علم ہے ؟تو ان میں سے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔اسی اثناء میں ایک مرد جسے عیسیٰ بن موسیٰ یا موسیٰ بن عیسیٰ کہتے ہیں ابو علی سلیمان سے ملا تو ابو علی سلیمان نے اس سے درخواست کی کہ زیاد اور آل زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسے مکتوب کر دو تا کہ میں اسے مھدی عباسی تک لے جاؤں۔اس نے ساری روداد لکھ دی اور اس نے اس مکتوب کو وہاں بھیج دیا۔

ہارون الرشید اس زمانے میں مھدی کی جانب سے بصرہ کا والی تھا، پس مھدی نے حکم دیا کہ ہارون کو ایک خط لکھا جائے۔اس خط میں مھدی نے حکم دیا کہ آل زیاد کا نام قریش وعرب کے دیوان سے نکال دیا جائے۔مہدی کے خط کا متن یہ تھا: قبیلہ ثقیف کے خاندان عبد آل علاج کی ایک فرد عبید کے لڑکے زیاد کو خود سے ملحق کرنے کی معاویہ بن ابی سفیان کی رائے اور اس کا دعویٰ ایسا تھا جس سے اس کے مرنے کے بعد تمام مسلمانوں نے اور اس کے زمانے میں بھی کافی لوگوں نے انکار کیا کیونکہ وہ لوگ اہل فضل

....

ورضا اور صاحبان علم وتقویٰ تھے اور انہیں زیاد، زیاد کے باپ اور اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا۔

معاویہ کے لئے اس کام کا باعث ورع وہدایت یا ہدایت گر سنت کی اتباع نہیں تھی اور نہ ہی گزشتہ ائمہ حق کی پیروی نے اسے اس بات کی دعوت دی تھی؛ اسے تو بس اپنے دین اور اپنی آخرت کو خراب کرنے کا شوق تھا اور وہ کتاب وسنت کی مخالفت پر مصمم ارادہ کر چکا تھا۔زیاد کے سلسلہ میں خوش بینی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ زیاد اپنے کام میں جلد باز نہیں ہے، وہ نافذ القول ہے اور باطل پر معاویہ کی مدد اور پشت پناہی میں اس کی امیدوں پر کھرا اترتا ہے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے فرمایا تھا: بچہ جس بستر پر پیدا ہوا اسی کا ہے اور زناکار کا حق سنگسار ہونا ہے اور آپ نے فرمایا: جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام سے پکارا جائے اور جو اپنے موالی کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب ہو تو اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو؛ خداوند عالم نہ تو اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ ہی اس کا فدیہ قبول ہوگا۔قسم ہے میری جان کی کہ زیاد نہ تو ابوسفیان کی گود میں پیدا ہوا نہ ہی اس کے بستر پر، نہ ہی عبید ابوسفیان کا غلام تھا، نہ سمیہ اس کی کنیز تھی، نہ ہی یہ دونوں اس کی ملک میں تھے اور نہ ہی یہ دونوں کسی اور سبب کی بنیاد پر اس کی طرف منتقل ہوئے تھے لہذا معاویہ نے زیاد کو اپنے سے ملحق کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ بھی انجام دیا اور جو اقدامات کئے سب میں اس نے امر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی مخالفت کی ہے اور اپنی ہوا وہوس کی پیروی، حق سے روگردانی اور جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔خداوند متعال فرماتا ہے:" ومن اَضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین"(قصص، ۵۰)اور اس نے جناب داود علیہ السلام کو جب حکم، نبوت، مال اور خلافت عطا کیا تو فرمایا:" یاداؤد انا جعلناک خلیفۃً فی الارض فاحکم بین الناس بالحق"(ص، ۲۶) اور جب معاویہ نے (جسے اہل حفظ احادیث بخوبی جانتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں) موالی بنی مغیرہ مخزومین سے مکالمہ کیا جب وہ لوگ نصر بن حجاج سلمی کو خود سے ملحق کرنا چاہتے تھے اور اسے اپنے قبیلے والا کہنا چاہتے تھے تو معاویہ نے اپنے بستر کے نیچے پتھر آمادہ کر کے رکھا تھا جو ان کی طرف رسولؐ خدا کے قول للعاھر الحجر کی بنیاد پر پھینکنے لگا۔ تو ان لوگوں نے کہا ہم نے تو تجھے زیاد کے سلسلے میں جو تو نے کیا اس میں حق جواز دیدیا کیا تو ہمیں ہمارے فعل میں جو ہم اپنے ساتھی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں حق جواز نہیں دے گا؟ تو معاویہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کا فیصلہ تم لوگوں کے لئے معاویہ کے فیصلہ سے بہتر ہے۔(طبری، ج۱، ص ۱۳۱) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور امام علیہ السلام کی دعوت کا مثبت جواب دینے سے قبل اگرچہ زہیر بن قین عثمانی تھے؛ لیکن زیاد کو خود سے ملحق کرنے اور حجر بن عدی کو قتل کرنے پر وہ معاویہ سے ناراض تھے لہٰذا ان کا نفس آمادہ تھا کہ وہ عثمانی مذہب سے نکل جائیں نیز اس کی بھی آمادگی تھی کہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید اور اس کے گرگوں کے خلاف اظہار ناراضگی کریں اور امام علیہ السلام کی دعوت قبول کریں اور وہ راستہ ترک کردیں جس پر ابھی تک چل رہے تھے۔

زہیر بن قین نے کہا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ موت میرے لئے تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے بہتر ہے، پھر اپنا رخ لشکر کی طرف کر کے بلند آواز میں کہا:

بندگان خدا! یہ اجڈ، اکھڑ، خشک مغز اور اس جیسے افراد تم کو تمہارے دین سے دھوکہ میں نہ رکھیں۔ خدا کی قسم وہ قوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نہیں حاصل کر پائے گی جس نے ان کی ذریت اور اہل بیت کا خون بہایا ہے اور انھیں قتل کیا ہے جو ان کی مدد و نصرت اور ان کے حریم کی پاسبانی کر رہے تھے۔

یہ وہ موقع تھا جب حسینی سپاہ کے ایک شخص نے زہیر کو آواز دے کر کہا: ابو عبداللہ فرما رہے ہیں کہ آجاؤ خدا کی قسم! اگر مومن آل فرعون(۱) نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور اپنی آخری کوشش ان کو بلانے میں صرف کردی تھی تو تم نے بھی اس قوم کو نصیحت کردی اور پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر نصیحت و تبلیغ ان کے لئے نفع بخش ہوتی تو یہ نصیحت ان کے لئے کافی ہے۔(۲)

حر ریاحی کی بازگشت

جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام پر ہجوم آور ہو رہا تھا تو حر بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے! کیا تم اس مرد سے ضرور جنگ کروگے؟

عمر بن سعد نے جواب دیا: ''أی واللہ قتالاً أیسرہ أن تسقط الروؤس تطیح الایدی!'' ہاں! خدا کی قسم ایسی جنگ ہوگی جس کا آسان ترین مرحلہ یہ ہوگا کہ (درختوں کے پتوں کی طرح) سر تن سے جدا ہوں گے اور ہاتھ کٹ کٹ کر گریں گے۔

حر نے سوال کیا: ''أفما لکم في واحدۃ من الخصال التی عرض علیکم رضا!'' کیا ان مشوروں میں سے کوئی ایک بھی تمہارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ امام علیہ السلام نے مومن آل فرعون کی تشبیہ اس لئے دی کہ آپ پہلے عثمانی تھے گویا قوم بنی امیہ سے متعلق تھے۔

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی نے اپنی ہی قوم کے ایک فرد سے یہ روایت نقل کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا، جسے کثیر بن عبداللہ شعبی کہتے ہیں؛ اس کا بیان ہے: جب ہم حسین کی طرف ہجوم آور ہوئے تو زہیر بن قین ہماری طرف آئے

Presented by Ziaraat.Com

اور خطبہ دیا۔ (طبری، ج۵، ص۴۲۶) یعقوبی نے بھی اس خطبہ کو ج۲، ص۲۳۰، طبع نجف پر ذکر کیا ہے۔

عمر بن سعد نے جواب دیا: '' أماواللہ لوکان الامر الیّ لفعلت و لکن أمیرک قد أبیٰ ذالک'' خدا کی قسم اگر یہ کام میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اسے ضرور قبول کرتا لیکن میں کیا کروں کہ تمہارا امیر اس سے انکار کرتا ہے۔

یہ سن کر حر نے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ایک جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا اس کے ہمراہ اموی فوج کا ایک سپاہی قرہ بن قیس(۱) بھی تھا۔ حر نے قرّہ سے کہا: ''یا قرّہ! ھل سقیت فرسک الیوم؟'' اے قرہ! کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا؟ قرہ نے جواب دیا: نہیں! حر نے کہا: پھر تو ضرور پلانے کا ارادہ رکھتا ہو گا؟

قرہ کا بیان ہے: خدا کی قسم میں یہ سمجھا کہ وہ وہاں سے دور ہونا چاہتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور اسے بھی ناپسند کرتا ہے کہ جب وہ یہ کام انجام دے تو میں وہاں موجود رہوں کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں میں اس کی خبر وہاں نہ پہنچا دوں۔

بہر حال میں نے اس سے کہا: میں نے تو ابھی اسے پانی نہیں پلایا ہے؛ اب اسے لے جا رہا ہوں تاکہ پانی پلا دوں؛ یہ کہہ کر میں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا جہاں وہ موجود تھا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کے ارادہ کی اطلاع ہوتی تو میں اس کے ہمراہ حسین (علیہ السلام) کے ہم رکاب ہو جاتا۔

ادھر حر نے آہستہ آہستہ امام حسین علیہ السلام کی طرف نزدیک ہونا شروع کیا۔ حر کی یہ کیفیت دیکھ کر اموی لشکر کے ایک فوجی مہاجر بن اوس(۲) نے آپ سے کہا: اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا تو کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟ تو حر خاموش رہا اور وہ اس طرح لرزہ براندام تھا جیسے بجلی کڑکتی ہو۔

مہاجر بن اوس نے پھر کہا: اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے؟ خدا کی قسم تمہارا کام شک میں ڈالنے والا ہے۔ خدا کی

۱۔ امام حسینؑ کے کربلا میں وارد ہونے کے بیان میں اس شخص کے حالات گزر چکے ہیں اور یہ کہ حبیب بن مظاہر نے اسے امام علیہ السلام کی نصرت و مدد کی دعوت دی تھی تو اس نے سوچنے کا وعدہ دیا تھا لیکن واپس نہیں پلٹا۔ ظاہر ہے کہ ناقل خبر یہی ہے اور اپنے سلسلہ میں خود ہی مدعی ہے۔

۲۔ شعبی کے ہمراہ یہ زہیر بن قین کا قاتل ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۴۱)

قسم جنگ کے وقت میں نے کبھی بھی تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی جیسی ابھی دیکھ رہا ہوں، اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ اہل کوفہ میں سب سے شجاع اور دلیر کون ہے تو میں تیرا نام لیتا لیکن اس وقت میں جو تیری حالت دیکھ رہا ہوں وہ کیا ہے؟

حر نے کہا: ''انیّ واللہ أخیّر نفسي بین الجنة والنار، واللہ لا اختار علی الجنة شیئاً و لو قطعت و حرّقت!'' خدا کی قسم میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان مختار دیکھ رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی دوسری چیز کو اختیار نہیں کروں گا چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

پھر حر نے اپنے گھوڑے پر ایک ضرب لگائی اور خود کو حسینی لشکر تک پہنچا دیا اور امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا: ''جعلني اللہ فداک یابن رسول اللہ! أنا صاحبک الذی حبستک عن الرجوع وسایرتک فی الطریق، وجعجعت بک فی ھذا المکان، واللہ الذي لا الہ الا ھو ماظننت أن القوم یردون علیک ما عرضت علیھم أبداً ولا یبلغون منک ھذہ المنزلة فقلت في نفسي: لا أبالي أن أطیع القوم فی بعض أمرھم، ولا یرون اني خرجت من طاعتھم، وأما ھم فسیقبلون من حسین علیہ السلام ھذہ الخصال التی یعرض علیھم، واللہ لو ظننت أنھم لا یقبلونھا منک ما رکبتھا منک، واني قد جئتک تائباً مما کان مني الی ربيّ ومواسیاً لک بنفسي حتی أموت بین یدیک، أفتریٰ ذلک لي توبة؟''!

Presented by Ziaraat.Com

اے فرزند رسول خدا! میری جان آپ پر نثار ہو! میں ہی وہ ہوں جس نے آپ کو پلٹنے سے روکا اور آپ کے ہمراہ راستے میں یہاں تک چل کر آیا، میں ہی وہ ہوں جو آپ کو اس خشک اور جلتے ہوئے صحرا میں لے کر آیا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں گمان بھی نہیں کر رہا تھا کہ یہ لوگ آپ کے منطقی مشورہ اور صلح آمیز گفتگو کو قبول نہیں کریں گے، میرے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس منزل تک پہنچادیں گے میں اپنے آپ میں کہہ رہا تھا چلو کوئی بات نہیں ہے کہ اس قوم کی اس کے بعض امر میں اطاعت کر لیتا ہوں تا کہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں نکل آیا ہوں۔ میں ہمیشہ اسی فکر میں تھا کہ آپ جو مشورہ دیں گے اسے یہ لوگ ضرور قبول کر لیں گے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ سے کچھ بھی قبول نہیں کریں گے تو میں کبھی بھی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اے فرزند پیغمبر! اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ہر اس چیز سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جو میں نے انجام دیا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا؛ یہاں تک کہ مجھے آپ کے سامنے موت آجائے۔ کیا آپ کی نگاہ میں میری توبہ قابل قبول ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "نعم، یتوب اللہ علیک ویغفر لک! ما اسمک؟" ہاں تمہاری توبہ قبول ہے، اللہ بھی تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں بخش دے! تمہارا نام کیا ہے؟

حر نے جواب دیا: میں حر بن یزید ہوں۔(۱) امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "أنت الحر کما سمتک أمک أنت الحر ان شاء اللہ فی الدنیا والآخرۃ انزل" تو حر ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے، ان شاء اللہ تو دنیا وآخرت دونوں میں حر اور آزاد ہے، نیچے اتر آ۔

حر نے عرض کیا: "أنا لک فارساً خیر منی لک راجلاً، أقاتلھم علی فرسي ساعۃ والی النزول ما یصیر آخر أمري" میں آپ کی بارگاہ میں سوار رہوں یہ میرے لئے نیچے آنے سے بہتر ہے تا کہ کچھ دیر اپنے گھوڑے پر ان سے جنگ کر سکوں اور جب میں نیچے اتروں تو یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "فاصنع ما بدا لک" تم جس فکر میں ہو اسے انجام دو۔ اس گفتگو کے بعد حر اپنے لشکر کے سامنے آئے اور اس سے مخاطب ہو کر کہا:

۱۔ ایک احتمال تو یہ ہے کہ چونکہ حر اسلحہ سے لیس تھا اور شرم سے اپنا سر جھکائے تھا لہذا امام علیہ السلام نے اسے نہیں پہچانا اور سوال کیا ورنہ آپ حر کو پہلے سے پہچانتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ حر کے نام سے صفت کا استفادہ کرنا چاہتے تھے لہذا نام پوچھا ورنہ جو اوصاف اس نے بتائے تھے اس سے تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ آنے والا حر ہی تھا۔ (مترجم)

حر بن یزید ریاحی کا خطبہ

"ایھا القوم! ألا تقبلون من حسین علیہ السلام خصلۃ من ھذہ الخصال التی عرض علیکم فیعافیکم اللہ من حربہ وقتالہ؟

قالوا: ھذا الامیر عمر بن سعد فکلّمہ۔

فکلّمہ بمثل ما کلّمہ بہ قبل، وبمثل ما کلّم بہ أصحابہ۔

قال عمر [بن سعد] قد حرصتُ، لو وجدت الی ذالک سبیلاً فعلتُ۔

Presented by Ziaraat.Com

فقال؛ یااھل الکوفۃ! لأمکم الھبل والعبر اذادعو تموہ حتی اذا أتاکم أسلمتموہ! وزعمتم أنکم قاتلوا أنفسکم دونہ، ثم عدوتم علیہ لتقتلوہ! أمسکتم بنفسہ وأخذتم بکظمہ، وأحطتم بہ من کل جانب، فمنعتموہ التوجّہ فی بلاد اللہ العریضۃ حتی ے أمن وے أمن أھل بیتہ، وأصبح فی أیدیکم کالاسیر، لایملک لنفسہ نفعاً ولایدفع ضراً، وحلاتموہ ونساءہ وصبیتہ وأصحابہ عن ماء الفرات الجاری، الذي یشربہ الیھودي والمجوسي والنصراني، وتمرغ فیہ خنازیر السواد وکلابہ، ھاھم أولاء قد صرعھم العطش، بئسما خلفتم محمداً فی ذریتہ! لاسقاکم اللہ یوم الظماء ان لم تتوبوا وتنزعوا عما أنتم علیہ من یومکم ھذا فی ساعتکم ھذہ"

اے قوم! حسین کی بتائی ہوئی راہوں میں سے کسی ایک راہ کو کیوں نہیں قبول کر لیتے تاکہ خدا تمہیں ان سے جنگ اور ان کے قتل سے معاف فرمادے۔

لشکر نے کہا: یہ امیر عمر بن سعد ہیں انھیں سے بات کرو۔

تو حر نے عمر بن سعد سے بھی وہی بات کی جو اس سے پہلے کی تھی اور جو باتیں ابھی لشکر سے کی تھیں۔ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں اس کا بڑا حریص تھا کہ اگر میں کوئی بھی راستہ پاتا تو ضرور یہ کام انجام دیتا۔

یہ سن کر حر نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا: اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں؛ کیونکہ تم ہی لوگوں نے ان کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور جب وہ چلے آئے تو تم لوگ انھیں اس ظالم کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ پہلے تم اس کے مدعی تھے کہ ان پر اپنی جان نثار کر دوگے پھر اپنی بات سے پلٹ کر انھیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہاں ان کو روک رکھا اور ان کی بزرگواری اور کظم غیظ کے مقابلہ میں ان پر پہرہ ڈال دیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اللہ کی اس وسیع و عریض زمین میں ان کو کہیں جانے بھی نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن وامان کی زندگی گزار سکیں۔ یہ تمہارے ہاتھوں میں اسیروں کی طرح ہو گئے ہیں جو نہ تو خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی خود سے ضرر و نقصان کو دور کر سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے ان پر، ان کی عورتوں پر، ان کے بچے اور ان کے اصحاب پر اس فرات کے بہتے پانی کو روک دیا ہے جس سے یہود و مجوسی اور نصرانی سیراب ہو رہے ہیں، جس میں کالے سور اور کتے لوٹ رہے ہیں؛ لیکن یہی پانی ہے جو ان پر بند ہے اور پیاس سے یہ لوگ جاں بلب ہیں۔ حقیقت میں تم لوگوں نے محمدؐ کے بعد ان کی ذریت کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا ہے۔ خدا قیامت کے دن، جس دن شدت کی پیاس ہوگی تم لوگوں کو سیراب نہ کرے۔ اگر تم اپنے افعال سے آج اسی وقت توبہ نہ کرلو۔(۱)

جب حر کی تقریر یہاں تک پہنچی تو پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے آپ پر حملہ کر دیا اور تیر بارانی شروع کر دی(۲) لیکن حر پلٹ کر امام حسین علیہ السلام کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

حر کی اس دلسوز تقریر کا بعض دلوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ حسین بن علی علیہما السلام کی طرف چلے آئے ان میں سے ایک یزید بن یزید مھاصر ہیں جو عمر بن سعد کے ہمراہ حسینؑ سے جنگ کے لئے آئے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی تمام شرطوں کو رد کر دیا گیا اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا تو آپ حسینی لشکر کی طرف چلے آئے(۳) آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حر کی تقریر سے راہ حسین کے سالک ہوئے ہیں۔

۱۔ الارشاد، ص ۲۳۵، التذکرہ، ص ۲۵۲

۲۔ ابو جناب کلبی اور عدی بن حرملہ سے یہ روایت منقول ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۷، ارشاد، ص ۲۳۵)

Presented by Ziaraat.Com

۳۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد وہی ابو شعشاء کندی ہے جو قبیلہ بہدلہ سے متعلق تھا۔ (طبری، ج۵، ص۴۴۵(

آغاز جنگ

پہلا تیر ظ نافع بن ہلال جملی کی شہادت

الحملۃ الاولی(پہلا حملہ) ظ غفاری برادران

کرامت وہدایت ظ قبیل� ۂ جابری کے دو جوان

بریر کا مباہلہ اوران کی شہادت ظ حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت

عمرو بن قرظہ انصاری کی شہادت ظ عابس بن ابی شبیب شاکری اور انکے غلام کی شہادت

نافع بن ہلال ظ یزید بن زیاد ابو شعشاء کندی کی شہادت

الحملۃ الثانیہ (دوسرا حملہ) ظ چار دوسرے اصحاب کی شہادت

مسلم بن عوسجہ ظ سوید خثعمی وبشر حضرمی

الحملۃ الثالثہ (تیسرا حملہ (

اصحاب حسینؑ کے حملے اور نبرد آزمائی

الحملۃ الرابعہ (چوتھا حملہ (

نماز ظہر کی آمادگی

حبیب بن مظاہر کی شہادت

حر بن یزید ریاحی کی شہادت

نماز ظہر

زہیر بن قین کی شہادت

آغاز جنگ

Presented by Ziaraat.Com

پہلا تیر

جب بات یہاں تک پہنچی تو عمر بن سعد حسینی سپاہ کی طرف حملہ آور ہوا اور آواز دی: اے زوید ا(۱) پرچم کو اور نزدیک لاؤ تو وہ پرچم کو بالکل قریب لے کر آیا اس وقت عمر بن سعد نے چلہ کمان میں تیر کو جوڑا اور حسینی لشکر کی طرف پھینکتے ہوئے بولا: " اشھدوا انّي اوّل من رمیٰ "(۲) تم سب گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر جس نے پھینکا ہے وہ میں ہوں۔

جب نزدیک ہو کر پہلا تیر عمر سعد نے پھینکا تو سارے اموی لشکر نے تیروں کی بارش کر دی۔ اس کے بعد زیاد بن ابو سفیان کا غلام یسار اور عبید اللہ بن زیاد کا غلام سالم دونوں میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلبی کرتے ہوئے بولے: کوئی ہم رزم ہے جو تم میں سے ہمارے سامنے آئے؟ یہ سن کر حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر اٹھے تا کہ اس کا جواب دیں لیکن دونوں سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "اجلسا" تم دونوں بیٹھ جاؤ! اس کے بعد عبد اللہ بن عمیر کلبی(۳) اٹھے اور عرض کیا: اے ابو عبد اللہ! خدا

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں " درید " لکھا ہے، ص ۲۳۳ و ۲۳۶، طبع نجف

۲۔ صقعب بن زہیر اور سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ۴۲۹، ارشاد، ص ۲۳۶)

۳۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ قبیلہ ہمدان کے چاہ جعد (جعد کا کنواں) میں ان کا گھر تھا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ عبید اللہ کی طرف سے فوج نخیلہ میں جمع ہے اور حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ لوگ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ کے فرزند حسین سے جنگ کے لئے جا رہے ہیں۔ اس پر عبد اللہ بن عمیر کلبی نے کہا میں تو اہل شرک سے جہاد پر حریص تھا لیکن اب میں یہ امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے نبی کے نواسے سے جنگ کر رہے ہیں خدا کے نزدیک مشرکین سے جہاد کرنے سے کم نہ ہوگا۔ آپ کی زوجہ ام وھب بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ آپ ان کے پاس گئے اور ساری روداد سنا دی اور اپنے ارادہ سے بھی انھیں آگاہ کر دیا۔ سب کچھ سن کر اس نیک سرشت خاتون نے کہا: تمہاری فکر صحیح ہے، خدا تمہاری فکر کو سالم رکھے اور تمہارے امور کو رشد عطا کرے؛ یہ کام ضرور انجام دو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ عبد اللہ راتوں رات اپنی بیوی کے ہمراہ نکل گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔

آپ پر رحمت نازل کرے! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ان دونوں کے مقابلہ پر جاؤں؟ تو امام حسینؑ نے اس جوان کی طرف دیکھا، وہ ایک طویل القامت، قوی کلائیوں اور مضبوط بازؤں والا جوان تھا۔ آپ نے فرمایا: " اني لاحسبہ للأقران قتالا! اخرج ان شئت "میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں کے مقابلہ میں برابر کا جنگجو ثابت ہوگا، اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ! یہ سن کر وہ جوان ان دونوں کے سامنے آیا تو ان دونوں نے کہا: تو کون ہے؟ تو اس جوان مرد نے اپنا حسب و نسب بتا دیا۔ اس پر وہ دونوں غلام بولے: ہم تم کو نہیں پہچانتے ہیں۔ ہمارے مقابلے میں تو زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہیے۔

زیاد کا غلام یسار، عبید اللہ بن زیاد کے غلام سالم کے آگے آمادہ جنگ تھا۔ کلبی نے یسار کو مخاطب کر کے کہا: اے زناکار عورت کے بچے، تیری خواہش ہے کہ کوئی اور تیرے مقابلہ پر آئے۔ تیرے مقابلہ پر کوئی نہیں آئے گا مگر جو بھی آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد اس پر سخت حملہ کیا اور تلوار کا ایک وار کر کے اسے زمین پر گرا دیا۔ ابھی آپ اپنی تلوار سے اس پر حملہ میں مشغول تھے کہ عبید اللہ کا غلام سالم آپ پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر سے اصحاب امام حسین

Presented by Ziaraat.Com

علیہ السلام نے آواز دی: وہ غلام تم پر حملہ کر رہا ہے لیکن عبداللہ نے اس کے حملہ کو اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس نے آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا؛ کلبی نے اپنے بائیں ہاتھ کو سپر بنایا جس سے آپ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن کلبی زخم کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف مڑے اور اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اسے قتل کر دیا۔ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد کلبی رجزخوانی کرتے ہوئے مبارزہ طلبی کر رہے تھے۔

ان تنکرونی فانابن کلب

حسبی بیتی فی علیم حسبی

انی امرؤذومرۃ وعصب

ولست بالخوّار عند النکب

انی زعیم لک اُم وھب

بالطعن فیھم مقدماًوالضرب

اگر تم مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ قبیلہ کلب کا فرزند ہوں، میرا آگاہ اور بینا خاندان میرے لئے کافی ہے، میں بڑا طاقتور اور سخت جاں مرد ہوں، میدان کارزار میں ناگوار واقعات مجھے متزلزل نہیں کر سکتے، اے ام وھب میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ میں ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کروں گا اور ان کو ماروں گا وہ بھی ایسی ضرب لگاؤں گا جو ایک یکتا پرست اور موحد کی ضرب میں اثر ہوتا ہے۔

یہ سن کر عبداللہ کی زوجہ ام وھب نے عمود خیمہ اٹھایا اور اپنے شوہر کا رخ کر کے آگے بڑھی اور یہ کہے جا رہی تھی " فداک أبی وأمی " میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم محمدؐ کی پاک و پاکیزہ ذریت کی طرف سے دفاع میں خوب جنگ کرو، اس کے بعد عبداللہ اپنی زوجہ کو مخدرات کی طرف پلٹانے لگے، تو اس نے عبداللہ کے کپڑے پکڑ لئے اور کھینچتے ہوئے بولی: میں جب تک کہ تمہارے ساتھ مر نہ جاؤں تمہیں نہیں چھوڑوں گی، یہ صورت حال دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اسے پکارا اور فرمایا: "جزیتم من أھل بیت خیراً، ارجعي رحمک اللہ الی النساء فاجلسي معھن فانہ لیس علی النساء قتال" خدا تم لوگوں کو جزائے خیر دے، اللہ تم پر رحمتوں کی بارش کرے، خواتین کی طرف پلٹ آؤ اور انھیں کے ہمراہ بیٹھو کیونکہ خواتین پر جہاد نہیں ہے۔

الحملۃ الاولی(پہلا حملہ (

اس کے بعد اموی لشکر کے میمنہ کے سردار عمرو بن حجاج نے لشکر حسینی کے داہنے محاذ پر حملہ شروع کر دیا۔جب یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے سپاہیوں کے نزدیک آیا تو وہ سب کے سب اپنے زانو پر بیٹھ کر دفاع میں مشغول ہو گئے اور نیزوں کو ان کی طرف سیدھا کر کے انھیں نشانہ پر لے لیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لشکر نیزوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور واپس لوٹنے لگا۔ان کی یہ حالت دیکھ کر حسینی سپاہ نے ان پر تیر چلانا شروع کیا، جس کے نتیجے میں ان میں سے بعض ہلاک ہوئے تو بعض دیگر زخمی۔(1 (

کرامت وہدایت

اسی اثناء میں قبیلہء بنی تمیم کا ایک شخص جسے عبداللہ بن حوزہ کہا جاتا ہے سامنے آیا اور امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل کھڑا ہو کر بولا: اے حسین! اے حسین! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "ماتشاء؟" تو کیا چاہتا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جناب نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے(طبری، ج۵، ص۴۲۹،الارشاد، ص۲۳۶، نجف(

عبداللہ بن حوزہ نے کہا: ''أبشر بالنار'' تمہیں جہنم کی بشارت ہو، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: '' کلاّ،انی أقدم علی ربّ رحیم و شفیع مطاع، من ھٰذا؟'' نہیں ایسا نہیں ہے، میں اپنے مہربان ور حیم رب کی طرف گامزن ہوں، وہی شفیع اور قابل اطاعت ہے پھر امامؑ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ آپ کے اصحاب نے جواب دیا: یہ ابن حوزہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:'' ربّ حزہ الی النار! ''خدایا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے۔

امام علیہ السلام کی بد دعا کا اثر یہ ہوا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے کے پاس بدکا اور وہ گڑھے میں جا گرا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنسا رہ گیا اور اس کا سر زمین پر آگیا۔اسی حالت میں گھوڑے نے دوڑنا شروع کیا اور وہ جدھر سے گزرتا تھا زمین کے ہر پتھر اور درخت سے اس کا سر ٹکراتا تھا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔(۱(

اس سلسلے میں مسروق بن وائل کا بیان ہے: میں اس لشکر کے آگے آگے تھا جو حملہ کے لئے حسینؑ کی طرف آگے بڑھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں لشکر کے بالکل آگے رہوں گا تاکہ جب حسینؑ قتل کر دےئے جائیں تو ان کا سر میرے ہاتھ لگے اور وہ سر میں عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں لے جا کر کسی خاص مقام و منزلت پر فائز ہو جاؤں۔ جب ہم لوگ حسینؑ تک پہنچے تو ہماری فوج کا ایک شخص جسے ابن حوزہ کہتے ہیں وہ سامنے آیا اور بولا: کیا حسینؑ تمہارے درمیان موجود ہیں؟ تو حسین(علیہ السلام) خاموش رہے۔ اس نے اپنی بات کو دھرایا یہاں تک جب تیسری بار اس نے تکرار کی تو حسین(علیہ السلام) نے فرمایا: ''قولوا لہ: نعم ھٰذا الحسین فما حاجتک'' اس سے کہو: ہاں یہ حسینؑ ہیں، تم کیا چاہتے ہو؟

ابن حوزہ نے کہا: اے حسینؑ! تم کو جہنم کی بشارت ہو!

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:''کذبت، بل أقدم علی ربّ غفور و شفیع مطاع، فمن أنت؟'' تو جھوٹ بولتا ہے، میں تو اپنے پالنے والے اور بخشنے والے، شفیع اور قابل اطاعت مالک کی طرف گامزن ہوں، تو کون ہے؟

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر حسین نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری، ج۵، ص۴۳۰(

اس نے کہا: میں ابن حوزہ ہوں۔

یہ سن کر حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کئے کہ کپڑے کے اوپر سے ہم نے بغل کی سفیدی دیکھ لی پھر کہا: اللّٰھم حزہ الی النار! خدایا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے، یہ سن کر وہ غصہ میں آگیا اور وہ نہر جو اس کے اور حسینؑ کے درمیان تھی اسے پار کرکے ان پر حملہ کرنا چاہا تو گھوڑے کے چھلانگ لگاتے ہی وہ نیچے گر پڑا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے تیز دوڑنا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گیا اور اس کے قدم، پنڈلی تک کٹ کر گر گئے اور پیر کا بقیہ حصہ اسی رکاب میں پھنسا رہ گیا۔

عبد الجبار بن وائل حضرمی کا بیان ہے: یہ صورت حال دیکھ کر مسروق لوٹ گیا اور لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا. تو میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو وہ بولا: ''لقد رأیتُ من أہل ھٰذا البیت شےئاً لا أقاتلھم أبداً''(۱) میں نے اس گھرانے سے ایسی چیز دیکھی ہے جس کے بعد میں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کر

Presented by Ziaraat.Com

سکتا۔

بریر کا مباہلہ اوران کی شہادت

یزید بن معقل، عمر بن سعد کے لشکر سے نکلااور بولا: اے بریر بن حضیر! (۲) تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟تو بریر نے جواب دیا : خدانے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا؛ہاں تیرا نصیب بہت برا ہے۔

یزید بن معقل: تو جھوٹ بول رہا ہے حالانکہ اس کے پہلے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ کیا تجھے وہ موقع یاد ہے جب میں قبیلہ لوذان کے علاقے میں تیرے ساتھ چل رہا تھااور تو کہہ رہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنی جان کو گنوادیا اور معاویہ بن ابوسفیان گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔امام ہدایت وحق توفقط علی بن ابیطالب ہیں ؟

ا۔عطا بن سامت نے عبدالجبار بن وائل حضرمی سے اوراس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۲۱(

۲۔آپ کے شرح احوال شب نو محرم کے واقعات میں گزر چکے ہیں۔

بریر نے جواب دیا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں،میری رائے اور میرا قول یہی ہے۔

یزید بن معقل نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شمار گمراہوں میں ہے۔

بریر بن حضیر نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تم اس پر تیار ہو کہ پہلے میں تم سے مباہلہ (۱) کروں اور ہم اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹے پر اس کی لعنت ہو اور باطل پرست کو موت کے گھاٹ اتار دے؛اس کے بعد میں میدان کارزار میں آکر تم سے نبرد آزمائی کروں۔

یزید بن معقل اس پر راضی ہو گیا دونوں نے میدان میں آکر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ خدایا! کاذب پر لعنت کر اور صاحب حق کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے۔اس بد دعا کے بعد دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ تلواروں کا آپس میں ٹکراؤ ہوااور یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچالیکن ادھر بریر بن حضیر نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے ''خود'' کو کاٹتی ہوئی تلوار اس کے سر تک پہنچی اور اسے کاٹتی ہوئی اس کے مغز اور دماغ تک پہنچ گئی وہ زمین پر اس طرح گرا جیسے کوئی چیز بلندی سے گر رہی ہو؛ادھر فرزند حضیر کی تلوار اس کے سر میں جاکر رک گئی تھی، گویا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ تلوار کو اپنے سر سے باہر نکالنے کے لئے حرکت دے رہا تھا۔اسی دوران عمر بن سعد کے لشکر کے ایک سپاہی رضی بن منقذ عبدی نے جناب بریر پر حملہ کر دیا۔دونوں میں گتھم گتھا ہو گئی اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔آخر کار بریر اسے گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گئے تو رضی چلایا کہاں ہیں اہل رزم اور کہاں ہیں دفاع کرنے والے ؟ ! یہ سن کر کعب بن جابر ازدی نے نیزہ سے بریر پر حملہ کر دیا اور وہ نیزہ آپ کی پیٹھ میں داخل ہو گیا جب بریر نے نیزہ کی نوک کو محسوس کیا تو رضی بن منقذ عبدی کے چہرے کو دانتوں سے دبالیا اور اس کی ناک کا ایک حصہ کاٹ ڈالا؛ لیکن کعب بن جابر نے مسلسل نیزہ کا وار کر کے '' عبدی'' کو بریر کے چنگل سے نکال دیا اور

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ مباہلہ یعنی ملاعنہ جسمیں دونوں افراد دعا کریں کہ خدا باطل اور ظالم پر لعنت کرے۔

نیزہ کی انی کو بریر کی پشت میں پیوست کر دیا پھر اس کے بعد بریر پر تلوار سے حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔(ان پر خدا کی رحمت ہو) (۱)و(۲(

۱۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن یزید نے عفیف بن زہیر بن ابو اخنس کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا۔(طبری، ج۵، ص۴۳۱) باقیماندہ خبر حاشیہ شمارہ ۲ میں ملاحظہ ہو۔

۲۔ جب کعب بن جابر از دی لوٹا تو اس کی زوجہ یا بہن نوار بنت جابر نے کہا: تو نے فرزند فاطمہ کے خلاف جنگ کی ہے اور سید القراء(تلاوت و قراءت قرآن کے سید و سردار) بریر کو قتل کیا ہے، تو نے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے۔ خدا کی قسم میں اب کبھی بھی تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ کعب بن جابر نے کہا:

سلی تخبري عنی و أنت ذمیمۃ

غداۃ حسین والرماح شوارع

الم آت أقصیٰ ما کرھت ولم یُخل

علیّ غداۃ الروع ما أنا صانع

معي یزنی لم تخنہ کعوبہ

وابیض مخشوب الغرارین قاطع

فجر دتہ فی عصبۃ لیس دینھم

بدینی وانی بابن حرب لقانع

ولم ترعیني مثلھم فی زمانھم

ولا قبلھم في الناس اذ أنا یافع

أشدّ قراعاً بالسیوف لدی الوغی

ألا کل من یحمی الذمار مقارع

وقد صبر واللطعن والضرب حُسّرا

وقد نازلوا لو أن ذالک نافع

فابلغ (عبید اللہ) أما لقیتہ

بأنی مطیع للخلیفۃ سامع

قتلت بریر أثم حملت نعمۃ

أبا منقذ لما دعی: من یماصع

Presented by Ziaraat.Com

تو مورد مذمت قرار پاچکی ہے تو مجھ سے حسین کی سپیدہ سحری اور نیزوں کے سیدھے ہونے کے سلسلے میں سوال کر اور مجھ سے خبر لے۔ کیا میں اس چیز کی انتہا تجھے نہ بتاؤں جو تجھے ناپسند ہے اور جس میدان کارزار کی صبح نے مجھ پر اس امر پر کوئی خلل وارد نہیں کیا جسے میں نے انجام دیا۔ میرے پاس سیف بن ذی یزن یمنی کا نیزہ تھا جو کبھی ٹیڑھا نہیں ہوا اور جس کی سفید لکڑی کا غلاف دونوں طرف سے براں تھا۔ میں نے اسے اس گروہ کے سامنے برہنہ کیا جن کا دین میرا دین نہ تھا اور میں ابو سفیان کے خاندان سے قانع ہوں۔ میری آنکھوں نے اپنے زمانے میں ان کے مانند نہیں دیکھا اور اس سے قبل کسی نے نہیں دیکھا؛ کیونکہ میں جوان ہوں۔ جنگ کے وقت ان کی تلوار میں بڑی کاٹ تھی، آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی ذمہ داری سے حمایت کرتا ہے وہ سخت کوش ہوتا ہے۔ واقعاً ان لوگوں نے نیزوں اور تلواروں کے زخم پر بڑا صبر کیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اگر یہ ان کے لئے مفید ہوتا۔ اگر عبید اللہ سے ملاقات کرے تو اس کو یہ خبر پہنچادے کہ میں خلیفہ کا مطیع اور ان کی باتوں کا سننے والا ہوں۔ میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسان مند بنالیا، جب اس نے پکارا کہ میرا مددگا کون ہے؟

ابو مخنف کا بیان ہے: رضی بن منقذ عبدی نے اس کے جواب میں یہ کہا:

عمرو بن قرظہ انصاری کی شہادت

جناب بریر کی شہادت کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے نکلے اور مشغول جہاد ہو گئے۔ آپ وقت قتال ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔

قد علمت کتیبۃ الأنصار

انی سأحمی حوزۃ الذمار

ضرب غلام غیر نکس شاری

دون حسین مھجتی وداری(۲(

سپاہ انصار کو معلوم ہے کہ میں اس خاندان کی ایسی حمایت و نصرت کروں گا جو ایک ذمہ دار محافظ کا انداز ہوتا ہے، میں ایک سربلند اور سرفراز جوان کی طرح وار کروں گا اور کبھی منہ نہیں موڑوں گا کیونکہ میرا خون اور میرا خاندان حسین پر فدا ہے۔

اسی حال میں آپ درجۂ شہادت پر فیضیاب ہو گئے۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ کا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کی فوج میں تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ پکارا اے کذاب بن کذاب! (اے جھوٹے باپ کے جھوٹے بیٹے) تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا، اسے دھوکہ دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا! یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

''ان اللہ لم یضل أخاک ولکنہ ھدیٰ أخاک و أضلک'' خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ تیرے بھائی کو ہدایت بخش دی، ہاں تجھے گمراہ کر دیا۔

ولو شاء ربی ماشھدت قتالھم

ولا جعل النعماء عندی ابن جابر

لقد کان ذاک الیوم عارا وسبۃ

Presented by Ziaraat.Com

یعیرہ الأبناء بعد المعاشر

فیالیت انی کنت من قبل قتلہ

ویوم حسین کنت فی رمس قابر

اگرمیراپروردگارچاہتاتومیں کربلا کی جنگ میں حاضر نہ ہوتااور نہ جابر کے لڑکے کا مجھ پر احسان ہوتا۔ درحقیقت وہ دن تو ننگ وعار کادن تھاجو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔اے کاش بریر کے قتل سے قبل میں مرگیاہوتااور حسین کے مقابلہ کے دن سے پہلے میں قبر میں مٹی کے نیچے ہوتا۔

ا۔ابو مخنف کابیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری، ج۵، ص۴۳۳(

علی بن قرظہ نے کہاخدامجھے نابود کرے اگرمیں تجھے قتل نہ کروں، یہ کہہ کرامام علیہ السلام پر حملہ کیا۔نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کے مزاحمت کرتے ہوئے نیزہ لگاکراسے زمین پر گرادیاتواس کے ساتھیوں نے حملہ کیااوراسے کسی طرح بچاکرلے گئے۔(۱) جنگ کا بازار گرم تھا، گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی، سپاہ اموی نے چاروں طرف گھوم کر قتل وغارت گری کا بازار گرم کررکھاتھا۔اس دوران حربن یزید ریاحی اس فوج پر حملہ آورتھےاوراس شعرسے تمثیل کئے جارہے تھے۔

مازلت أرمیھم بثغرۃ نحرہ

ولبانہ حتی تسربل بالدم

میں ان کی گردن اور سینے پر مسلسل تیر بارانی کرتارہوں گا یہاں تک کہ وہ لوگ خون کالباس پہن لیں۔اس وقت حالت یہ تھی کہ ان کے گھوڑے کے کان اورابروں سے نیزوں کی بارش کی وجہ سے خون جاری تھا۔یزید بن سفیان تمیمی مسلسل یہ کہہ رہاتھاکہ خدا کی قسم اگرمیں '' حر'' کواس وقت دیکھتا جب وہ ہماری فوج سے نکلا تھاتواس نیزہ کی نوک سے اس کا پیچھا کرتا۔یہ سن کر حصین بن تمیم (۲) نے کہا: یہی ہے حربن یزید جس کی تم تمنا کررہے تھے۔یزید بن سفیان نے کہا: ہاں ! اور حر کی طرف نکل گیااور آپ سے بولا: کیاتم نبرد آزمائی کے لئے آمادہ ہو؟ حرنے جواب دیا: ہاں میں ہم رزم ہونا چاہتاہوں۔یہ کہہ کراس کے مدمقابل آئے، گویاجان ہتھیلی پر لئے تھے۔یزید بن سفیان اپنی تمام شرارتوں کے ساتھ سامنے آیالیکن ابھی حر کو سامنے آئے کچھ دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ نے اسے قتل کردیا۔(۳ (

نافع بن ہلال

اسی ہنگامہ خیزماحول میں نافع بن ہلال مرادی جملی مصروف جنگ تھےاور کہے جارہے تھے:

ا۔ثابت بن ہبیرہ سے یہ روایت مروی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۳۴(

۲۔یہ شخص عبیداللہ بن زیاد کی پولس کا سربراہ تھااور عبیداللہ نے اسے عمر بن سعد کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف جنگ کے لئے بھیج دیا۔کربلا میں عمر بن سعد نے اسے مجففہ فوج کا سربراہ بنادیا تھا۔تجفاف زرہ کی قسم کاایک رزمی لباس ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۳۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوزہیر نضر بن صالح عبسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۳۴ (

''أنا الجملی أنا علیٰ دین علي (علیہ السلام)''،میں ہلال بن نافع جملی ہوں، میں دین علی علیہ السلام پر قائم ہوں۔یہ سن کر فوج اموی کی ایک فرد جسے مزاحم بن حریث کہتے ہیں سامنے آیااور بولا: میں عثمان کے دین پر قائم ہوں۔نافع بن ہلال نے اس سے کہا: تو شیطان کے دین پر برقرار ہے پھراس پر حملہ کیااور اسے قتل کردیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عمروبن حجاج زبیدی چلایاکہ اے احمق اور بے شعور لوگو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم کس سے لڑ رہے ہو؟یہ شہر کے بہادر، شجاع، فداکاراور جانباز ہیں، تم میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آئے۔یہ دیکھنے میں کم ہیں اور بہت ممکن ہے کہ باقی رہ جائیں۔خدا کی قسم اگر تم لوگ ان پر فقط پتھر پھینکو توان کو قتل کردوگے۔یہ سن کر عمر بن سعد بولا تمہارا نظریہ بالکل صحیح ہےاور میری رائے بھی یہی ہے. اس وقت اس نے اعلان کیاکہ فوج کہ سب سپاہی اس پر آمادہ ہوجائیں کہ ان لوگوں سے اس طرح جنگ نہ کریں کہ ایک ان کی طرف سے اور ایک تمہاری طرف سے ہو۔(۲(

الحملۃ الثانیۃ(دوسراحملہ (

پھر عمروبن حجاج زبیدی لشکرامام حسین علیہ السلام سے نزدیک ہوتاہوابولا: اے اہل کوفہ ! اپنی اطاعت اور اپنی جماعت کے اتحادواتفاق پر پابندرہو اور اس کے قتل میں کوئی شک وشبہ نہ کروجو دین سے منحرف ہوگیااور ہمارے پیشوااور امام کا مخالف ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:'' یا عمروبن حجاج! أعليّ تحرّض الناس؟أنحن مرقنا وأنتم ثبتّم علیہ! أما واللہ لتعلمنّ لو قد قُبضت أرواحکم ومتم علی أعمالکم أیّنا مرق من الدین ومن ھو أولی بصلي النار''

اے عمروبن حجاج! کیاتو لوگوں کو میرے خلاف اکسا رہاہے؟کیاہم دین سے منحرف ہیں اور تم

ا۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوزہیر نضر بن صالح عبسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۳۴(

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ یحییٰ ابن ہانی بن عروہ مراوی نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۳۵(

لوگ اس پر قائم ہو! خدا کی قسم اگر تمہاری روحیں قبض کرلی جائیں اور تم لوگوں کو انھیں اعمال پر موت آجائے تو تمہیں ضرور معلوم ہوجائے گا کہ منحرف کون اور جہنم میں جلنے کا سزاوار کون ہے۔

پھر عمروبن حجاج نے عمر بن سعد کے داہنے محاذ فرات کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کردیا۔کچھ دیر تک جنگ کا بازار گرم رہااور اس حملہ میں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہوگئی جس میں سے ایک مسلم بن عوسجہ ہیں۔

مسلم بن عوسجہ (۱(

عمروبن حجاج کے سپاہیوں میں سے عبدالرحمن بجلی اور مسلم بن عبداللہ ضبّابی نے آپ کو شہید کیا۔آپ کی شہادت پر خوشی سے جھومتے ہوئے عمروبن حجاج کے سپاہیوں نے آواز لگائی :

Presented by Ziaraat.Com

ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہی لوٹ گئے اور غبار کا ایک بادل اٹھا۔ جب وہ بادل چھٹ گیا تو اصحاب حسینؑ نے مسلم بن عوسجہ کو جانکنی کے عالم میں

ا۔ اس خبر میں آیا ہے کہ اصحاب حسینؑ میں سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے جبکہ اس سے پہلے بریر اور عمرو بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حملہ کے بعد کچھ دیر کے لئے جنگ بند ہو گئی تھی اس کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو دوسرے حملہ میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ ابن زیاد کا جاسوس معقل آپ ہی کے توسط سے مسلم تک پہنچ سکا تھا۔ (طبری، ج۵، ص۳۶۲) مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آپ کو قبیلہء مذحج اور اسد کا سالار بنایا تھا۔ (طبری، ج۵ ، ص۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جو کربلا میں شب عاشور امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اٹھے اور فرمایا: اگر ہم آپ کو چھوڑ دیں تو اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کی ادائیگی میں ہمارا عذر کیا ہوگا؟! خدا کی قسم یہاں تک کہ میں اپنے نیزہ کو ان کے سینوں میں توڑ نہ لوں اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے ان کو مار نہ لوں میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر میرے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے کوئی اسلحہ نہ ہوا تو میں ان کو آپ کے پاس رہ کر پتھر ماروں گا یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مجھے موت آجائے۔ (طبری، ج۵، ص۴۱۹) آپ ہی وہ ہیں جنھوں نے شمر پر تیر چلانے کی اجازت اس طرح طلب کی تھی: فرزند رسول خدا میری جان آپ پر نثار ہو، کیا میں اس پر ایک تیر نہ چلا دوں؟ یہ آدمی بڑا فاسق و فاجر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں جنگ میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔ (طبری، ج۵، ص۴۲۴) لیکن آپ کوفہ سے کس طرح امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے کچھ پتہ نہیں، تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔

دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام چل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے جسم میں رمق حیات موجود تھی۔ امام علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''رحمک ربک یا مسلم بن عوسجہ، فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلاً''(ا(

اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحمت نازل کرے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کر گئے اور بعض منتظر ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر مسلم کے قریب آئے اور فرمایا: ''عزّ عليّ مصرعک یا مسلم، أبشر بالجنة'' اے مسلم تمہاری شہادت مجھ پر بہت سنگین ہے، جاؤ جنت کی تمہیں بشارت ہو، یہ سن کر بڑی نحیف آواز میں مسلم نے حبیب سے کہا: ''بشرک اللہ بخیر'' اللہ تمہیں نیکی و خیر کی بشارت دے، یہ سن کر حبیب نے مسلم بن عوسجہ سے کہا: ''لولاأني أعلم أني فی اثرک لاحق بک من ساعتي ھذہ لأحببت أن توصیني بکل ما أھمک حتی أحفظک فی کل ذالک بما أنت أھل لہ فی القرابة والدین'' اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ابھی آرہا ہوں تو میرے لئے یہ بات بڑی محبوب تھی کہ تم مجھ سے ہر اس چیز کی وصیت کرو جو تمہارے لئے اہم ہو تاکہ میں ان میں سے ہر ایک کو پورا کر سکوں جو تمہارے قرابت داروں اور دین کے سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں۔

مسلم بن عوسجہ نے کہا'' بل انا اوصیک بھذا رحمک اللہ أن تموت دونہ ''میری وصیت تو صرف ان کے سلسلے میں ہے، خدا تم پر رحمت نازل کرے یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے حسین کی طرف اشارہ کیا کہ تم ان پر قربان ہو جانا، انھیں کے سامنے موت کو گلے لگا لینا۔

حبیب نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا؛ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلم بن عوسجہ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر دم توڑ دیا(خدا ان پر

Presented by Ziaraat.Com

رحمت نازل کرے) آپ کی موت کا منظر دیکھ کر آپ کی کنیز آہ و فریاد کرنے لگی: "یابن عوسجتاہ یاسیداہ" (۲(

ا۔ سورہ احزاب، ۲۳

۲۔ عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے جب آواز لگائی کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا تو شبث بن ربعی تمیمی نے اپنے بعض ان

الحملۃ الثالثۃ(تیسرا حملہ (

بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے حسینی سپاہ کے بائیں محاذ پر حملہ کیا تو اصحاب حسینی نے دلیرانہ دفاع کیا اور نیزوں سے اس پر اور اس کے سپاہیوں پر حملہ کیا۔ اسی گیر و دار میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تمیمی نے عبداللہ بن عمیر کلبی پر حملہ کیا اور ان دونوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔(آپ پر خدا کی رحمت ہو)(۱(

اصحاب حسینؑ کے حملے اور نبرد آزمائی

اپنے دفاع میں اصحاب امام حسین علیہ السلام نے بڑا سخت جہاد کیا، ان کے سواروں نے جن کی تعداد ۳۲، تھی(۲) حملہ شروع کیا، وہ اہل کوفہ کے جس سوار پر حملہ کر رہے تھے اسے رسوا کر دے رہے تھے۔

جب عزرہ بن قیس تمیمی (جو اہل کوفہ کی فوج کا سر براہ تھا) نے دیکھا کہ اس کے لشکر کو ہر طرف سے رسوا ہونا پڑ رہا ہے تو اس نے عبدالرحمن بن حصین کو عمر بن سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھ

ساتھیوں سے کہا جو اس کے ہمراہ تھے: تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں، تم نے اپنے ہاتھوں سے خود کو قتل کیا ہے اور دوسروں کی خاطر خود کو ذلیل کیا ہے۔ تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا۔ قسم اس کی جس پر میں اسلام لایا بارہا میں نے مسلمانوں کے درمیان ان کی شخصیت کو بزرگ دیکھا ہے۔ آذر بایجان کے علاقۂ سلقط میں خود میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ۶، مشرکوں کو مسلمین کے لشکر کے پہنچنے سے قبل قتل کیا تھا۔ ایسی ذات کو قتل کر کے تم لوگ خوش ہو رہے ہو۔

ا۔ اس خبر میں آیا ہے کہ یہ اصحاب حسینؑ کے دوسرے شہید ہیں لیکن یہ ایک وہم ہے۔

۲۔ شاید باقیماندہ سواروں کا تذکرہ ہو ورنہ مسعودی کا بیان تو یہ ہے کہ آنحضرت جب کربلا وارد ہوئے تو آپ کے اہل بیت اور انصار پانچ سو اسپ سوار تھے اور سو(۱۰۰) پیدل، پھر وہ کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ان میں سے شہید ہونے والے ۸۷، افراد ہیں۔(مروج الذہب، ج۳، ص۸۸) سید بن طاؤس نے لھوف میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ۴۵، اسپ سوار تھے اور سو(۱۰۰) پیدل۔ یہی تعداد سبط بن جوزی نے بھی ذکر کی ہے۔(ص۲۴۶ و ۲۵۱) تعجب کی بات یہ ہے کہ سبط بن جوزی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ ایک ہزار پیدل تھے جب کہ مروج الذھب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

ظآذر بایجان کے حدود میں شمال عراق اور ایران کے مغربی علاقہ میں ایک پہاڑ ہے جیسا کہ قمقام، ص۴۹۲ میں موجود ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

رہے ہو کہ ان چند لوگوں کے ہاتھوں ابھی سے ہمارے سواروں پر کیا گزر رہی ہے، جلد از جلد پیدلوں اور تیر اندازوں کو روانہ کرو کہ روزگار ہم پر سخت ہو چکا ہے۔ عمر بن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا: کیا تم ان کی طرف پیش قدمی نہیں کرو گے۔

شبث بن ربعی نے کہا؛ سبحان اللہ ! کیا جان بوجھ کر قبیلہ مضر کے بزرگوں اور سارے شہر کے بوڑھوں کو تیر اندازوں میں بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا اس کام کے لئے میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے ؟ تو عمر بن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور اس کے ہمراہ زرہ پوشوں اور پانچ سو (۵۰۰) تیر اندازوں کو روانہ کیا۔ وہ سب کے سب سپاہ حسینی کے مد مقابل آئے لیکن ابھی وہ سب کے سب حسین اور اصحاب حسینؑ کے نزدیک بھی نہ آئے تھے کہ ان لوگوں نے تیر بارانی شروع کر دی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ اصحاب حسینی نے گھوڑوں کو پے کر دیا اور وہ سب کے سب پیدل ہو گئے۔

اسی گیر و دار میں حر بن یزید ریاحی کا گھوڑا بھی زخمی کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ گھوڑا لرزنے لگا اور تڑپتے ہوئے زمین پر گر پڑا'' حر'' بڑی پھرتی سے اس گھوڑے سے نیچے آئے گویا شیر بیشۂ شجاعت کی طرح گھوڑے سے نیچے کود پڑے درحالیکہ انکے ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ کہے جا رہے تھے :

ان تعقروابی فانا ابن الحر

اشجع من ذی لبد هزبر(۱ (

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب حسینی نے بڑا سخت جہاد کیا یہاں تک کہ سورج نصف النھار پر آگیا اور گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور اس طرح ان لوگوں سے نبرد آزما رہے کہ دشمن ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے ان پر حملہ آور نہ ہو سکے؛ کیونکہ ان کے خیمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور نزدیک نزدیک تھے۔

۱۔ ہزبر فارسی کا لفظ ہے جس کا فارسی تلفظ ہژبر ہے جو شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگر تم نے میرا گھوڑا پے کر دیا تو کیا ہوا میں فرزند حر ہوں۔ میں شیر بیشہ ءشجاعت سے بھی زیادہ شجاع ہوں۔ محترم قاری پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس شعر میں '' انا ابن حر'' کہا جا رہا ہے جب کہ خود حر اس شعر کے پڑھنے والے ہیں۔ اس مطلب پر نہ تو ابو مخنف نے، نہ ہی کلبی نے، نہ ہی طبری نے اور نہ ہی کسی دوسرے نے کوئی بھی حاشیہ لگایا۔ ممکن ہے کہ جس وقت کہا ہو اس وقت ابن حر وہاں موجود ہو، یعنی توبہ کے وقت اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے وقت اور ممکن ہے کہ حر کے دادا یا خاندان کے بزرگ کا نام حر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نام کے بجائے معنی اور صفت کا ارادہ کیا ہو۔ شیخ مفیدؒ نے بھی اس رجز کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۳۷(

جب عمر سعد نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے پیدل سپاہیوں کو بھیجا تا کہ ہر چہار جانب سے خیموں کی طنابوں کو اکھاڑ کر ویران کر دیں تا کہ حسینی سپاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے لیکن ادھر اصحاب حسینی تین تین چار چار کر کے گروہ میں تقسیم ہو گئے اور خیموں کی طرف بڑھنے والوں پر حملہ کر کے ان کی صفوں کو پراکندہ کرنے لگے، اس کے بعد انھیں قتل کرنے لگے، تیر چلانے لگے اور ان کے گھوڑوں کو پے کرنے لگے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر عمر بن سعد نے کہا: انھیں آگ لگا کر جلا دو ! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: انھیں چھوڑ دو انھیں جلا لینے دو؛ کیونکہ اگر یہ خیموں کو جلا بھی لیتے ہیں تب بھی ادھر سے تم پر حملہ نہیں کر پائیں گے اور ویسا ہی ہوا سپاہ اموی ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے جنگ نہ کر پائی۔

Presented by Ziaraat.Com

الحملۃ الرابعہ (چوتھا حملہ (

اس نابرابر جنگ میں ایک بار پھر بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین علیہ السلام کے خیمے پر ایک نیزہ پھینکا اور پکارا میرے پاس آگ لاؤ تاکہ میں اس گھر کو گھر والوں کے ساتھ آگ لگادوں، یہ سن کر مخدرات آہ و فریاد کرنے لگیں اور خیمہ سے باہر نکلنے لگیں۔

ادھر امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: '' یابن ذي الجوشن ! أنت تدعو بالنار لتحرق بیتي علیٰ أھلي؟ حرقک اللہ بالنار '' اے ذی الجوشن کے بیٹے ! تو آگ منگوارہا ہے تاکہ میرے گھر کو میرے گھر والوں کے ساتھ جلادے ؟ خدا تجھ کو جہنم کی آگ میں جلائے۔(۱) حمید بن مسلم ازدی کا بیان ہے کہ میں نے شمر سے کہا: سبحان اللہ! اس میں صلاح و خیر نہیں ہے کہ تم اپنے لئے دونوں صفتوں کو یکجا کرلو: عذاب خدا کے بھی مستحق ہو اور بچوں اور خواتین کو بھی قتل کردو، خدا کی قسم ان کے مردوں کو قتل کرنا ہی تمہارے امیر کو خوش کردے گا۔(۲) اسی اثناء میں شبث بن ربعی تمیمی، شمر کے پاس آیا

ا۔ طبری، ج۵، ص۴۴۷، ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے '' نمیر بن وعلۃ '' نے بیان کیا ہے کہ ایوب مشرح خیوانی اس روایت کو بیان کرتا تھا۔

۲۔ حمید کہتا ہے کہ شمر نے پوچھا: تو کون ہے ؟ تو میں ڈر گیا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ کے پاس مجھے نقصان پہنچائے گا لہٰذا میں نے کہہ دیا: میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔

اور بولا: میں نے گفتگو میں تجھ جیسا بدزبان انسان نہیں دیکھا اور تیرے موقف سے قبیح ترین کسی کا موقف نہیں پایا۔ ان تمام شور و غل کے بعد کیا تو عورتوں کو ڈرانے والا بن گیا ہے۔

عین اسی موقع پر زہیر بن قین اپنے دس(۱۰) ساتھیوں کے ہمراہ شمر اور اسکے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور بڑا سخت حملہ کرکے انھیں خیموں سے دور کردیا یہاں تک کہ وہ لوگ عقب نشینی پر مجبور ہوگئے۔

پھر کیا تھا ٹڈی دل لشکر نے حسینی لشکر پر زبردست حملہ کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب حسینی برگ خزاں کی طرح یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمانے لگے۔ اس سپاہ کے ایک یا دو سپاہی بھی شہید ہوتے تو واضح ہو جاتا تھا لیکن وہ لوگ چونکہ کثیر تعداد میں تھے اس لئے پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ ان میں سے کتنے قتل ہوئے۔

نماز ظہر کی آمادگی

جب ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی(۱) نے یہ منظر دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے کہا: '' یا أبا عبد اللہ ! نفسي لک الفداء انّي أری ھؤلاء قد اقتربوا منک، ولا واللہ لا تقتل حتی أُقتل دونک انشاء اللہ، واحب أن ألقی ربي وقد صلیت ھٰذہ الصلاۃ التی دنا وقتھا '' اے ابو عبد اللہ ! میری جان آپ پر نثار ہو ! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دشمن آپ سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں، نہیں خدا کی قسم، آپ اس وقت تک قتل نہیں کئے جاسکتے جب تک انشاء اللہ میں آپ کے قدموں میں قربان نہ ہو جاؤں، بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خدا سے اس حال میں ملاقات کروں کہ یہ نماز جس کا وقت نزدیک آچکا ہے آپ کے ہمراہ ادا کرلوں۔

ا۔ آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ آپ کوفہ میں ان اموال کی جمع آوری کررہے تھے جو شیعہ حضرات جناب مسلم کو مدد کے طور پر دے رہے تھے اور

Presented by Ziaraat.Com

جناب مسلم ہی کے حکم سے اس سے اسلحے خرید رہے تھے۔(طبری، ج۵، ص ۳۶۴) اپنے قیام کے وقت جناب مسلم نے آپ کو تمیم اور ہمدان کا سربراہ قرار دیا تھا۔(طبری، ج۵، ص۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جس نے کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں کو امام حسین علیہ السلام کو پہچنوایا تھا کہ یہ عزرہ بن احمسی ہے اور عرض کیا تھا کہ آپ کے پاس اہل زمین کا بد ترین انسان آرہا ہے جو خون بہانے میں اور دھوکہ سے قتل کرنے میں بڑا جری ہے اور آپ ہی نے اسے امام حسین علیہ السلام تک آنے سے اس خوف میں روکا تھا کہ کہیں وہ امام علیہ السلام پر حملہ نہ کر دے۔(طبری، ج۵، ص ۴۱۰ (یہ سن کر امام علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اور پھر فرمایا: '' ذکرت الصلاۃ، جعلک اللہ من المصلین الذاکرین ! نعم ھذا أوّل وقتھا'' تم نے نماز کو یاد کیا، خدا تم کو صاحبان ذکر اور نماز گزاروں میں قرار دے ! ہاں یہ نماز کا اوّل وقت ہے۔

پھر فرمایا: ''سلوھم أن یکفوا عنا حتی نصلي'' ان سے سوال کرو کہ ہم سے دست بردار ہو جائیں تاکہ ہم نماز ادا کرلیں۔ یہ سن کر حصین بن تمیم نے کہا: ''انھا لا تقبل ! '' تمہاری نماز قبول نہیں ہے ! یہ سنکر حبیب بن مظاہر نے فوراً جواب دیا: ''زعمت ان الصلاۃ من آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ وسلم) لا تقبل و تقبل منک یا حمار ؟'' اے گدھے تو گمان کرتا ہے کہ آل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہو جائے گی ؟

حبیب بن مظاہر کی شہادت (ا(

اسی گیر و دار میں حصین بن تمیم تمیمی نے حسینی سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے حبیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اچھل پڑا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کرکے اسے نجات دلائی۔

ا۔ آپ کا شمار کوفہ کے ان زعمائے شیعہ میں ہوتا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۳۵۲) آپ نے مسلم بن عقیل کو امام علیہ السلام کے لئے یہ کہہ کر جواب دیا تھا: قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں بھی وہی کہتا ہوں جو انھوں نے کہا اور عابس بن شبیب شاکری کی طرف اشارہ کیا تھا(طبری، ج۵، ص ۳۵۵) کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں قرہ بن قیس حنظلی تمیمی سے آپ نے کہا تھا: وائے ہو تجھ پر اے قرہ بن قیس ! تو ظالموں کی طرف کیوں کر پلٹ رہا ہے، تو اس ذات کی مدد کر جس کے آباء واجداد کی وجہ سے اللہ نے تجھے اور ہمیں دونوں کو کرامت عطا کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۱۱) جب نو محرم کو شام میں سپاہ اموی عمر بن سعد کی سالاری میں امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئی تھی تو عباس بن علی علیہما السلام بیس (۲۰) سواروں کے ہمراہ ان لوگوں کے پاس گئے جن بیس میں جناب حبیب بھی تھے۔ حبیب نے اس وقت فرمایا تھا: خدا کی قسم کل قیامت میں وہ قوم بہت بری ہوگی جس نے یہ قدم اٹھایا ہے کہ ذریت و عترت واہل بیت پیغمبرؐ کو قتل کر دیا جو اس شہر و دیار کے بہت عبادت گزار، سحر خیزی میں کوشاں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے ہیں۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۲) جب آپ مسلم بن عوسجہ کے زخمی جسم پر آئے اور مسلم نے امام علیہ السلام کی نصرت کی وصیت کی تو آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں اسے انجام دوں گا۔(طبری، ج۵، ص ۴۳۶)امام حسین علیہ السلام نے آپ کو بائیں محاذ کا سالار بنایا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۲) حصین بن تمیم آپ کے قتل پر فخر و مباہات کر رہا تھا اور آپ کے سر کو گھوڑے کے سینے سے لٹکا دیا تھا۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے قصاص کے طور پر آپ کے قاتل بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کر دیا، یہ دونوں باجمیرا کی جنگ میں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔

حبیب دلیرانہ انداز میں میدان کارزار میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

Presented by Ziaraat.Com

أنا حبيب وأبي مظاهر

فارس هيجاء وحرب تسعر

أنتم أعدّ عدّة وأكثر

ونحن أوفى منكم وأصبر

ونحن أعلى حجة وأظهر

حقاًوأتقى منكم وأعذر

میں حبیب ہوں اور میرے باپ مظاہر ہیں۔ جب آتش جنگ برافروختہ ہوتی ہے تو ہم بڑے بہادر اور مرد میدان ہیں۔ تم اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہو لیکن وفاداری میں ہم تم سے بہت آگے ہیں اور مصیبتوں میں بہت صابر ہیں۔ ہم حجت و برہان میں سربلند، حق و حقیقت میں واضح تر اور تقویٰ کے میدان میں تم سے بہت بہتر ہیں اور ہم نے تم پر حجت تمام کردی۔ پھر فرمایا:

أقسم لو كنا لكم أعداد

أو شطركم وليتم اكتاداً

يا شر قوم حسباًوآدا

خدا کی قسم اگر ہم تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تم سے کچھ کم ہوتے تو پھر دیکھتے کہ تمہاری جماعتوں کو کتنے پیچھے کردیتے، اے حسب و نسب کے اعتبار سے بدترین لوگو !

اس کے بعد آپ نے بڑا سخت جہاد کیا۔ جنگ کے دوران بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نے آپ پر حملہ کیا اور ایک نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گرپڑے اور چاہا کہ اٹھیں لیکن فوراً حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار سے وار کردیا۔ آپ زمین پر گرپڑے، تمیمی نیچے اترا اور اس نے آپ کا سر قلم کردیا۔(۱) و(۲(

۱۔ابو مخنف نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۲۔جب بدیل نے سر کاٹ لیا تو حصین اس سے بولا: میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بدیل بولا: خدا کی قسم میرے علاوہ کسی دوسرے نے اسے قتل نہیں کیا ہے تو حصین نے کہا اچھا یہ سر مجھے دے دو تاکہ میں اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکادوں تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور جان لیں کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں. پھر تم اسے لے کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس چلے جانا۔ وہ جو تمہیں اس کے قتل پر عطایا اور بخشش سے نوازے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے لیکن بدیل نے اس سے انکار کیا تو پھر ان کی قوم نے اس مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان صلح کرائی جس کے نتیجے میں اس نے حبیب بن مظاہر کا سر حصین بن تمیم کو سونپ دیا اور حصین

جب حبیب بن مظاہر شہید ہوگئے تو حسین علیہ السلام کے دل پر بڑا دھکا لگا؛ آپ نے فرمایا: ''أحتسب نفسي وحماة أصحابي'' خود کو اور اپنی حمایت کرنے والے اصحاب کے حساب کو خدا کے حوالے کرتا ہوں اور وہیں ذخیرہ قرار دیتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

حر بن یزید ریاحی کی شہادت

پھر حر رجز پڑھتے ہوئے سامنے آئے۔

اني أنا الحر ومأوى الضيف

أضرب في أعراضهم بالسيف

عن خير من حلّ منىٰ والخيف

أضربهم ولا أرىٰ من حيف

جان لو کہ میں حر ہوں اور مہمانوں کو پناہ دینے والا ہوں، میں اس مہمان کی آبرو کی حفاظت کے لئے تلوار سے وار کروں گا، یہ وہ ہیں جو حل و منی و خیف سے بہتر ہیں، میں ان لوگوں پر حملہ کروں گا اور اسے ذرہ برابر بے عدالتی نہیں سمجھتا۔ آپ یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے:

آليت لا أقتل حتى أقتلا

ولن أصاب اليوم الا مقبلاً

أضربهم بالسيف ضرباً مقصلا

لا ناكلا عنهم ولا مهلّلا

اپنے گھوڑے کی گردن میں جناب حبیب کا سر لٹکائے پوری فوج میں چکر لگانے لگا پھر اس کے بعد یہ سر بدیل کو لوٹا دیا۔ جب یہ لوگ کوفہ لوٹے تو بدیل نے اپنے گھوڑے کے سینے سے حبیب کے سر کو لٹکا دیا اور اسی حال میں ابن زیاد کے محل میں حضوری دی۔

قاسم بن حبیب جو ابھی جوان تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ساتھ ہو گئے اور اسے کسی طرح نہیں چھوڑ رہے تھے تو بدیل مشکوک ہو گیا اور بولا: اے بچے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ میرا پیچھا پکڑے ہے؟ قاسم نے کہا: یہ سر جو تمہارے ساتھ ہے یہ میرے بابا کا سر ہے۔ کیا تم مجھ کو عطا کرو گے تاکہ میں اسے دفن کر دوں؟ بدیل: اے بچے امیر اس سے راضی نہ ہو گا کہ یہ سر دفن کیا جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قتل پر امیر مجھے اس کی اچھی پاداش دے۔ اس نوجوان بچے نے جواب دیا: لیکن خدا اس پر تمہیں بہت برا عذاب دے گا، خدا کی قسم تم نے اپنی قوم کے بہترین شخص کو قتل کر دیا اور پھر وہ بچہ رونے لگا۔ یہ واقعہ گزر گیا اور روزگار اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ جب مصعب بن زبیر نے " باجمیرا" میں جنگ شروع کی تو قاسم بن حبیب بھی اس کے لشکر میں داخل ہو گئے تو وہاں آپ نے اپنے باپ کے قاتل کو ایک خیمے میں دیکھا۔ جب سورج بالکل نصف النہار پر تھا آپ اس کے خیمے میں داخل ہوئے وہ سو رہا تھا تو آپ نے تلوار سے اس پر وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔(طبری، ج۵، ص۴۴۰(

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک نہیں قتل ہوں گا جب تک کہ دشمنوں کو قتل نہ کر لوں اور آج کوئی زخم مجھے نہیں لگے گا مگر یہ کہ سامنے سے، میں ان لوگوں پر تلوار کا بڑا زبردست وار کروں گا جس کا کام فقط کاٹنا ہو گا نہ تو میں اس سے باز آؤں گا نہ پیچھے ہٹوں گا اور نہ مہلت دوں گا۔

حر کا دلاورانہ جہاد اپنے اوج و شباب پر تھا کہ زہیر بن قین بھی میدان کارزار میں اتر آئے اور دونوں نے مل کر گھمسان کی جنگ کی۔ جب ان میں سے ایک

Presented by Ziaraat.Com

قلب لشکر پر حملہ کرتااور وہ دشمنوں کے نرغے میں گھر جاتاتو دو سرا شعلہ جنگ کو برافروختہ کر کے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیتا یہاں تک کہ اپنے ساتھی کو نجات دلادیتا۔یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہااور جنگ کا بازار گرم رہا کہ یکایک پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے حر بن یزید پر سخت حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔(آپ پر خدا کا درود و سلام ہو(!

نماز ظہر

پھر امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کے ہمراہ نماز خوف ادا کی(ا)در حالیکہ سعید بن عبداللہ حنفی پیش قدم ہو کر امام علیہ السلام کے آگے آگئے لیکن دشمنوں نے آپ کو تیر کے نشانے پر لے لیااور ہر دائیں بائیں سے تیر آنے لگے۔تیروں کا یہ مینہ مسلسل برستا رہا یہاں تک کہ آپ زمین پر گر کر شہید ہو گئے۔(رحمۃاللہ علیہ (

زہیر بن قین کی شہادت

سعید بن عبداللہ حنفی کی شہادت کے بعد زہیر میدان یں آئے۔آپ نکلتے وقت امام حسینؑ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے:

ا۔شاید یہ نماز قصر ہو نہ کہ نماز خوف، شیخ مفیدؒ نے اپنی روایت میں فقط نماز کا تذکرہ کیا۔(ارشاد، ص۲۳۸،تذکرہ، ص۵۲ ۲ (

أقدم ھدیت ھادیا مھدیاً

فالیوم تلقی جدک النبیّا

وحسناوالمرتضی علیّاً

وذاالجناحین الفتی الکمیا

واسداللہ الشھید الحیا

اے راہبر ہدایت اور ہادی برحق آگے بڑھے ئے آج آپ اپنے جد نبی، بھائی حسن،اور بابا علی مرتضی سے ملاقات کریں گے۔آج آپ کی ملاقات جعفر طیار سے ہو گی جنہیں دو پر دے ئے گئے ہیں اور شیر خدا و شہید زندہ حمزہ کا دیدار ہو گا۔

پھر آپ نے بڑا سخت جہاد کیا وقت جہاد آپ یہی کہے رہے تھے:

أنازھیر وأنابن القین

أذودھم بالسیف عن حسین(ا(

میں زہیر ہوں، میں قین کا فرزند ہوں، میں تلوار سے ان کے مقابلہ میں حسین کا دفاع کروں گا؛ناگہاں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر

Presented by Ziaraat.Com

ایک سخت حملہ میں آپ کو شہید کر ڈالا۔(رحمۃ اللہ علیہ (

نافع بن ہلال جملی کی شہادت(۲ (

آپ نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھ لیا تھا اور نام لکھے تیر کو پھینکا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے: "أنا الجملی" میں جملی ہوں " أنا علیٰ دین علی" میں علی علیہ السلام کے دین پر قائم ہوں۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زخمیوں کو چھوڑ کر آپ نے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا لیکن پھر آپ خود مجروح ہو گئے اور آپ کے دونوں

۱۔ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔(تذکرہ، ص ۲۵۳، طبع نجف (

۲۔ آپ وہی ہیں جس نے کوفہ کے راستہ میں اپنا گھوڑا طرماح بن عدی کے ہاتھوں امام علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تھا۔(ج ۵، ص ۴۰۵) جب امام اور اصحاب امام علیہ السلام پر پیاس کی شدت ہوئی تو امامؑ نے عباس بن علی علیہما السلام کو بلایا اور آپ کو ۳۰ سواروں اور ۲۰ پیدلوں کے ہمراہ روانہ کیا، ان کے آگے نافع بن ہلال موجود تھے تو عمرو بن حجاج نے آپ کو مرحبا کہتے ہوئے کہا: پانی پی لو، تمہیں پانی پینا مبارک ہو تو آپ نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا جب کہ حسین ابھی پیاسے ہیں۔(طبری ج ۵، ص ۴۱۲) اور جب علی بن قرظہ، عمر بن قرظہ کا بھائی حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تو نافع بن ہلال مرادی نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

بازو ٹوٹ گئے تو آپ کو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسیر کرتے ہوئے کھینچتا ہوا عمر بن سعد کے پاس لے کر آیا جب کہ آپ کی ڈاڑھی سے خون جاری تھا۔ عمر بن سعد نے آپ سے کہا: وائے ہو تجھ پر اے نافع! کس چیز نے تمہیں برانگیختہ کیا کہ تم اپنے ساتھ ایسا سلوک کر لو تو نافع بن ہلال جملی نے جواب دیا: میرے رب کو معلوم ہے کہ میرا ارادہ کیا ہے، خدا کی قسم میں نے تمہارے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا ہے، یہ میرے ہاتھوں مجروح اور زخمی ہونے والوں کے علاوہ کی تعداد ہے۔ میں اس کوشش پر اپنی ملامت نہیں کرتا۔ اگر میرے بازو اور میری کلائی سلامت رہتی تو تم لوگ مجھے اسیر نہیں کر پاتے۔

شمر نے عمر سعد سے کہا: اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے، اسے قتل کر دیجئے۔

عمر بن سعد نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو قتل کر دو، پس شمر نے فوراً نیام سے تلوار نکال لی۔

نافع نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے اوپر یہ بڑا سخت ہوتا کہ تو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ ہمارا خون تیری گردن پر ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری شہادت اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں قرار دی۔ یہ سن کر شمر نے آپ کو فوراً قتل کر دیا۔(آپ پر خدا کا درود و سلام ہو(

غفاری برادران

جب اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ آپ کی حفاظت کر سکیں تو ان لوگوں نے آپ کے قدموں میں جان دینے

Presented by Ziaraat.Com

کا عمل شروع کردیااور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے۔اسی شہادت کے میدان میں سبقت کے لئے عزرہ غفاری کے دوفرزند عبداللہ اور عبدالرحمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا :

"یا أبا عبداللہ! علیک السلام، حازنا العدوّ الیک، فاحببنا أن نُقتل بین یدیک وندفع عنک" اے ابوعبداللہ ! آپ پر سلام ہو، دشمن کی فوج نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیااور ہم سب اس کے نرغے میں ہیں لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں تاکہ آپ کی حفاظت کرسکیں اور آپ کا دفاع کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "مرحباً بکما ادنوا منی" تم دونوں قابل قدر ہو، میرے نزدیک آؤ تو وہ دونوں امام علیہ السلام کے قریب آئے اور اس کے بعد میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے۔ان میں سے ایک یہ کہہ رہا تھا:

قد علمت حقاً بنو غفار

وخندف بعد بنی نزار

لنضربن معشر الفجار

بکل عضب صارم بتّار

یا قوم ذودوا عن بنی الأحرار

بالمشرفي والقنا الخطّار

بنی غفار بخوبی جانتے ہیں، نیز نسل خندف اور خاندان نزار آگاہ ہوجائیں کہ ہم گروہ فجار کو شمشیر براں سے ضرور ماریں گے۔اے لوگو! فرزندان حریت وآزادی کی حمایت میں اپنے نیزوں اور شمشیروں سے دفاع کرو۔

اس کے بعد ان دونوں نے شدید جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(ان پر اللہ کی رحمت ہو(

قبیلہ جابری کے دوجوان

اس کے بعد قبیلۂ جابری کے دوجوان حارث بن سُریع اور مالک بن عبد بن سریع جو ایک دوسرے کے چچازاد اور مادری بھائی تھے امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے نزدیک تر ہوئے درحالیکہ وہ گریہ کررہے تھے۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "أی ابنی اخي ما یبکیکما؟ فواللہ اِنّي لأرجو أن تکونا قریري عین عن ساعة" اے جان برادر! کس چیز نے تم دونوں کو رلادیا؟ میں امید کرتاہوں کہ تھوڑی ہی دیر میں تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

ان دونوں نے جواب دیا: خدا ہم کو آپ پر نثار کرے! نہیں خدا کی قسم ہم لوگ اپنے آپ پر آنسو نہیں بہارہے ہیں۔ہم لوگ تو آپ پر گریہ کناں ہیں کہ آپ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں اور ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"فجزاکما اللہ یا ابنی اخي بوجدکما من ذالک ومواساتکما ایاي بأنفسکما أحسن جزاء المتقین" اے جان برادر! خدا تم دونوں کو میرے ساتھ اس مواسات کی بہترین جزادے، ایسی جزاو پاداش جو متقین اور صاحب تقویٰ افراد کو دیتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر یہ جابری جوان امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کی طرف ملتفت ہو کر عرض کیا : ''السلام علیک یابن رسول اللہ''اے فرزند رسول خدا آپ پر سلام ہو! امام علیہ السلام نے جواب دیا: ''علیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اس کے بعد ان دونوں نے جم کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو(

حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت

اس کے بعد حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر باآواز بلند کہنے لگے: '' یٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ مِّثۡلَ یَوۡمِ الۡاَحۡزَابِ مِثۡلَ دَاۡبِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ وَ مَا اللّٰہُ یُرِیۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعِبَادِ وَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ یَوۡمَ التَّنَادِ یَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ مُدۡبِرِیۡنَ مَا لَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ عَاصِمٍ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ(۱) یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللہ بعذاب وَ قَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰی'' (۲(

اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا۔(کہیں تمہارا بھی ایسا ہی حال نہ ہو) جیسا نوح، عاد ،ثمود اور ان کے بعد آنے والی قوموں کا حال ہوا، اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، اے میری قوم مجھے تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر(جہنم کی طرف) چل کھڑے ہو گے تو خدا(کے عذاب) سے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی رو براہ کرنے والا نہیں۔اے قوم حسین کو قتل نہ کرو ورنہ خدا تم پر عذاب نازل کرے گا اور یاد رکھو جس نے افتراپردازی کی وہ نامراد رہا۔

حنظلہ کے اس قرآنی سخن کے بعد امام حسین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: '' یابن اسعد! رحمک اللہ! انھم قد استوجبوا العذاب حیث ردوا علیک ما دعوتھم الیہ من الحق ونھضوا الیک لیستبیحوک واصحابک فکیف بھم الآن وقد قتلوا اخوانک

۱۔ سورہ غافر، ۳۱و۳۲

۲۔ سورہ طہ، ۶۱

الصالحین'' اے فرزند اسعد! خدا تم پر رحمت نازل کرے ان گمراہوں نے جب سے تمہاری دعوت حق کو ٹھکرا دیا اور تمہارے ساتھیوں کی خونریزی کی اسی وقت سے دردناک عذاب کے مستحق ہو گئے۔ذرا تصور کرو کہ اب ان کا حال کیا ہو گا جب کہ ان لوگوں نے تمہارے نیک اور صالح بھائیوں کو قتل کر دیا ہے!

ابن سعد نے کہا آپ نے سچ فرمایا، میں آپ پر نثار ہو جاؤں، آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا میں آخرت کی طرف نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہو جاؤں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''رح الی خیر من الدنیا وما فیھا والی ملک لا یبلی'' . کیوں نہیں، جاؤ اس چیز کی طرف جو دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اور اس مملکت کی طرف روانہ ہو جاؤ جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔

ابن اسعد نے کہا: ''السلام علیک یا اباعبداللہ، صلی اللہ علیک وعلی اھل بیتک وعرف بیننا وبینک'' سلام ہو آپ پر اے ابو عبد اللہ، آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر خدا کا درود و سلام ہو نیز وہ ہمارے اور آپ کے درمیان آشنائی قائم فرمائے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آمین آمین۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد حنظلہ شبامی میدان قتال میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(رحمۃ اللہ علیہ (

عابس بن ابی شبیب شاکری اور ان کے غلام شوذب کی شہادت (ا(

اس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری آئے، ان کے ہمراہ ان کے باپ شاکر کے غلام شوذب بھی تھے۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''یاشوذب ! مافی نفسک اَن تصنع ؟'' اے شوذب تیرے دل میں کیا ہے ؟ تو کیا کرنا چاہتا ہے ؟ اس نے کہا: میرا ارادہ تو یہی ہے کہ آپ کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسہ کی خدمت میں جنگ کروں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں۔

ا۔ یہ وہی عابس ہیں جو کوفہ میں جناب مسلم بن عقیل کے زبانی امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھنے کے بعد اٹھے تھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا تھا: اما بعد، میں آپ کو تمام لوگوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں دے رہا ہوں، نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ ان کے عابس نے کہا: تم سے یہی توقع تھی، اب اگر تم جنگ سے منصرف نہیں ہونا چاہتے ہو تو تم آگے بڑھ کر ابو عبداللہ کے سامنے جاؤ تا کہ وہ تمہیں اپنے دیگر اصحاب کی طرح دیکھیں اور تمہارا احساب ان کی طرح خدا کے حوالے کر دیں اور میں بھی تمہیں خدا اور ان کے حساب میں ڈال دوں کیوں کہ اگر اس وقت میرے پاس کوئی اور ہوتا جو تم سے زیادہ مجھ سے قریب ہوتا تو مجھے اس بات کی خوشی ہوتی کہ میں اپنے سامنے اسے میدان جنگ میں بھیجوں تا کہ وہ میرے حساب میں آئے؛ کیونکہ آج کا دن اسی کا سزاوار ہے کہ ہم اپنی پوری قدرت سے اجر و پاداش طلب کریں اس لئے کہ آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہے، بس حساب ہی حساب ہے۔

یہ سن کر شوذب آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا پھر میدان میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(ان پر خدا کی رحمت ہو (

پھر عابس بن ابی شبیب شاکری نے کہا: '' یا أبا عبداللہ! أما واللہ ما أمسی علی وجہ الأرض قریب ولا بعید أعز عليّ و أحب الیّ منک ولو قدرت علی أن أدفع عنک الضیم والقتل بشی ء أعز عليّ من نفسي و دمي لعملتہ ، السلام علیک یا أبا عبداللہ اشھد اللہ انی علی ھدیک وھدي أبیک ''

اے ابو عبداللہ ! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نزدیکی اور دوری رشتہ دار آپ سے زیادہ مجھے عزیز و محبوب نہیں ہے۔ اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ اس ظلم و دباؤ اور قتل کو کسی ایسی چیز کے ذریعے آپ سے

دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ خدا کی قسم جب آپ دعوت دیں گے اور بلائیں گے تو میں اس کو اجابت کروں گا اور لبیک کہوں گا اور آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے لڑوں گا اور آپ کے دفاع میں انھیں اپنی تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ میں خدا سے ملاقات کر لوں اور اس کے عوض میں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر وہ کہ جو اللہ کے پاس ہے۔ اس پر حبیب بن مظاہر نے کہا تھا: اللہ تم پر رحمت نازل کرے تمہارے دل میں جو تھا اسے مختصر لفظوں میں تم نے ادا کر دیا۔(. طبری، ج۵، ص ۳۵۵)جب مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوئے اور ۱۸ ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر عابس بن ابی شبیب شاکری کے ہاتھوں روانہ کیا تھا کہ آپ جلد آجائیں۔(طبری، ج۵، ص ۳۷۵(

Presented by Ziaraat.Com

دور کرسکوں جو میری جان اور میرے خون سے بھی عزیز تر ہو تو میں اسے ضرور انجام دیتا، اے ابو عبداللہ ! آپ پر سلام ہو میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے بابا کے صحیح راستے پر گامزن ہوں۔

پھر نیام سے تلوار نکال کر دشمنوں کی طرف چلے اور اس سے اپنی پیشانی پر ایک ضرب لگائی۔(۱) ربیع بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے: میں نے جب انھیں آتے دیکھا تو پہچان لیا اور میں نے لوگوں سے کہا: "أیھاالناس!" یہ شیروں کا شیر ہے، یہ فرزند ابو شبیب شاکری ہے، اس کے سامنے تم میں سے کوئی نہ نکلے۔ عابس نے ندا دینا شروع کیا: کوئی مرد ہے جو ایک مرد کے مقابلے میں آئے؟ لیکن کوئی سامنے نہیں آیا۔ عمر بن سعد نے بوکھلا کر کہا: اس پر سنگباری کردو، پس ہر طرف سے آپ پر پتھر پھینکا جانے لگا۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ خدا کی قسم میں نے خود دیکھا کہ آپ نے اموی سپاہ کی فوج میں سے دو سو سے زیادہ لوگوں کو تہہ تیغ کیا۔ لیکن اس کے بعد سارا لشکر چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑا اور آپ درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔(۲)و(۳(

یزید بن زیاد ابو شعثاء کندی کی شہادت

یزید بن زیاد مھاصر جنہیں ابو شعثاء کندی کہا جاتا ہے، عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے آئے تھے لیکن جب امام علیہ السلام کی ساری شرطیں رد کر دی گئیں تو امام حسینؑ کی طرف چلے آئے اور اس کے بعد دشمنوں سے خوب جنگ کی۔ اس دن آپ کا رجز یہ تھا:

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے بنی ہمدان کے اس شخص سے یہ روایت نقل کی ہے جو اس روز وہاں موجود تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۴(

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری، ج۵، ص۴۴۱ (

۳۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا سر چند لوگوں کے ہاتھوں ادھر ادھر ہو رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے اسے میں نے قتل کیا تو وہاں عمر بن سعد آیا اور بولا: لڑائی مت کرو اسے کسی ایک نیزہ نے قتل نہیں کیا ہے یہ سن کر سب وہاں سے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔

أنا یزید و أبي مھاصر

أشجع من لیث بغیل خادر

یارب اني للحسین ناصر

ولا بن سعد تارک وھاجر(۱(

میں یزید ہوں اور میرے باپ ابو مھاصر تھے، میں شیر بیشہ سے زیادہ شجاع ہوں، پروردگار امیں حسین علیہ السلام کا ناصر و مددگار اور ابن سعد کو ترک کردینے والا اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں۔ آپ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ مام حسین علیہ السلام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک کر دشمن کی طرف سو تیر چلائے جس میں سے فقط پانچ تیروں نے خطا کی تھی۔ جب بھی آپ تیر چلاتے تھے فرمایا کرتے تھے:" أنا ابن بھدلہ، فرسان العرجلۃ" میں خاندان

Presented by Ziaraat.Com

بھدلہ کافرزنداور عرجلہ کا یکہ تاز ہوں اورامام حسین علیہ السلام فرمارہے تھے :" اللّٰھم سدد رمیتہ واجعل ثوابہ الجنۃ" خدایا! اس کے تیر کونشانہ تک راہنمائی کراوراس کاثواب جنت قرار دے، پھر آپ نے بڑاز بردست جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(رحمۃاللہ علیہ (

چار دوسرے اصحاب کی شہادت

وہ چارافراد جوطرماح بن عدی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور وہ جابر بن حارث سلیمانی، مجمع بن عبداللہ عایذی،(۲) عمر بن خالد صیداوی اور عمر بن خالد کے غلام سعد ہیں،

ا۔یہ فضیل بن خدیج کندی کی روایت ہے۔شاید راوی نے پسر سعد کو چھوڑنے اوراس سے دوری اختیار کرنے اورامام حسین علیہ السلام کی مدد ونصرت کرنے کی بات اسی شعر سے حاصل کی ہے درحالیکہ اس سے پہلے عبدالرحمن بن جندب کی روایت عقبہ بن سمعان کے حوالے سے گزرچکی ہے کہ ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں جب حر کے پاس مالک بن نسیر بدی کندی آیا تھاتو اس سے یزید بن زیاد نے کہا تھا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو کیا لے کر آیا ہے؟اس نے کہا: میں کچھ لے کر نہیں آیا، میں نے اپنے پیشوا کی اطاعت اوراپنی بیعت سے وفاداری کی ہے تو ابوشعشاء نے اس سے کہا تھا: تو نے اپنے رب کی نافرمانی اوراپنی ہلاکت میں اپنے پیشوا کی پیروی کی ہے، تو نے ننگ وعار اور جہنم کو کسب کیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے:" وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لاینصرون" اوراس نار کی طرف دعوت دینے والا تیرا پیشوا ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۰۸) یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ کربلا پہنچنے سے پہلے آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے بلکہ حر سے ملاقات سے پہلے موجود تھے۔ تعجب ہے کہ طبری اور ابومخنف اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

۲۔یہ وہی ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا: اشراف کوفہ کے تھیلے رشوت سے بھر چکے ہیں،ان کی محبت کو اپنی طرف مائل کرلیا گیا ہے اورانکی خیر خواہی کو اپنے لئے خالص کرلیا گیا ہے۔یہ ایک گروہ کا حال ہے اوراب رہے دوسرے گروہ کے لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کی سمت کھنچی ہوں گی۔

ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنی تلواروں سے شدید حملہ کیااور جب وہ دشمن کی فوج میں اندر تک وارد ہوگئے تو سپاہ اموی نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیااوران کو اپنے محاصرہ میں لے کر اصحاب حسینی سے ان کارابطہ منقطع کردیا۔ایسی صورت میں عباس بن علی(علیھماالسلام) نے دشمنوں پر حملہ کیااورانھیں دشمنوں کی چنگل سے نکال لیا۔ان چار جوان مردوں نے اپنی تلوار سے پھر زبردست حملہ کیااور خوب خوب جہاد کیا یہاں تک کہ چاروں ایک ہی جگہ پر شہید ہوگئے۔(ا(

سوید خثعمی وبشر حضرمی

یہ دونوں اصحاب حسینی کی دوآخری نشانیاں ہیں جنہیں سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی(۲) اور بشر بن عمرو حضرمی کہا جاتا ہے پہلے بشر سامنے آئے اور میدان قتال میں جاکر داد شجاعت لی اور شہید ہوگئے(رحمۃاللہ علیہ) پھر سوید میدان کارزار میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ کمزور ہوکر زمین پر گر

Presented by Ziaraat.Com

پڑے۔(۳)آپ اسی طرح شہیدوں کے درمیان کمزور وناتواں پڑے رہے اور آپ کو مردہ سمجھ کر آپ کی تلوار اتار لی گئی لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دئے گئے تو دشمنوں کی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ وہ کہہ رہے ہیں: " قتل الحسین " حسین مار ڈالے گئے تو آپ کو غشی سے افاقہ ہوا آپ کے پاس چھری تھی۔ آپ کچھ دیر تک اسی چھری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ زید بن رقاد جنبی(۴) اور عروہ بن بطار تغلبی نے آپ کو شہید کر دیا، آپ سپاہ حسینی کے آخری شہید ہیں۔(۵) و(۶ (

۱۔ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۴۵ (

۲۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن بن زہیر خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۴۶ (

۳۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(. طبری، ج۵، ص۴۴۴ (

۴۔یہ شخص حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا قاتل ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۶۸) اسی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر تیر چلایا تھا اور کہا کرتا تھا میں نے ان میں کے ایک جوان پر تیر چلایا ہے اور اس نے تیر سے بچنے کے لئے اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھا تو میں نے اس پر ایسا تیر چلایا کہ اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی سے چپک گئی اور اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کر سکا؛ پھر

....

اس نے اس نوجوان پر ایک تیر چلا کر اسے شہید کر دیا۔ وہ کہتا ہے: میں جب اس کے پاس آیا تو وہ مر چکا تھا لہٰذا میں اس تیر کو مسلسل حرکت دیتا رہا تاکہ اسے اس کی پیشانی سے کھینچ لوں لیکن تیر کی نوک کچھ اس طرح اس کی پیشانی میں پیوست ہو چکی تھی کہ میں اسے نہیں کھینچ پایا۔ روزگار اسی طرح گزر تے رہے اور مختار کی حکومت کا زمانہ آگیا تو مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس شخص کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ بن کامل اس کے دروازے پر آئے اور اسے گھیر لیا اور لوگوں کی وہاں بھیڑ لگ گئی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر باہر نکلا تو ابن کامل نے کہا: اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ گر گیا پھر ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے اس آگ میں جلا دیا در حالیکہ وہ زندہ تھا اور اس کی روح نہیں نکلی تھی۔(طبری، ج۶، ص ۶۴) یہ شخص قبیلہ جنب سے متعلق تھا(ج۶، ص ۶۴) طبری کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جہنی حنفی ذکر کیا ہے۔

۵۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۵۳(

۶۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: میں نے جب دیکھا کہ اصحاب حسین علیہ السلام شہید ہو چکے ہیں اور اب خاندان رسالت کی نوبت ہے اور آپ کے ہمراہ اصحاب میں سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو لے کر آیا اور چونکہ دشمن ہمارے گھوڑوں کو پے کر رہے تھے لہٰذا ہم نے اپنے ساتھیوں کے خیموں کے درمیان اسے داخل کر دیا اور پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ میں نے اس دن دشمن کے دو آدمیوں کو قتل کیا اور تیسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس دن حسین علیہ السلام مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے: تمہارے ہاتھ سالم رہیں، اللہ تمہارے ہاتھ کو محفوظ رکھے، اللہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کے لئے جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول خدا آپ کو معلوم ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

میرے اور آپ کے درمیان کیا قرار پایا تھا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طرف سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک آپ کے یار و ناصر موجود ہوں گے اور جب کوئی نہ ہوگا تو مجھے اختیار ہوگا کہ میں پلٹ جاؤں. تو آپ نے کہا تھا؛ ہاں تمہیں اختیار ہوگا۔ یہ سن کر حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو لیکن تم یہاں سے کیسے نکل سکو گے اگر تم اس پر قادر ہو تو تم آزاد ہو۔

جب آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے گھوڑے کو خیمے سے نکالا اور اس پر سوار ہو کر اسے ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے سموں پر اچھل پڑا۔ اس کے بعد اسے فوج کے دریا میں ڈال دیا۔ گھوڑے سے ٹکرانے والے اِدھر اُدھر گرتے رہے اور میں راستہ بناتا نکلتا گیا لیکن پندرہ (۱۵) آدمیوں کے ایک گروہ نے میرا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے ایک دیہات شفیہ تک پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ وہاں تک میرے ساتھ آئے تو میں پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے کثیر بن عبد اللہ شعبی، ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبد اللہ صائدی نے مجھ کو پہچان لیا اور بولے: یہ ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہے، یہ ہمارا چچازاد ہے، ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس پر ان میں سے بنی تمیم کے تین لوگوں نے کہا: ہاں ہاں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کی درخواست کو قبول کریں گے اور جو وہ چاہتا ہے اسے انجام دے کر اس سے دست بردار ہو جائیں گے۔ جب ان تین تمیمیوں نے ہمارے ساتھیوں کی پیروی کی تو دوسروں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اس طرح خدا نے مجھے نجات دی۔ (طبری، ج۵، ص۴۴۵ (

بنی ہاشم کے شہداء

علی بن الحسین اکبر کی شہادت

قاسم بن حسن کی شہادت

عباس بن علی اور ان کے بھائی

لشکر حسینی کے سردار

آپ کے امتیازات و خصوصیات

حسن و رشادت

معنوی شوکت

علمدار کربلا

سقائی

سالار عشق و ایمان

اسلام کا غیر تمند سپاہی

Presented by Ziaraat.Com

معراج وفا

حسین علیہ السلام کا شیر خوار

عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

آل عقیل کی شہادت

حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

علی بن الحسین اکبر کی شہادت

کربلا میں روز عاشورا اولاد ابو طالب کے سب سے پہلے شہید علی اکبر فرزند حسین بن علی (علیہم السلام) ہیں۔(۱) آپ کی مادر گرامی ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی جناب لیلیٰ تھیں۔(۲(

۱۔ابو مخنف نے اپنی روایت میں جو انھوں نے سلیمان ابن ابی راشد سے بیان کی ہے اور سلیمان نے حمید بن زیاد سے نقل کی ہے اس میں امام سجاد علیہ السلام کو علی بن حسین اصغر کے وصف سے یاد کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۵۴) اور جو بچہ امام علیہ السلام کی گود میں شہید ہوا تھا اس کا نام اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن حسین ذکر کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۸) طبری نے اپنی کتاب ''ذیل المذیل'' میں کہا ہے کہ علی اکبر فرزند حسین اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں ساحل فرات پر شہید ہوئے اور ان کا کوئی بچہ نہیں تھا اور علی بن حسین اصغر اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔اس وقت وہ ۲۳ سال کے تھے اور بیماری کے عالم میں بستر پر پڑے تھے۔امام سجاد علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب میں ابن زیاد کے دربار میں وارد ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے ؟ تو میں نے کہا: علی بن الحسین میرا نام سن کر اس نے کہا: کیا اللہ نے علی کو قتل نہیں کیا؟ تو میں نے کہا کہ میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے،ان کا نام بھی علی تھا،انھیں لوگوں نے قتل کر دیا۔ابن زیاد بولا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے۔میں نے کہا:'' اللہ یتوفی الأنفس حین موتھا'' (ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف) اس مطلب کو ابو الفرج نے بھی بیان کیا ہے۔(مقاتل الطالبیین، ص ۸۰، طبع نجف) اسی طرح یعقوبی نے بھی علی اکبر ذکر کیا ہے اور امام سجاد علیہ السلام کو علی بن الحسین اصغر ذکر کیا ہے۔(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۳، طبع نجف) مسعودی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔(مروج الذھب، ج۳، ص ۷۱) نیز سبط بن جوزی کا بھی یہی بیان ہے۔(تذکرہ، ص ۲۲۵) شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں فقط علی بن الحسین ذکر کیا ہے اور اکبر کا اضافہ نہیں کیا ہے۔

۲۔۶ھ میں عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف میں قبیلہ ء ثقیف سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور قریش کے تمام اہل و عیال اور ان کے اطاعت گزاروں کا حلیف ہو گیا۔ صلح حدیبیہ کے سال جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے آئے اور آپ ؐ نے ان کی طرف بدیل بن ورقاء خزاعی کو پیغام لے کر روانہ کیا جسے پیغام رساں کہا جاتا تھا اُدھر دوسری طرف عروہ کھڑا ہوا اور اس نے قریش کے سر بر آوردہ لوگوں سے کہا: یہ مرد تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھا رہا ہے،اسے تم لوگ قبول کر لو اور مجھے اجازت دو تا کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ان لوگوں نے کہا جاؤ تو عروہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنا شروع کیا۔ نبی اکرمؐ نے اس سے بھی اس قسم کی باتیں کہیں جو بدیل سے فرمائی تھی کہ ہم

Presented by Ziaraat.Com

یہاں کسی سے جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم تو یہاں فقط عمرہ انجام دینے کے لئے ہیں۔ جنگ قریش کو رسوا کردے گی اور انھیں نقصان پہنچائے گی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس دین میں آجائیں جس میں سب آگئے ہیں تو وہ ایسا کریں ورنہ آرام کریں اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس پر میں ان سے نبرد آزمائی کروں گا یہاں تک کہ یا تو میں بالکل تنہا رہ

....

جاؤں یا اللہ اپنے امر کو نافذ کردے۔ اس وقت عروہ نے کہا اے محمد! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی قوم کو محکم کرلیا ہے؟ کیا آپ نے اس سے پہلے کسی عرب سے سنا ہے کہ وہ اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور دوسروں کا ہو جائے؟ خدا کی قسم میں ان مختلف چہرے اور مختلف طبیعت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ فرار کرجائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑدیں گے۔ عروہ یہ کہہ رہا تھا اور بڑے غور سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھے جارہا تھا، پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ گیا اور بولا: اے قوم! خدا کی قسم میں سارے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں ،خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنا محمد کے اصحاب محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ لعاب دہن باہر ڈالتے ہیں تو ان میں کا ایک اسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں اسے فوراً انجام دیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بقیہ پانی کے لئے سب لڑنے لگتے ہیں اور جب وہ کچھ بولتے ہیں تو یہ لوگ بالکل خاموش ہو کر تعظیم میں نظریں گڑا کر ان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ انھوں نے تمہاری طرف رشد وہدایت کی راہ پیش کی ہے تمہیں چاہیے اسے قبول کرلو! (طبری، ج۶، ص۶۲۷)

۸ھ میں یہ جنگ حنین میں ایک گوشے میں منجنیقیں بنانے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود جنگ حنین میں موجود نہیں تھے۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی آمنہ کی اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ حنین کے دن ابوسفیان، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ طائف آیا اور دونوں نے مل کر قبیلہ ثقیف کو آواز دی کہ ہمیں امن دو تاکہ ہم تم سے کچھ گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو امن وامان دے دیا تو ان لوگوں نے قریش کی عورتوں کو اسیری کے خوف میں چھوڑ دیا تو ان لوگوں نے انکار کیا(طبری، ج۳، ص۸۴) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کے پاس سے واپس لوٹنے لگے تو عروہ بن مسعود آپ کے پیچھے ہولئے اور مدینے پہنچنے سے پہلے ہی عروہ نے آپ کو درک کرلیا اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام لے آئے۔ نبی اکرمؐ نے آپ سے کہا کہ اسی اسلام کے ہمراہ اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ عروہ بن مسعود اپنی قوم میں بہت محبوب تھے اور آپ کی باتوں کو لوگ بے چوں وچرا قبول کرلیتے تھے لہٰذا عروہ بن مسعود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے نکل پڑے۔ وہ اس امید میں تھے کہ ان کے مقام ومنزلت کے پیش نظر لوگ ان کی مخالفت نہیں کریں گے لیکن ان کی قوم نے چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کردی اور آپ کو شہید کردیا گیا۔ وقت شہادت کسی نے ان سے پوچھا: اپنے خون کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ تو عروہ نے جواب دیا: یہ کرامت اور بزرگی ہے جس سے خدا نے مجھے سرفراز کیا اور ایک جام شہادت ہے جسے خدا نے مجھے نوش کرایا ہے۔ میرا اجر وہی ہوگا جو ان لوگوں کا اجر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شہید ہوئے لہٰذا تم لوگ مجھے انھیں کے ہمراہ دفن کرنا لہذا۔ آپ کو انھیں لوگوں کے ہمراہ دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: ان کی مثال اپنی قوم میں اس طرح ہے جیسے صاحب یٰسین اپنی قوم میں۔" ان مثلہ فی قومہ کمثل صاحب یٰسین فی قومہ"(طبری، ج۳، ص۹۷) سیرۃ بن ہشام، ج۲، ص۳۲۵) نبی خداؐ نے آپ کا اور آپ کے بھائی اسود بن مسعود کا قرض ادا کیا۔(طبری، ج۳، ص۱۰۰(

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے دشمنوں پر سخت حملہ کرنا شروع کیا درحالیکہ آپ یہ کہے جارہے تھے:

أنا عليّ بن حسين بن علي

نحن ورب البيت أولى بالنبي

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدّعی (۱(

میں علی، حسین بن علی کا فرزند ہوں، رب کعبہ کی قسم ہم نبی سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں، خدا کی قسم بے حسب ونسب باپ کا لڑکا ہم پر حکمرانی نہیں کرسکتا۔

آپ نے بارہا دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کیا اوران رزمیہ اشعار کو دھراتے رہے۔جب مرہ بن منقذ عبدی (۲) نے آپ کو دیکھا تو بولا: تمام عرب کا گناہ میرے سر پر ہو! اگر یہ میرے پاس سے گزرا تو میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا یہ کررہا ہے؛اس کے باپ کو اس کے غم میں بیٹھا دوں گا! اس اثناءمیں آپ اپنی تلوار سے سخت حملہ کرتے ہوئے ادھر سے گزرے، پس مرہ بن منقذ نے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ آپ زمین پر گر گئے دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔(۳)و(۴(

۱۔ابو لفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سخت حملے کے بعد علی اکبر اپنے بابا کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا پیاس مارے ڈال رہی ہے تو حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: ”اصبر حبیبی حتی یسقیک رسول اللہ بکاسہ“ اے میرے لال صبر کرو یہاں تک کہ رسول خدا تمہیں جام کوثر سے سیراب کریں اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر پے درپے کئی حملے کئے۔(مقاتل الطالبیین، ص ۷۷(

۲۔اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منقذ بن نعمان کے ہمراہ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔(طبری، ج ۴، ص ۵۲۲)۶۶ ھ میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اوراسے گھیر لیا تو یہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیز گھوڑے پر سوار تھا۔ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تواس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گرپڑا۔پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگیا درحالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔(طبری، ج ۶، ص ۶۴(

۳۔ابو مخنف نے بیان کیاہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن بن زہیر خثعمی نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری، ج ۵، ص ۴۴۶) اور ابوالفرج نے بھی ابو مخنف سے زہیر بن عبداللہ خثعمی کے حوالے سے روایت کی ہے(مقاتل الطالبیین، ص ۷۶) اورانھوں

امام حسین علیہ السلام خون میں ڈوبے فرزند کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے:” قتل اللہ قوماً قتلوک یا بنی“ اے میرے لال! خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے،” ما أجرأهم علی الرّحمٰن و علی انتهاک حرمة الرسول“ یہ لوگ مہربان خدا پر اور رسولؐ کی ہتک حرمت پر کتنے بے باک ہیں،”علی الدنیا بعدک العفا“. میرے لال تمہارے بعد اس دنیا کی زندگی پر خاک ہو. ناگاہ اس اثناء میں ایک بی بی شتاباں خیمے سے باہر نکلی وہ آوز دے رہی تھی:” یا أخیّاہ! ویا ابن أخیاہ“ اے میرے بھائی اے جان برادر! وہ آئیں اور خود کو علی اکبر پر گرادیا تو حسین علیہ السلام ان کے پاس آئے اوران کا ہاتھ پکڑ کر انھیں خیمے میں لوٹادیا اور خود ہاشمی جوانوں کی طرف رخ کرکے کہا:” احملوا أخاکم الی الفسطاط“ اپنے بھائی کو اٹھا کر خیمے میں لے جاؤ”فحملوہ من مصرعہ حتی وضعوہ بین یدی الفسطاط الذی کانوا یقاتلون أمامہ“ (۱(

Presented by Ziaraat.Com

ان جوانوں نے لاشہ علی اکبر کو مقتل سے اٹھا کر اس خیمے کے پاس رکھ دیا جس کے آگے وہ لوگ مشغول جہاد تھے۔

نے ایک دوسری سند کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب علی بن الحسین میدان جنگ میں دشمن کی طرف آنے لگے تو حسین کی نگاہیں ان کے ساتھ ساتھ تھیں اور وہ گریہ کناں تھے پھر فرمایا: "اللھم کن أنت الشھید علیھم فقد برز الیھم غلام أشبہ الخلق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" خدایا! تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف اب وہ جوان جا رہا ہے جو سیرت وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۴۔ابوالفرج ہی نے روایت کی ہے کہ: زمین پر آتے وقت علی اکبر نے آواز دی: "یا أبتاہ! علیک السلام" بابا آپ پر میرا سلام ہو،" ھذا جدی رسول اللہ یقرئک السلام ویقول: عجّل القدوم الینا ثم شھق شھقۃ وفارق الدنیا" یہ ہمارے جد رسول خدا ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی آؤ۔ پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ا۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۴۶) اور ابوالفرج نے بھی اسی سند کو ذکر کیا ہے۔(مقاتل الطالبیین، ص۷۶و۷۷(

قاسم بن حسن کی شہادت

حمید بن مسلم کا بیان ہے: ہماری جانب ایک نوجوان نکل کر آیا، اس کا چہرہ گویا چاند کا ٹکڑا تھا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جسم پر ایک کرتہ اور پائجامہ تھا، پیروں میں نعلین تھی جس میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بائیں طرف والی نعلین تھی۔

عمرو بن سعد بن نفیل ازدی(۱) نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم میں اس بچہ پر ضرور حملہ کروں گا تو میں نے کہا: "سبحان اللہ" تو اپنے اس کام سے کیا چاہتا ہے۔ لشکر کا یہ انبوہ جو اس کو اپنے گھیرے میں لئے ہے تیری خواہش پوری کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس نے اپنی بات پھر دھرائی: خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، یہ کہہ کر اس نے اس جوان پر زبردست حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ تلوار سے اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ منہ کے بھل زمین پر گر پڑا اور آواز دی: "یا عماہ! "اے چچا مدد کو آیئے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام شکاری پرندے کی طرح وہاں نمودار ہوئے اور غضب ناک و خشمگین شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور عمرو پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس نے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کہنیوں سے اس کے ہاتھ کٹ گئے یہ حال دیکھ کر لشکر ادھر ادھر ہونے لگا اور وہ شقی(عمرو بن سعد) پامال ہو کر مر گیا۔ جب غبار چھٹا تو امام حسین علیہ السلام قاسم کے بالین پر موجود تھے اور وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

اور حسین علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے: بعداً لقوم قتلوک ومن خصمھم یوم القیامۃ فیک جدک، عزّ واللہ علیٰ عمک أن تدعوہ فلا یجیبک أو یجیبک ثم لاینفعک صوت واللہ کثر واترہ وقل ناصرہ" برا ہو اُس قوم کا جس نے تجھے قتل کر دیا اور قیامت کے دن تمہارے دادا اس کے خلاف دعویدار ہوں گے۔ تمہارے چچا پر یہ بہت سخت ہے کہ تم انھیں بلاؤ اور وہ تمہاری مدد کو نہ آسکیں اور آئے بھی تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ خدا کی قسم تمہاری مدد کی آواز آج ایسی ہے کہ جس کی غربت وتنہائی زیادہ اور اس پر مدد کرنے والے کم ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۶۸، اس شخص کا نام سعد بن عمرو بن نفیل ازدی لکھا ہے اور دونوں خبر ابو مخنف ہی سے مروی ہے۔

پھر حسینؑ نے اس نوجوان کو اٹھایا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نوجوان کے دونوں پیر زمین پر خط دے رہے ہیں جبکہ حسین نے اس کا سینہ اپنے سینے سے لگا رکھا تھا پھر اس نوجوان کو لے کر آئے اور اپنے بیٹے علی بن الحسین کی لاش کے پاس رکھ دیا اور ان کے ارد گرد آپ کے اہل بیت کے دوسرے شہید تھے، میں نے پوچھا یہ جوان کون تھا؟ تو مجھے جواب ملا: یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب (علیہم السلام) تھے۔(۱)

عباس بن علی اور ان کے بھائی

پھر عباس بن علی (علیہما السلام) نے اپنے بھائیوں: عبداللہ، جعفر اور عثمان سے کہا: یا بنی اُمّی! تقدموا حتی أرثیکم فانہ لا ولد لکم! اے مرے ماں جایو! آگے بڑھو تاکہ میں تم پر مرثیہ پڑھ سکوں کیونکہ تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے جو تم پر نوحہ کرے۔

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور میدان جنگ میں آئے اور بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہوگئے۔ (خدا ان سب پر رحمت نازل کرے) (۲)

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۷ و ارشاد، ص ۲۳۹)

۲۔ ابو مخنف نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا مقتل اور ان کی شہادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے لہذا ہم اسے مختلف مقاتل کی زبانی ذکر کرتے ہیں۔ ارشاد میں شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: جب حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا ارادہ کیا، آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے بھائی عباس بھی تھے۔ ابن سعد لعنۃ اللہ علیہ کا لشکر آپ کے لئے مانع ہوا اور اس لشکر میں " بنی دارم " کا ایک شخص بھی تھا جس نے اپنی فوج سے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور انھیں پانی تک نہ پہنچنے دو، اس پر حسین علیہ السلام نے بد دعا کی " اللّٰھم أظمئہ " خدایا! اسے پیاسا رکھ! یہ سن کر " دارمی " کو غصہ آگیا اور اس نے تیر چلا دیا جو آپ کی ٹھڈی میں لگا۔ حسین علیہ السلام نے اس تیر کو نکالا اور ٹھڈی کے نیچے اپنا ہاتھ لگایا تو خون سے آپ کی دونوں ہتھیلیاں بھر گئیں۔ آپ نے اس خون کو زمین پر ڈال دیا اور فرمایا: " اللّٰھم انی أشکوا الیک ما یفعل بابن بنت نبیک " خدایا! میں تجھ سے شکوہ کرتا ہوں کہ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے پھر آپ اپنی جگہ لوٹ آئے؛ لیکن پیاس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ادھر دشمنوں نے عباس کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ آپ کا رابطہ امام حسین علیہ السلام سے منقطع ہو گیا۔ آپ تنہا دشمنوں سے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے، آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ زید بن ورقاء حنفی (۱) اور

....

حکیم بن طفیل سنبسی نے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے اور حرکت کی طاقت نہ تھی۔ (ارشاد، ص ۲۴۰، طبع نجف اشرف) یہاں سے ہم مقتل الحسین مقرم، مقتل الحسین امین، ابصار العین سماوی، فاجعۃ الطف علامہ قزوینی، عمدۃ الطالب اور خصال صدوق، ج ۱، ص ۶۸،

Presented by Ziaraat.Com

اور تاریخ طبری کی مدد سے حضرت ابوالفضل العباس کی شخصیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں؛ شاید بارگاہ ایزدی میں یہ کوشش آخرت کی رسوائی سے نجات دلائے اور سقائے سکینہ کی خدمت اقدس میں یہ سعی ناچیز تحفہ قرار پائے۔

لشکر حسینی کے سردار

علمدار حسینی عباس (علیہ السلام) آخر میں امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت اور آپ کے حقوق و بلند مقاصد کے دفاع میں تنہا رہ گئے تھے؛ کیوں کہ تمام یاور و انصار اور بھائی بھتیجے اور فرزند شہید ہو چکے تھے۔ آپ ناقابل توصیف شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے آقا حسین علیہ السلام کی حفاظت میں پہاڑ کی طرح مستحکم تھے۔ حوادث کی تند و تیز ہوائیں آپ کے وجود پر اثر انداز نہیں ہو رہی تھیں۔ آپ قابل افتخار شخصیت کے مالک تھے کیونکہ علم و عقل ،ایمان و عمل اور جہاد و شہادت میں یکتائے تازروزگار تھے۔ ان خصوصیات کو ہم آپ کے رجز، آپ کے اعمال اور آپ کے بیانات میں واضح طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

آپ کے امتیازات و خصوصیات

حقیقت میں آپ فضیلتوں کے سرچشمہ اور انسانی قدروں کے سربراہ تھے۔ آپ کے امتیاز و خصوصیات قابل قدر و تحسین اور انسان ساز ہیں، وہ اوصاف و خصوصیات جو فردی و اجتماعی زندگی کو نیک بختی اور نجات کے معراجی مراحل تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں پر آپ کے بعض اوصاف کا تذکرہ منظور نظر ہے۔

۱۔ حسن و رشادت

آپ بلند قامت، خوش سیما اور خوب رو تھے۔ خاندان کے درمیان ایک خاص عظمت و شکوہ کے حامل تھے لہٰذا قمر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کے چاند کہلاتے تھے۔ جب آپ حق و عدالت سے دفاع کے لئے مرکب پر سوار ہوتے تھے تو آپ کی صولت و ہیبت سے شیر دل افراد خوف زدہ ہو جاتے تھے اور رزم آور و دلیر افراد ترس و خوف میں مبتلا ہو کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔

)۱(طبری نے زید بن رقاد جنبی لکھا ہے۔ (ج۵، ص۴۶۸) اور جلد ۶، صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے کہ یہ جَنب کا ایک شخص تھا۔ یہ شخص عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور سوید بن عمرو خثعمی صحابی امام حسین علیہ السلام کا بھی قاتل ہے۔ اس کے احوال سوید کی شہادت کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مختار نے اسے زندہ جلا دیا تھا۔ اسے حنفی کہنا واضح تحریف ہے۔

....

حق و عدالت کی راہ میں جاں نثاری، دلاوری اور شجاعت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ یہ صفت آپ نے اپنے شہسوار باپ امیر المومنین علی علیہ السلام سے حاصل کی تھی۔ اگرچہ آپ کی مادر گرامی بھی علم و معنویت کی پیکر اور عرب کی ایک شجاع خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے بڑے ہی اہتمام سے آپ کی مادر گرامی کا انتخاب کیا تھا اور جب اس اہتمام کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: ''تلدلی فارساً شجاعاً'' میں چاہتا ہوں کہ وہ خاتون میرے لئے ایک شجاع بچہ دنیا میں لے کر آئے۔ یہ سبب تھا کہ افق علوی سے بنی ہاشم کا چاند خورشید فاطمی کی حفاظت کے لئے آسمان ام البنین پر طلوع ہوا۔

۲۔ معنوی شوکت

Presented by Ziaraat.Com

دنیا میں ایک سے ایک بہادر، پہلوان، شجاع اور خوبصورت گزرے ہیں۔ اگر ہم ابوالفضل عباس کو فقط اس نگاہ سے دیکھیں کہ آپ رشید قامت، ہلالی ابرو ، ستواں ناک اور گلابی ہونٹوں والے تھے تو تاریخ کے پاس ایسے سینکڑوں نمونے ہیں جو خوبصورت بھی تھے اور بہادر بھی لیکن ابوالفضل العباس علیہ السلام کی خصوصیت فقط یہ نہ تھی کہ آپ فقط خوبصورت اور بہادر تھے بلکہ آپ کی اہم خصوصیت جو آپ کو گوہر نایاب بناتی ہے وہ آپ کا باطنی جوہر اور باطنی حسن ہے یعنی آپ کا ایمان، اخلاص، مردانگی، انسان دوستی، سچائی، امانت داری، آزادی، عدالت خواہی، تقویٰ، حلم، جانثاری اور وہ پیروی محض ہے جو اپنے امام علیہ السلام کے سامنے پیش کی ہے۔ تاریخ میں ایک بہادر، دلیر اور شجاع کا اتنے سخت اور دل ہلا دینے والے حوادث میں اس قدر تابع اور مطیع ہونا کہیں نہیں ملتا اور نہ ملے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی بلند و بالا شخصیت کی اس طرح منظر کشی کی ہے: "کان عمنا العباس نافذ البصیرة، صلب الایمان، جاھد مع اخیہ الحسین علیہ السلام و ابلی بلاء حسناً و مضی شہیداً" (عمدۃ الطالب، ۳۵۶) ہمارے چچا عباس عمیق بصیرت والے اور محکم صاحب ایمان تھے جس میں کوئی تزلزل نہ تھا، آپ نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کیا اور بلاؤں کی آماجگاہ میں بہترین امتیاز حاصل کیا اور شہید ہوگئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: " رحم اللہ العباس فلقد آثر و ابلیٰ و فدا اخاہ بنفسہ حتی قطعت یداہ فابدلہ اللہ عز و جل بھما جناحین یطیر بھما مع الملائکۃ فی الجنۃ کما جعل لجعفر بن ابیطالب وان للعباس عند اللہ تبارک و تعالیٰ منزلۃ یغبطہ بھا جمیع الشہداء یوم القیامۃ" (خصال شیخ صدوقؒ ج ۱؛ ص ۶۸)

خدا (ہمارے چچا) عباس پر رحمت نازل کرے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے ناقابل وصف ایثار کا ثبوت دیا

....

اور بزرگ ترین آزمائش میں کامیاب ہوکر سربلند و سرفراز ہوگئے اور آخر کار اپنی جان کو اپنے بھائی پر نثار کردیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو اللہ عز و جل نے اس کے بدلے آپ کو دو پر عطا کئے جس کی مدد سے آپ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں جس طرح خدا نے جعفر بن ابوطالب کو پر عطا کئے تھے۔

اللہ تباک و تعالیٰ کے نزدیک جناب عباس کی وہ قدر و منزلت ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء آپ پر رشک کریں گے۔

۳۔ علمدار کربلا

آپ کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ روز عاشورا آپ حسینی لشکر کے علمدار تھے اور یہ اتنا بلند و بالا مرتبہ ہے کہ آسانی سے کسی کو نہیں ملتا۔

جنگ کے بدترین ماحول میں آپ اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے لیکن سرکار سید الشہداء کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ فقط فراق و جدائی کے تصور نے امامؑ کی آنکھوں کے جام کو لبریز کردیا اور سیل اشک جاری ہوگئے؛ یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا: " اخی أنت العلامۃ من عسکری" "میرے بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو تو حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا: " فداک روح أخیک لقد ضاق صدری من حیاۃ الدنیا و أرید آخذ الثار من ھولاء المنافقین" آپ کے بھائی کی جان آپ پر نثار ہو، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی سے میرا سینہ تنگ ہوچکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں۔

۴۔ سقائی

Presented by Ziaraat.Com

آپ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ سقا کے لقب سے نوازے گئے اور حسینی لشکر کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی سبیل کی خاطر نہر فرات کی طرف دشمنوں کے نرغے میں چل پڑے۔۔بچوں کی تشنگی نے آپ کے دل کو برمادیا۔امام حسین علیہ السلام سے میدان جنگ کی اجازت چاہی توآپ نے فرمایا: "فاطلب لھولاءالاطفال قلیلاً من الماء" بھائی اگر میدان میں جانا چاہتے ہو توان بچوں کے لئے دشمنوں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو۔

۵۔سالار عشق وایمان

عباس غازی کی یہی وہ صفت ہے جو آپ کو دوسرے ساونت اور دلیروں سے جدا کر کے بہادری اور شجاعت کا حقیقی پیکر بناتی ہے۔آپ کی جگہ پر کوئی بھی بہادر ہوتا تو وہ میدان جنگ میں آتے ہی تلوار سونت کر جنگ میں مشغول ہو جاتا لیکن یہ عباس پرورد� ۂ آغوش تربیت علی مرتضیٰ ہیں جسمی توانائی کے علاوہ ان کا قلب تقویٰ،اخلاق،علم وحلم سے معمور ہے،اسی لئے

....

جب میدان میں آئے تو پہلے سردار لشکر عمر بن سعد کو ہدایت کی،راہ دکھائی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا:" یاعمر بن سعد! ھٰذاالحسین ابن بنت رسول اللہ قد قتلتم أصحابہ وأخوتہ وبنی عمہ وبقی فریداًمع أولادہ وعیالہ وھم عطاشا،قد أحرق الظماء قلوبھم فاسقوھم شربۃ من الماءلأن أولادہ وأطفالہ قد وصلواالی الھلاک".اے عمر بن سعد! یہ حسین نواسہ رسول ہیں جن کے اصحاب،بھائیوں اور چچازادگان کو تم لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور وہ اپنی اولاد اور عیال کے ہمراہ تنہارہ گئے ہیں اور بہت پیاسے ہیں۔ پیاس سے ان کا کلیجہ بھنا جارہا ہے لہٰذاانھیں تھوڑا سا پانی پلادو؛کیوں کہ ان کی اولاد اور بچے پیاس سے جاں بہ لب ہیں۔آپ کے ان جملوں کا اثر یہ ہوا کہ بعض بالکل خاموش ہو گئے،بعض بے حد متاثر ہو کر رونے لگے لیکن شمر وشبث جیسے شقاوت پیکروں نے تعصب کی آگ میں جل کر کہا:" یابن أبی تراب! قل لأخیک: لوکان کل وجہ الارض ماءًوھو تحت أیدینا ماسقینا کم منہ قطرۃ حتی تدخلوافی بیعۃ یزید" اے ابوتراب کے فرزند! اپنے بھائی سے کہہ دو کہ اگر ساری زمین پانی پانی ہو جائے اور وہ ہمارے دست قدرت میں ہو تب بھی ہم تم کو ایک قطرہ پانی نہیں پلائیں گے یہاں تک کہ تم لوگ یزید کی بیعت کرلو۔

۶۔اسلام کا غیرت مند سپاہی

حضرت عباس علیہ السلام اموی سپاہ کی غیر عاقلانہ اور جاہلانہ گفتگو پر افسوس کر کے اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور سارے واقعات سے آگاہ کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام قرآن اور خاندان رسالت کی تنہائی پر آنسو بہانے لگے اور اتنا روئے کہ یہ آنسو آپ کے سینے اور لباس پر ٹپکنے لگے۔دوسری طرف ننھے بچوں کی صدائے العطش بار بار حضرت عباس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔یہ وہ موقع تھا جب اسلام کا یہ غیر تمند سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمہ سے مشکیزہ لے کر دلیرانہ اور صفدرانہ انداز میں لشکر پر ٹوٹ پڑا۔عمر بن سعد نے خاندان رسالت پر پانی بند کرنے کے لئے چار(۴) ہزار کا رسالہ فرات کے کنارے تعینات کر رکھا تھا اور وہ کسی طرح اصحاب واولاد حسین علیہ السلام کو پانی تک پہنچنے نہیں دے رہے تھے۔علمدار لشکر حسینی نے اسی رسالہ پر حملہ کیا۔آپ جو امیر المومنین علیہ السلام کی ایک نشانی تھے اپنی ناقابل وصف شجاعت وشہامت کے ساتھ دشمن کی فوج کو تتر بتر کر دیا،فوج کے پہرے کو بالکل توڑ دیا اور ان میں سے اسی(۸۰) لوگوں کو قتل کر دیا جو ان میں سب سے زیادہ شریر تھے۔

آپ کی شجاعانہ آواز فضا میں گونج رہی تھی:

Presented by Ziaraat.Com

لا أرهب الموت اذا الموت رقا

حتی أواری فی المصالیت لقی

....

انّي أنا العبّاس أعدوا بالسقّا

ولا أخاف الشرّ یوم الملتقی

موت جب میری طرف رخ کرتی ہے تو میں اس سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ خدا کی مدد سے آتش افروز اور جنگجوؤں کے سروں کو خاک میں ملا دوں.

،میں عباس ہوں جسے سقائیت کا رتبہ ملاہے اور میں پانی ضرور پہنچاؤں گا، میں حق و باطل سے مڈبھیڑ کے دن کبھی بھی باطل کی شر انگیزیوں سے نہیں ڈرتا

۔

۷۔ معراج وفا

حضرت ابوالفصل نے اپنی ناقابل وصف شجاعت سے دشمن کی صفوں کو تتر بتر کر دیا اور خود فرات میں داخل ہو گئے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے چلو میں پانی لیا تاکہ تھوڑا سا پی لیں لیکن اسی پانی میں حسین علیہ السلام کی پیاس کا عکس جھلکنے لگا؛ پانی کو فرات کے منہ پر مار دیا اور اپنی روح کو مخاطب کر کے فرمایا :

یا نفس من بعد الحسین هوني

وبعده لا کنت ان تکوني

هٰذا الحسین شارب المنون

وتشربین بارد المعین

هیهات ماهٰذا فعال دیني.

ولا فعال صادق الیقین

اے نفس تو حسینؑ کے بعد ذلیل و رسوا ہے اور ان کے بعد زندگی کی تمنا نہیں ہے، یہ حسینؑ ہیں جو جام شہادت نوش فرما رہے ہیں اور تو صاف و خوش گوار پانی پیئے گا، یہ ہم سے بہت دور ہے، یہ ہمارے دین کا کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام سچے یقین رکھنے والے کا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مشک کو پانی سے بھر کر دوش پر رکھا اور خیام حسینی کا رخ کیا۔ وہ تتر بتر فوج جس نے اتنی مدت میں خود کو آمادہ کر لیا تھا آپ پر راستہ کو بند کر دیا اور ہزاروں لوگوں نے آپ کو تیروں کی باڑہ پر لے لیا؛ جس کے نتیجے میں آپ کا پورا جسم تیروں کی آماجگاہ ہو گیا اور تیروں نے آپ کے سارے بدن کو چھلنی کر دیا لیکن آپ شجاعت و شہامت کے ساتھ ان پر وار کرتے رہے اور خیموں تک پہنچنے کا راستہ بناتے رہے کہ اسی درمیان ایک پلید شخص ” زید بن ورقاء“ جو ایک خرمہ کے درخت کے پیچھے چھپا تھا ایک دوسرے ظالم حکیم بن طفیل کی مدد سے پیچھے سے آپ کے داہنے ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ آپ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا اور پر جوش انداز میں یہ رزمیہ اشعار پڑھنے لگے :

واللہ ان قطعتم یمنی

Presented by Ziaraat.Com

انی اُحامی اُبداً عن دینی

وعن امام صادق الیقین

نجل النبی الطاھر الاٗمین

....

خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین اور اپنے سچے یقین والے امام کی حمایت کرتا رہا ہوں گا جو طاہر وامین نبی کے نواسے ہیں۔

اپنے اس شور انگیز اشعار کے ساتھ آپ نے خیمہ تک پہنچنے کی کوشش کو جاری رکھا یہاں تک کہ مسلسل خون بہنے سے آپ پر نقاہت طاری ہو گئی لیکن آپ اپنی طرف توجہ کئے بغیر خیمہ کی طرف رواں دواں تھے کہ کسی نے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کمین گاہ سے کاٹ دیا لیکن پھر بھی آپ نے اپنے جہاد کو جاری رکھا اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

یا نفس لا تخشي من الکفار

وابشري برحمۃ الجبار

قد قطعوا ببغیھم یساري

فأصلھم یارب حرّ النار

اے نفس کفار سے نہ ڈر؛ تجھے رحمت جبار کی بشارت ہو؛ انھوں نے دھوکہ سے میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو پروردگار تو انھیں جہنم کی آگ کی گرمی میں واصل کر دے۔

آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے لیکن آپ کی شجاعت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی آپ اس امید میں تھے کہ پانی خیمہ تک پہنچ جائے گا لیکن ناگہاں دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آیا اور مشک پر لگا مشک کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ اب عباس علیہ السلام کی فکر بدل گئی، اب کیا کیا جائے؟ نہ تو ہاتھ باقی ہیں کہ دوبارہ دشمن کی صفوں پر حملہ کیا جائے اور نہ ہی پانی بچا کہ خیمہ کی طرف جائیں۔ ابھی آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک لعین نے ایک گرز آہنی آپ کے سر پر مارا، عباسؑ زمین پر آئے صدا دی: ''یا اُخاہ اُدرک اُخاک'' بھائی، اپنے بھائی کی مدد کو پہونچیے۔

اب میری کمر ٹوٹ گئی: علمدار کی آواز سنتے ہی امام حسین علیہ السلام ایک غضبناک شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور خود کو بھائی تک پہنچا دیا لیکن جب دیکھا کہ ہاتھ قلم ہو چکے ہیں پیشانی زخمی ہو چکی ہے اور تیر عباس کی آنکھوں میں پیوست ہے تو حسین علیہ السلام خمیدہ کمر لئے بھائی کہ پاس آئے اور خون میں غلطیدہ علمدار کے پاس بیٹھ گئے، سر زانو پر رکھا اسی اثنا میں عباسؑ ہمیشہ کے لئے سو گئے اور حسین علیہ السلام نے مرثیہ شروع کیا: ''اُخی الاٗن انکسر ظھري وقلت حیلتي وشمت بي عدوّي'' اے میرے بھائی اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ وچارہ تدبیر مسدود ہو گئی اور دشمن مجھ پر خندہ زن ہے، پھر فرمایا:

الیوم نامت اُعین بک لم تنم

وتسھدت أخری فعز منامھا

اب وہ انکھیں سوئیں گی جو تمہارے خوف سے نہیں سوتی تھیں اور وہ آنکھیں بیدار رہیں گی جو تمہارے وجود

حسین علیہ السلام کا شیر خوار

اس کے بعد حسین علیہ السلام اپنے خیمے کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک چھوٹا سا بچہ جو ابھی شیر خوار تھا یا اس سے تھوڑا سا بڑا تھا جسے عبداللہ بن حسین(۱) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کو دیا گیا اور آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بیٹھایا۔(۲(

ناگہاں قبیلہ بنی اسد کی ایک فرد حرملہ بن کاہل یاہانی بن ثبیث حضرمی نے ایک تیر چلایا اور وہ بچہ اس تیر سے ذبح ہو گیا۔ حسین علیہ السلام نے اس کے خون کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور جب آپ کی ہتھیلی خون سے بھر گئی تو اسے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا: " رب ان تک حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذالک لما ھو خیر، وانتقم لنا من ھؤلاء الظالمین" خدایا! اگر اپنی حکمت کے پیش نظر تونے آسمان سے اپنی مدد و نصرت کو ہم سے روک لیا ہے تو اس سے بہتر چیز ہمارے لئے قرار دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

سے آرام سے سوتی تھیں۔ایک شاعر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی اہل حرم کے محافظ کو اس طرح یاد کیا ہے:

عباس تسمع زینبا تدعوک من

لي یاحماي اذا العدی سلبوني؟

أولست تسمع ماتقول سکینة

عماہ یوم الأسر من یحمیني؟

اے عباس! تم سن رہے ہو زینب تم کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے کہ اے زینب کے محافظ وحامی تمہاری شہادت کے بعد دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ اب ہماری حفاظت کون کرے گا؟

کیا تم نہیں سن رہے ہو کہ سکینہ کیا کہہ رہی ہے چچا جان آپ کی شہادت کے بعد اسیری کے دنوں میں ہماری حفاظت وحمایت کون کرے گا؟

اس کے بعد غم واندوہ کی ایک دنیا لے کر آپ خیمے کی طرف پلٹے، سکینہ نے جیسے ہی بابا کو آتے دیکھا دوڑتی ہوئی گئیں اور پوچھا: " أبتاہ ھل لک علم بعمي العباس؟" بابا! آپ کو چچا کی کوئی خبر ہے؟ یہ سن کر مولا رونے لگے اور فرمایا: "یابنتاہ أن عمک قد قتل" بیٹی تیرے چچا مار ڈالے گئے۔

۱۔ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۴۸ (۲۔ طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک تیر آیا اور اس بچہ کو لگا جو آپ کی آغوش میں تھا تو اور آپ اس کے خون کو ہاتھ میں لے کر فرمار ہے تھے: " اللھم احکم بیننا وبین قوم دعونا لینصر ونا فقتلونا" خدایا تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں بلایا تا کہ ہماری مدد کرے اور پھر ہمیں قتل کر دیا۔(طبری، ج۵، ص۳۸۹ (

یعقوبی کا بیان ہے: آغاز جنگ کے بعد ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش فرمانے لگے یہاں تک کہ حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے۔ آپ کے اصحاب، فرزند اور رشتہ داروں میں کوئی باقی نہ رہا؛ آپ تنہا اپنے گھوڑے پر بیٹھے تھے کہ ایک بچہ نے اسی وقت دنیا میں آنکھ کھولی۔ آپ نے اس کے کان میں اذان دی اور

Presented by Ziaraat.Com

ابھی اسکی تحنیک(تالواور زبان کے درمیان جدائی کرنے) میں ہی مشغول تھے کہ ایک تیر آیااور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیااوراس نے اسے ذبح کر دیا۔امام حسین علیہ السلام نے اس کے حلق سے تیر نکالااور وہ خون میں لت پت ہو گیا۔اس وقت آپ فرمارہے تھے '' واللہ لانت اکرم علی اللہ من الناقۃ ولمحمد اکرم من الصالح'' خدا کی قسم تو خدا کے سامنے ناقہ (صالح) سے زیادہ ارزش مند ہے اور محمدؐ صالح سے زیادہ باکرامت ہیں پھر اس کے بعد آکر اس نونہال کو اپنے فرزندوں اور بھتیجوں کے پاس لٹادیا۔(تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۲۳۲، طبع نجف (

سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ پھر حسین ملتفت ہوئے کہ ایک بچہ پیاس کی شدت سے رو رہا ہے تو آپ اسے اپنے ہاتھ پر لے کر دشمنوں کے سامنے گئے اور فرمایا:'' یا قوم ان لم ترحمونی فارحموا ھذا الطفل'' اے قوم! اگر تم لوگوں کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچہ پر رحم کرو لیکن اس کے جواب میں دشمن کی فوج میں سے ایک نے اس بچہ پر تیر چلادیا جس سے وہ ذبح ہوگیا۔یہ صورت حال دیکھ کر حسین علیہ السلام رو دیے اور کہنے لگے: ''اللھم احکم بیننا و بین القوم دعونا لینصرونا فقتلونا'' خدایا! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے لیکن اس نے ہمیں قتل کر دیا۔اسی درمیان فضا میں ایک آواز گونجی'' دعہ یا حسین! فان لہ مرضعاً فی الجنۃ'' اے حسین! اس بچہ کو چھوڑدو کیونکہ جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔(تذکرہ، ص۲۵۲، طبع نجف (

ان تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کربلا میں ایسے تین بچے شہید ہوئے ہیں جو شیر خوار یا اس سے کچھ بڑے تھے اور ابو مخنف نے فقط ایک شیر خوار کا تذکرہ کیا ہے جسے طبری نے ذکر کیا ہے۔اس روایت کی بنیاد پر جناب علی اصغر کی روایت اور امام حسین علیہ السلام کا انہیں میدان میں لے جانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ واقعہ سبط بن جوزی کی زبانی ثابت ہے لہٰذا اگر کوئی آغوش میں شہید ہونے والے واقعہ کو پڑھتا ہے یا لکھتا ہے تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت علی اصغر کی شہادت کا منکر ہے اور نہ ہی حضرت علی اصغر کی شہادت کا ذکر کرنے والوں کو اس پر مصر ہونا چاہیے کہ شیر خوار بچے کے عنوان سے فقط یہی شہید ہوئے ہیں۔ان کے علاوہ دو بچے اور بھی ہیں جو تیر ستم کا نشانہ بنے ہیں۔(مترجم (

عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

پھر عبداللہ بن جعفر کے فرزند میدان نبرد میں آئے اور دشمن کی فوج نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔عبداللہ بن قطبہ نبہانی طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا(۱) اور عامر بن نہشل تیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔(۲(

آل عقیل کی شہادت

''عثمان بن خالد بن اسیر جہنی'' اور'' بشر بن حوط قابضی ہمدانی'' نے ایک زبردست حملہ میں عبدالرحمن بن عقیل بن ابیطالب کو شہید کر دیا۔(۳) اور دونوں نے مل کر ان کے لباس وغیرہ لوٹ لئے اور عبداللہ بن عزرہ خثعمی(۴) نے جعفر بن عقیل بن ابیطالب کو تیر مار کر شہید کر دیا، پھر عمرو بن صبیح صدائی(۵(

۱۔آپ کی مادر گرامی جمانۃ بنت مسیب بن نجبۂ غزاری تھیں۔(طبری، ج۵، ص۴۶۹) مسیب بن نجبہ کا شمار کوفہ کے شیعوں میں توابین کے زعماء میں

Presented by Ziaraat.Com

ہوتا ہے۔ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ آپ کی مادر گرامی عقیلہ بنی ہاشم زینب بنت علی بن ابی طالب (علیہم السلام) تھیں (ص ۶۰، طبع نجف) ۔

۲۔آپ کی مادر گرامی خوصاءبنت خصفہ بن ثقیف تیمی خاندان بکر بن وائل سے متعلق تھیں۔(طبری، ج۵، ص۴۶۹) ابوالفرج نے بھی یہی لکھا ہے (ص ۶۰، طبع نجف) لیکن سبط بن جوزی نے حوط بنت حفصہ التمیمی لکھا ہے۔(تذکرہ، ص ۲۵۵،ط نجف (

۳۔ مختار نے ان دونوں کی طرف عبداللہ بن کامل کو روانہ کیا۔ادھر یہ دونوں جزیرہ یعنی موصل کی طرف نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے تو عبداللہ بن کامل اور دوسرے لوگ ان دونوں کی تلاش میں نکلے اور مقام جبانہ میں انھیں پالیا۔وہاں سے ان دونوں کو لے کر آئے اور جعد کے کنویں کے پاس لے گئے اور وہیں ان دونوں کی گردن ماردی اور آگ میں جلادیا۔اعشی ہمدان نے ان دونوں پر مرثیہ کہا ہے (طبری، ج۶، ص ۵۹) لیکن طبری نے جلد ۵، ص ۴۶۹ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن عقیل کو فقط عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا ہے اور بشر بن حوط ہمدانی ان کے ہمراہ اس کے قتل میں شریک نہ تھا لیکن اسی سند سے ابوالفرج نے دونوں کو ذکر کیا۔(ص،۶۱، طبع نجف (

۴۔ طبری نے ج۵، ص ۴۶۹ پر لکھا ہے کہ آپ کو بشر بن حوط بن ہمدانی نے شہید کیا اور ج۶، ص ۲۶۵ پر عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ مختار نے اس شخص کو طلب کیا تو یہ آپ کے ہاتھ سے نکل کر مصعب سے ملحق ہو گیا۔ابولفرج نے بعینہ اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔(ص ۶۱ طبع نجف (

۵۔ مختار نے اسے طلب کیا تو یہ رات میں اس وقت لایا گیا جب آنکھیں نیند کا مزہ لے رہی تھی۔اس وقت یہ چھپت

....

پر تھا تا کہ پہچانا نہ جاسکے۔اسے پکڑا گیا در حالیکہ اس کی تلوار اسکے سر کے نیچے تھی۔ پکڑنے والے نے اس سے کہا خدا تیری تلوار کا برا کرے جو تجھ سے کتنی دور ہے اور کتنی نزدیک۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزہ چلایا ہے مجروح کیا ہے لیکن کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔اسے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے اسے اسی قصر میں قید کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کو دربار میں آنے کی اجازت ملی اور لوگ دربار میں داخل ہونے لگے تو وہ قیدی بھی لایا گیا۔اس نے کہا : اے گروہ کفار وفجار ! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمھیں معلوم ہو جاتا کہ میں تلوار کی نوک سے لرزہ براندام نہیں ہوتا اور نہ ہی خوف زدہ ہوتا ہوں۔ میرے لئے کتنا باعث سرور ہے کہ میری موت قتل ہے۔ خلق خدا میں مجھے تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور قتل کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بدترین مخلوق خدا ہو مگر مجھے اس کی آرزو تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اس سے تم لوگوں کو کچھ دیر تک مارتا، پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن کامل جو اس کے پہلو میں تھے اس کی آنکھ پر طمانچہ لگایا، اس پر ابن کامل ہنس پڑا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا پھر گویا ہوا: اس کا گمان یہ ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور نیزہ چلایا ہے لہٰذا اس کے فیصلہ کو ہم نے آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ مختار نے کہا: میرا نیزہ لاؤ ! فوراً نیزہ لایا گیا، مختار بولے: اس پر نیزہ سے وار کرو یہاں تک کہ یہ مرجائے پس اتنا وار ہوا کہ وہ مر گیا۔(طبری، ج۶، ص ۶۵) لیکن طبری نے ج۵، ص ۴۶۹ پر ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن عقیل بن ابیطالب علیہم السلام کو قتل کیا ہے اور ج۶، ص ۶۴ پر روایت کی ہے کہ جس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا وہ زید بن رقاد جنبی ہے اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے تمہارے ایک جوان پر تیر چلایا جب کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھا اور میں نے اس کی ہتھیلی کو اس کی پیشانی سے چپکا دیا اس طرح سے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کر سکا جب اس کی پیشانی اس طرح ہتھیلی سے چپک گئی تو اس

Presented by Ziaraat.Com

جوان نے کہا: " اللّٰھم انھم استقلونا واستذلونا اللّٰھم فاقتلھم کما قتلونا واذلھم کما استذلونا" خدایا! ان لوگوں نے ہماری تعداد کم کردی اور ہمیں ذلیل کرنے کی کوشش کی خدایا! تو بھی ان لوگوں کو اسی طرح قتل کر جیسے انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے اور انھیں اسی طرح ذلیل ورسوا کر جیسے انھوں نے ہمیں ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش کی ہے؛ پھر اس جنبی نے ایک تیر اور چلا کر آپ کو شہید کردیا۔ وہ کہتا ہے: جب میں اس جوان کے پاس آیا تو وہ مرچکا تھا۔ میں نے اس تیر کو حرکت دیا تا کہ اسے باہر نکال دوں لیکن اس کا پھل کچھ اس طریقے سے پیشانی میں پیوست ہوچکا تھا کہ میں اسے نکالنے سے عاجز ہوگیا۔ اپنے زمانے میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے سراغ میں روانہ کیا، عبداللہ نے آکر اس کے گھر کو گھیر لیا اور وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ لگ گئی تو وہ شخص تلوار سونتے باہر نکلا۔ ابن کامل نے کہا: اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا لیکن اس کے جسم میں ابھی جان باقی تھی۔ اس کے بعد ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے زندہ جلا دیا۔(طبری، ج۶، ص ۶۴ (

نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل(۱) پر ایک تیر چلایا۔ آپ اپنا ہاتھ پیشانی پر لے گئے تا کہ تیر نکال لیں لیکن پھر ہتھیلیوں کو حرکت دینے کی طاقت نہ رہی، اسی دوران ایک دوسرا تیر چلا جو آپ کے سینے میں پیوست ہوگیا(۲) اور بسیط بن یاسر جہنی نے محمد بن ابوسعید بن عقیل کو شہید کردیا۔(۳(

حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

عبداللہ بن عقبہ غنوی(۴) نے ابوبکر بن حسن بن علی علیہما السلام(۵) پر تیر چلا کر انھیں شہید کردیا(۶) اور عبداللہ بن حسن بن علی(علیہما السلام) کو حرملہ بن کاہل اسدی(۷) نے تیر چلا کر شہید کردیا۔(۸(

۱۔ آپ کی مادر گرامی کا نام رقیہ بنت علی بن ابیطالب علیہم السلام ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۶۹، ابوالفرج، ص ۶۲، طبع نجف (

۲۔ ابومخنف کا بیان ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۶۹، ابوالفرج، ص ۶۲، طبع نجف(

۳۔ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۷(

۴۔ ۴۳ھ میں یہ مستورد بن عقبہ کے ہمراہ نکلنے والوں میں شمار ہوتا ہے جو کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ یہ وہاں کاتب تھا۔" مستورد " نے حکم دیا کہ یہ اس کے لئے ایک خط لکھے پھر اس خط کو لے کر سماک بن عبید والی مدائن کے پاس لے جائے اور اس کو اپنی طرف بلائے تو اس نے ایسا ہی کیا۔(طبری، ج۵، ص ۱۹۰) جب مستورد کی حکومت مصیبت میں گرفتار ہوئی تو غنوی وہاں سے بھاگ کر کوفہ روانہ ہوگیا اور وہاں شریک بن نملہ کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ مغیرہ سے کہاں ملاقات ہوگی تا کہ یہ اس سے امان لے سکے(طبری، ج۵، ص ۹۰) اس نے مغیرہ سے امان طلب کی اور مغیرہ نے اسے امان دے دیا۔(طبری، ج۵، ص ۲۰۶) کربلا کے بعد یہ مختار کے خوف سے بھاگ کر مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگیا پھر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے ہمراہ ہوگیا۔(طبری، ج۵، ص ۲۰۵) مختار نے اس کی جستجو کرائی تو معلوم ہوا کہ فرار ہے تو مختار نے اس کا گھر منہدم کردیا۔(طبری ،ج۶، ص ۶۵(

Presented by Ziaraat.Com

۵۔ طبری نے جلد ۵، ص ۴۶۸ پر یہی لکھا ہے مگر ص ۴۴۸ پر ابو بکر بن حسین بن علی لکھ دیا ہے جو غلط ہے۔
۶۔ عقبہ بن بشیر اسدی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۸) ابوالفرج نے مدائنی سے اس نے ابو مخنف سے اس نے سلیمان بن ابی راشد اور عمرو بن شمر سے اس نے جابر سے انھوں نے ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔(مقاتل الطالبیین، ص ۵۷، طبع نجف (
۷۔ طبری نے ج ۶، ص ۶۵ پر یہی لکھا ہے لیکن یہاں ج ۵، ص ۴۶۸ پر حرملہ بن کاہن لکھا ہے جو غلط ہے۔ اس کے سلسلے میں مختار کی جستجو اور کیفیت قتل کو بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو ہذیل" سکون" کے رہنے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: خالد بن عبد اللہ کے زمانے میں حضرمیوں کی نشست میں، میں نے ہانی بن ثبیت حضرمی کو دیکھا جو

....

بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حسین کے قتل کے وقت وہاں موجود تھے۔ خدا کی قسم میں ان دس (۱۰) میں کا ایک تھا جو ہمیشہ گھوڑے پر تھے اور میں پورے لشکر میں گھوم رہا تھا اور ان کے روزگار کو بگاڑ رہا تھا اسی اثنا میں ان خیموں سے ایک نوجوان نکلا جس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس کے جسم پر ایک کرتا اور پاجامہ تھا اور وہ بہت خوفزدہ تھا اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے کان میں دو در تھے جب وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا تو وہ در ہل رہے تھے۔
ناگہاں ایک شخص گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا سامنے آیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہو گیا پھر جب وہ اپنے گھوڑے سے مڑا تو اس نے اس نوجوان کو تلوار سے دو نیم کر دیا۔ ابولفرج مدائنی نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ۷۹، طبع نجف) ابو مخنف کا بیان ہے کہ حسن بن حسن اور عمر بن حسن چھوٹے تھے لہٰذا قتل نہ ہوئے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۹) حسین علیہ السلام کے غلاموں میں سے دو غلام سلیمان اور منجح بھی جام شہادت نوش فرما کر راہی ملک جاوداں ہو گئے۔(طبری، ج۵، ص ۴۶۹ (
۸۔ طبری نے ج۵، ص ۴۶۸ پر یہی لکھا ہے اور ابوالفرج نے ص ۵۸، طبع نجف پر مدائنی کے حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو خیمہ سے نکل کر اپنے چچا کی شہادت گاہ کی طرف بھاگا تھا اور وہیں پر ان کے پاس شہید کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ارشاد میں مفیدؒ نے اس روایت کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔(ص ۲۴۱، طبع نجف(

Presented by Ziaraat.Com

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

Presented by Ziaraat.Com

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب فقط تین یا چار ساتھی رہ گئے تو آپ نے اپنا یمنی لباس منگوایا جو مضبوط بناوٹ کا صاف وشفاف کپڑا تھا اسے آپ نے جابجا سے پھاڑ دیا اور الٹ دیا تاکہ اسے کوئی غارت نہ کرے۔(۱)اور(۲(

اس بھری دوپہر میں آپ کافی دیر تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔دشمنوں کی فوج کا جو شخص بھی آپ تک آتا تھا وہ پلٹ جاتا تھا کیونکہ کوئی بھی آپ کے قتل کی ذمہ داری اور یہ عظیم گناہ اپنے سر پر لینا پسند نہیں کر رہا تھا۔آخر کار مالک بن نسیر بدّی کندی(۳) آنحضرت کے قریب آیا اور تلوار سے آپ کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ برنس(ایک قسم کی ٹوپی جو آغاز اسلام میں پہنی جاتی تھی) جو آپ کے سر پر تھی شگافتہ ہوگئی اور ضرب کا اثر آپ کے سر تک پہنچا اور آپ کے سر سے خون جاری ہوگیا، برنس خون آلود ہوگئی، تو حسین علیہ السلام نے اس سے کہا: ''لا اکلت بھا ولا شربت وحشرک اللہ مع الظالمین'' تجھے کھانا، پینا نصیب نہ ہو، اور اللہ تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔

۱۔آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا: اگر آپ اس کے نیچے ایک چھوٹا سا کپڑا پہن لیتے تو بہتر ہوتا۔آپ نے جواب دیا: '' ثوب مذلہ ولا ینبغی لی أن البسہ '' یہ ذلت ورسوائی کا لباس ہے اور میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں اسے پہنوں۔جب آپ شہید ہوگئے تو بحر بن کعب وہ یمنی لباس لوٹ کے لے گیا ۔(طبری، ج۵، ص۴۵۱) ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن شعیب نے محمد بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ بحر بن کعب کے دونوں ہاتھوں سے سردی میں پانی ٹپکتا تھا اور گرمی وہ بالکل سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہو جاتا تھا۔(طبری، ج۵، ص۴۵۱ (

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۵۱ وارشاد، ص۲۴۱ (

۳۔یہ وہی شخص ہے جو راستے میں حر کے پاس ابن زیاد کا خط لے کر آیا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ حسین (علیہ السلام) کو بے آب وگیاہ صحرا میں اتار لو؛امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے اس صحرا میں وارد ہونے کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔

پھر آپ نے اس برنس کو الگ کیا اور ایک دوسری ٹوپی منگوا کر اسے پہنا اور اس پر عمامہ باندھا۔(۱) اسی طرح سیاہ ریشمی ٹوپی پر آپ نے عمامہ باندھا۔آپ کے جسم پر ایک قمیص(۲) یا ایک ریشمی جبہ تھا، آپ کی ڈاڑھی خضاب سے رنگین تھی، اس حال میں آپ میدان جنگ میں آئے اور شیر بیشۂ

۱۔وہ برنس ریشمی تھا۔مالک بن نسیر کندی آیا اور اسے اٹھالے گیا، پھر جب اس کے بعد وہ اپنے گھر آیا تو اس برنس سے خون کو دھونا شروع کیا۔اس کی بیوی نے اسے دیکھ لیا اور وہ سمجھ گئی تو بولی: نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان لوٹ کر لاتا ہے اور میرے گھر میں داخل ہوتا ہے! میرے پاس سے اسے فوراً نکال لے جا! اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔(طبری، ج۵، ص۴۴۸، ارشاد، ص

Presented by Ziaraat.Com

۲۴۱) ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے مالک بن یسر لکھا ہے۔ ہشام اپنے باپ محمد بن سائب سے اور وہ قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا : مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو اپنے لشکر میں حسین علیہ السلام کی جنگ کا گواہ ہے وہ کہتا ہے: جب حسینؑ کے سارے سپاہی شہید کردے ئے گئے تو آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا رخ کیا اور اپنے گھوڑے کو ایک ضرب لگائی۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنی آبان بن دارم کے ایک شخص نے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ تو ان لوگوں نے اس کے حکم کی پیروی کی اور ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو گئے. اور" اباتی" نے ایک تیر چلایا جو آپ کی ٹھڈی میں پیوست ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس تیر کو کھینچا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دیں تو وہ خون سے بھر گئیں پھر آپ نے فرمایا: " اللھم انی أشکوالیک مایفعل بابن بنت نبیک، اللھم اظمہ " خدایا! میں تیری بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ خدایا! اسے ہمیشہ پیاسا رکھ۔ قاسم بن اصبغ کا بیان ہے: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس دودھ سے بھرے بڑے بڑے برتن اور کوزوں میں ٹھنڈے ٹھنڈے شربت رکھے ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہا تھا: وائے ہو تم لوگوں پر مجھے پانی پلاؤ، پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے پھر بڑا برتن اور کوزہ لایا جاتا اور وہ سب پی جاتا اور جب سب پی جاتا تو پھر تھوڑی ہی دیر میں فریاد کرنے لگتا اور پھر کہنے لگتا: وائے ہو تم لوگوں پر! مجھے پانی پلاؤ پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے، خدا کی قسم تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھٹ گیا۔ ابوالفرج نے اسے ابو مخنف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (ص۸۷، طبع نجف)

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن شمر نے جابر جعفی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے: حسینؑ کی پیاس شدید سے شدید تر ہو رہی تھی لہٰذا آپ فرات کے نزدیک پانی کی غرض سے آئے لیکن ادھر سے حصین بن تمیم نے ایک تیر چلایا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا، آپ نے اپنے دہن سے اس خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: " اللھم أحصھم عدداً واقتلھم بدداً ولاتذر علی الارض منھم أحداً " (طبری، ج۵، ص۴۴۹ و ۴۵۰) خدایا! ان کی تعداد کو کم کر دے، انھیں نابود کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۴۷ و ۴۴۸)

۲۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۵۲)

شجاعت جیسا قتال شروع کیا، دشمنوں کے ہر تیر سے خود کو ماہرانہ انداز میں بچا رہے تھے، دشمن کی ہر کمی اور ضعف سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور اسے غنیمت و فرصت شمار کرتے ہوئے اور دشمن پر بڑا زبردست حملہ کر رہے تھے۔ (۱)

اسی دوران شمر اہل کوفہ کے دس پیدلوں کے ساتھ حسین علیہ السلام کے خیموں کی طرف بڑھنے لگا جن میں آپ کے اثاثہ اور گھر والے تھے۔ آپ ان لوگوں کی طرف بڑھے تو ان لوگوں نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ نے فرمایا: " ویلکم! ان لم یکن لکم دین، وکنتم لا تخافون یوم المعاد فکونوا فی أمر دنیاکم أحراراً ذوی أحساب! امنعوا رحلی وأھلی من طغامکم وجھالکم "!

وائے ہو تم پر! اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا خوف نہیں ہے تو کم از کم دنیاوی امور میں تو اپنی شرافت اور خاندانی آبرو کا لحاظ رکھو؛ ان اراذل و اوباشوں کو ہمارے خیموں اور گھر والوں سے دور کرو۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن بولا: اے فرزند فاطمہ یہ تمہارا حق ہے! یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کر دیا، حسین (علیہ السلام) نے بھی ان لوگوں پر زبردست حملہ کیا تو وہ لوگ ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ (۲) عبداللہ بن عمار بارقی (۳) کا بیان ہے: پھر پیدلوں کی فوج پر چپ و راست سے آپ نے زبردست حملہ کیا؛ پہلے آپ ان پر حملہ آور ہوئے جو داہنی طرف سے یلغار

Presented by Ziaraat.Com

کرر ہے تھے اور ایسی تلوار چلائی کہ وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر بائیں جانب حملہ کیا یہاں تک وہ بھی خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا ٹوٹا ہوا انسان نہیں دیکھا جس کے سارے اہل بیت، انصار اور ساتھی قتل کئے جا چکے ہوں اس کا دل اتنا مستحکم، اس کا قلب اتنا مطمئن اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس قدر شجاع ہو جتنے کہ حسین علیہ السلام تھے۔ خدا کی قسم میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو ان کے

۱۔ ابو مخنف نے حجاج سے اور اس نے عبد اللہ بن عمار بارقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۲(

۲۔ یہ ابو مخنف کی روایت میں ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۰) ابوالفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۷۹(

۳۔ یہی شخص امیر المومنین علیہ السلام کی اس خبر کا بھی راوی ہے جس میں آپ ۲۶ھ میں صفین کی طرف جا رہے تھے تو فرات پر پل بنانے کی بات ہوئی تھی۔ (طبری، ج۵، ص ۵۶۵ (

جیسا نہیں دیکھا۔ اگر پیدل کی فوج ہوتی تھی تو چپ و راست سے ایسا ذلیل و رسوا ہو کے بھاگتی تھی جیسے شیر کو دیکھ کر ہرن بھاگتے ہیں۔ (۱) اسی دوران عمر بن سعد، امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا، اسی اثناء میں امامؑ کی بہن زینب بنت فاطمہ علیہا السلام خیمہ سے باہر نکلیں اور آواز دی: " یا عمر بن سعد! أیقتل أبو عبداللہ وأنت تنظر الیہ " اے عمر بن سعد! کیا ابو عبد اللہ الحسین قتل کئے جا رہے ہیں اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ تو اس نے اپنا چہرہ ان کی طرف سے پھیر لیا (۲) گویا میں عمر کے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے۔ (۳(

ادھر آپ دشمنوں کی فوج پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: " أعلی قتلي تحاثون ؟ اما واللہ لا تقتلون بعدي عبدا من عباد اللہ أسخط علیکم لقتلہ مني ! و أیم اللہ اني لأرجو أن یکرمنی اللہ بھوانکم ثم ینتقم لي منکم من حیث لا تشعرون (۴(

أما واللہ لو قد قتلتموني لقد ألقی اللہ بأسکم بینکم وسفک دمائکم ثم لا یرضی لکم حتی یضاعف لکم العذاب الألیم ! " (۵(

۱۔ روایت میں معزیٰ اور ذئب استعمال ہوا ہے جس کے معنی گلہء گوسفند اور بھیڑیئے کے ہیں عرب تہذیب اور کلچر میں کسی کی شجاعت ثابت کرنے کی یہ بہترین مثال ہے لیکن ہماری ثقافت میں بزرگ شخصیتوں کو بھیڑیئے سے تعبیر کرنا ان کی توہین ہے اور قاری پر بھی گراں ہے لہٰذا محققین کرام نے مترجمین کو اس بات کی پوری اجازت دی ہے کہ وہ تشبیہات کے ترجمہ میں اپنی تہذیب اور کلچر (culture) کا پورا پورا لحاظ رکھیں، اسی بنیاد پر ترجمہ میں شیر اور ہرن استعمال کیا گیا ہے جو شجاعت اور خوف کی تشبیہات ہیں۔ (مترجم (

۲۔ شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں یہ روایت بیان کی ہے۔ (الارشاد، ص ۲۴۲، طبع نجف (

۳ (یہ روایت " حجاج " سے ہے۔ اس نے اسے عبد اللہ بن عمار بارقی سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۱) شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔ (ص ۲۴۱ (

۴۔ امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اور کچھ زمانے کے بعد مختار نے قیام کیا اور اپنی سپاہ کی ایک فرد ابا عمرہ کو عمر بن سعد کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسے لے کر آ۔ وہ گیا یہاں تک کہ اس کے پاس وارد ہوا اور کہا: امیر نے تم کو طلب کیا ہے۔ عمر بن سعد اٹھا لیکن اپنے جبہ ہی میں پھنس گیا تو ابو عمرہ نے اپنی تلوار سے اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو اپنی قبا کے نچلے حصے میں رکھا اور اس کو مختار کے سامنے لا کر پیش کر دیا۔

حفص بن عمر بن سعد، مختار کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ مختار نے اس سے کہا: کیا تم اس سر کو پہچانتے ہو؟ تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اس کے

Presented by Ziaraat.Com

بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے! تو مختار نے کہا: تم اس کے بعد زندہ نہیں رہو گے! اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر اس کے باپ کے ہمراہ رکھ دیا گیا۔(. طبری، ج۶، ص۶۱ (

۵۔ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۵۲ (

کیا تم لوگ میرے قتل پر (لوگوں کو) برانگیختہ کر رہے ہو؟ خدا کی قسم میرے بعد خدا تمہارے ہاتھوں کسی کے قتل پر اس حد تک غضبناک نہیں ہو گا جتنا میرے قتل پر وہ تم سے غضبناک ہو گا، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ تمہارے ذلیل قرار دینے کی وجہ سے خدا مجھے صاحب عزت و کرامت قرار دے گا پھر تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تم لوگ سمجھ بھی نہ پاؤ گے خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تمہاری شرارتوں کو تمہارے ہی درمیان ڈال دے گا، تمہارے خون تمہارے ہی ہاتھوں سے زمین پر بہا کریں گے اس پر بھی وہ تم سے راضی نہ ہو گا یہاں تک کہ دردناک عذاب میں تمہارے لئے چند گنا اضافہ کر دے گا۔

پھر پیدلوں کی فوج کے ہمراہ جس میں سنان بن انس نخعی، خولی بن یزید اصبحی (۱) صالح بن وہب یزنی، خشم بن عمرو جعفی اور عبدالرحمن جعفی (۲) موجود تھے شمر ملعون امام حسین علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اکسانے لگا تو ان لوگوں نے حسین علیہ السلام کو پوری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آپ کے خاندان کا ایک بچہ (۳) میدان میں آنکلا۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن زینب بنت علی (علیہاالسلام) سے کہا: "احبسیہ" بہن اسے روکو، تو آپ کی بہن زینب بنت علی (علیہاالسلام) نے روکنے کے لئے اس بچے کو پکڑا لیکن اس بچہ نے خود کو چھڑا لیا اور دوڑتے ہوئے جاکر خود کو حسین علیہ السلام پر گرا دیا۔

۱۔ مختار نے اس کی طرف معاذ بن ہانی بن عدی کندی جناب حجر کے بھتیجے کو روانہ کیا، نیز اس کے ہمراہ ابو عمرہ، اپنے نگہبانوں کے سردار کو بھی اس کی طرف بھیجا تو خولی اپنے گھر کی دہلیز میں جاکر چھپ گیا۔ "معاذ" نے ابو عمرہ کو حکم دیا کہ اس کے گھر کی تلاشی لے۔ وہ سب کے سب گھر میں داخل ہوئے، اس کی بیوی باہر نکلی، ان لوگوں نے اس سے پوچھا: تیرا شوہر کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتی اور اپنے ہاتھ سے دہلیز کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ لوگ اس میں داخل ہو گئے۔ اسے وہاں اس حال میں پایا کہ وہ اپنے سر کو کھجور کی ٹوکری میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اور جلا دیا۔(طبری، ج۶، ص۵۹(

۲۔ یہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں سے ہے۔(طبری، ج۵، ص ۲۷۰) روز عاشورا عمر بن سعد کے لشکر میں یہ قبیلہ مذحج و اسد کا سالار تھا جیسا کہ اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۲ (

۳۔ شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ وہ بچہ عبداللہ بن حسن تھا اور ارشاد میں مختلف جگہوں پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلا کر اس بچہ کو شہید کر دیا۔ یہاں یہ روایت ابوالفرج نے ابو مخنف سے نقل کی ہے اور انھوں نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔(ص۷۷، طبع نجف(

اسی وقت بحر بن کعب نے امام حسین علیہ السلام پر تلوار چلائی تو اس بچہ نے کہا: "یابن الخبیثۃ ! أتقتل عمي" اے پلید عورت کے لڑکے! کیا تو میرے چچا کو قتل کر رہا ہے؟(۱) تو اس نے تلوار سے اس بچہ پر وار کر دیا۔ اس بچے نے اپنے ہاتھ کو سپر قرار دیا اور بچہ کا ہاتھ کٹ کر لٹکنے لگا تو اس بچے نے آواز دی:"

Presented by Ziaraat.Com

یا اُمّاہ" اے مادر گرامی مدد کیجیے۔ حسین علیہ السلام نے فوراً اسے سینے سے لگالیا اور فرمایا: " یا بن اُخي (۲) اصبر علی مانزل بک واحتسب فی ذالک الخیر، فان اللہ یلحقک بآبائک الصالحین برسول اللہ و علی بن اَبی طالب وحمزة والحسن بن علی صلی اللہ علیہم اَجمعین" (۳) و(۴)
"اللھم امسک عنھم قطر السماء وامنعھم برکات الارض اللھم فان متعتھم الی حین ففرقھم فرقاوا جعلھم طرائق قددا ولا ترض عنھم الولاة اَبداً فانھم دعونا لینصرونا فعدوا علینا فقتلونا" (۵)

جان برادر! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی اور اس کو راہ خدا میں خیر شمار کرو، کیونکہ خدا تم کو تمہارے صالح اور نیکوکار آباء واجداد رسول خدا، علی بن ابیطالب، حمزہ اور حسن بن علی، ان سب پر خدا کا درود وسلام ہو، کے ساتھ ملحق کرے گا۔ خدایا! آسمان سے بارش کو ان کے لئے روک دے اور زمین کی برکتوں سے انھیں محروم کردے! خدایا! اگر اپنی حکمت کی بنیاد پر تونے اب تک انھیں بہرہ مند کیا ہے تو اب ان کے درمیان جدائی اور پراکندگی قرار دے اور ان کے راستوں کو جدا جدا کردے اور ان کے حکمرانوں کو کبھی بھی ان سے راضی نہ رکھنا کیونکہ انھوں نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کریں لیکن ہم پر حملہ کردیا اور ہمیں قتل کردیا۔

۱،۲،۳۔ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

۴۔ ابو مخنف نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۵۰) ابو الفرج نے ابو مخنف سے سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت نقل کی ہے۔(ص۷۷، طبع نجف)

۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۵۱ وارشاد، ص ۲۴۱)

پھر اس بھری دوپہر میں کافی دیر تک حسین علیہ السلام آستان � ٔشہادت پر پڑے رہے کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی بھی آپ کو قتل کرنا چاہتا تو قتل کردیتا لیکن ان میں سے ہر ایک اس عظیم گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا اور اسے دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ ہر گروہ چاہ رہا تھا کہ دوسرا گروہ یہ کام انجام دے کہ اسی اثناء میں شمر چلایا: وائے ہو تم لوگوں پر! اس مرد کے سلسلے میں کیا انتظار کر رہے ہو، اسے قتل کر ڈالو، تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں! اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ چاروں طرف سے دشمن آپ پر حملے کرنے لگے۔

آخری لمحات

اب آپ پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ایک ضرب لگائی(۱) اور ایک ضرب آپ کے شانے پر لگائی۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ کے بیٹھنے کی تاب ختم ہو چکی تھی۔ آپ منہ کے بل زمین پر آئے اسی حال میں سنان بن انس نخعی آگے بڑھا اور آپ پر ایک نیزہ مارا جو آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن اب کوئی بھی امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نہیں ہو رہا تھا مگر یہ کہ سنان بن انس ہی آگے بڑھا اور اس خوف میں کہ کہیں کوئی دوسرا شخص حسین علیہ السلام کے سر کو امیر کے پاس نہ لے جائے؛ لہٰذا وہ آپ کی شہادت گاہ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کردیا اور آپ کے سر کو کاٹ ڈالا(۲) اور اسے خولی بن یزید اصبحی کی طرف پھینک دیا۔

اب لباس اور اسباب لوٹنے کی نوبت آئی تو آپ کے جسم پر جو کچھ بھی تھا کوئی نہ کوئی لوٹ کر لے گیا۔ آپ کی اس یمانی چادر کو جسے قطیفہ (۳) کہا جاتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

قیس بن اشعث نے لے لیا۔(۴)اسحاق بن حیوۃ بن حضرمی نے امام حسین علیہ السلام کی قمیص کو لوٹ لیا(۵)قبیلۂ بنی نہشل کے ایک شخص نے آپ کی تلوار لے لی، آپ کی نعلین کو "اسود اودی" نے اٹھالیا۔ آپ کے پاجامہ کو" بحر بن کعب" لے گیا(۶) اور آپ کو برہنہ چھوڑ دیا۔(۷(

۱ ۔ارشاد میں بایاں بازو ہے۔(ص۲۴۲) تذکرۃ الخواص میں بھی یہی ہے۔(ص۲۵۳) مقرم نے اسے الاتحاف بحب الاشراف سے نقل کیا ہے۔(ص۱۶(

....

۲۔امام حسین کے قاتل کے سلسلے میں سبط بن جوزی نے پانچ اقوال ذکر کئے ہیں۔ آخر میں ترجیح دی ہے کہ سنان بن انس ہی آپ کا قاتل تھا پھر روایت کی ہے کہ یہ حجاج کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ تو ہی قاتل حسینؑ ہے؟اس نے کہا ہاں! تو حجاج نے کہا: بشارت ہو کہ تو اور وہ کبھی ایک گھر میں یکجا نہیں ہوں گے۔ لوگوں کا کہنا ہے حجاج سے اس سے اچھا جملہ کبھی بھی اس کے علاوہ نہیں سنا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ شہادت کے بعد حسینؑ کے جسم کے زخم شمار کئے گئے تو ۳۳ نیزہ کے زخم اور ۳۴ تلوار کے زخم تھے اور ان لوگوں نے آپ کے کپڑے میں ایک سو بیس(۱۲۰) تیر کے نشان پائے۔

۳۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید کے مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے(طبری، ج۵، ص۴۵۳ (

۴۔ شب عاشور کی بحث میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔

۵۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۵۵ (

۶۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۵۲ (

۷۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۵۱) اسی طرح سبط بن جوزی نے بھی صراحت کی ہے کہ وہ لوگ وہ سب کچھ لوٹ لے گئے جو آپ کے جسم پر تھا حتی یہ کہ " بحر بن کعب تمیمی" آپ کا پاجامہ بھی لے گیا۔ (طبری، ج۵، ص۲۵۳) ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے اضافہ کیا ہے کہ بحر بن کعب لعنۃ اللہ علیہ کے دونوں ہاتھ اس واقعہ کے بعد گرمی میں سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہو جاتے تھے اور سردی میں مرطوب ہو جاتے تھے اور اس سے بدبودار خون ٹپکتا تھا یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔(ص۲۴۱، ۲۴۲)

Presented by Ziaraat.Com

خیموں کی تاراجی

خیموں کی تاراجی

Presented by Ziaraat.Com

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمنوں نے آپ کی خواتین، مال واسباب، ورس (۱) وزیورات اور اونٹوں کی طرف رخ کیا۔ اگر کوئی خاتون اپنے پردہ اور چادر سے دفاع کرتی تو وہ زور وغلبہ کے ذریعہ چادریں چھیننے لئے جارہے تھے۔ (۲) لشکریوں نے سنان بن انس سے کہا: تو نے حسینؑ فرزند علی وفاطمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا، تو نے عرب کی اس سب سے بزرگ و باعزت شخصیت کو قتل کیا جو یہاں ان لوگوں کے پاس آئے تھے تاکہ تمہارے حاکموں کو ان کی حکومت سے ہٹادیں تو اب تم اپنے حاکموں کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی پاداش لو۔ اگر وہ حسینؑ کے قتل کے بدلے میں اپنے گھر کا سارا مال بھی دیدیں تب بھی کم ہے۔

۱۔ ورس ایک قسم کا پیلا پھول ہے جو زعفران کی طرح ہوتا ہے۔ یہ خوشبودار ہوتا ہے اور رنگنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ یمن سے لایا گیا تھا جسے امام علیہ السلام نے مکہ سے نکلنے کے بعد منزل "تنعیم" میں ان لوگوں سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جو اسے یزید کی طرف لے جارہے تھے۔ روز عاشورا یہ ورس زیاد بن مالک صبیعی، عمران بن خالد وعنزی، عبدالرحمن بجلی اور عبداللہ بن قیس خولانی کے ہاتھوں لگا تھا۔ جب مختار کو ان سب کا پتہ معلوم ہو گیا تو ان سب کو طلب کیا۔ سب وہاں مختار کے پاس لائے گئے۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا: اے نیکوکاروں کے قاتلو! اے جوانان جنت کے سردار کے قاتلو! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ خدا نے تم سے آج انتقام لینے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے! تم لوگ اس برے دن میں ورس لے کر آئے تھے! پھر ان لوگوں کو بازار میں لے جایا گیا اور ان کی گردنیں اڑادی گئیں۔

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۳) یعقوبی کا بیان ہے: دشمنوں نے آپ کے خیموں کو تاراج کردیا اور آپ کی حرمت شکنی کی۔ (ج۲، ص ۲۳۲) شیخ مفیدؒ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ارشاد، ص ۲۴۲) سبط بن جوزی کا بیان ہے: دشمنوں نے آپ کی عورتوں اور بیٹیوں کی چادریں اتار کر انھیں برہنہ کردیا۔ (ص ۲۵۴)

چونکہ وہ ایک کم عقل و بے خرد انسان تھا للہذا اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور عمر بن سعد کے خیمہ کے پاس آکر باآواز بلند چلایا:

أوقر رکابی فضۃ وذھباً

أنا قتلت الملک المحجّبا

قتلت خیر الناس أمّاً و أباً

وخیر ھم اذ ینسبون نسباً (۱)

میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دو کیونکہ میں نے شاہوں کے شاہ کو تمہارے لئے قتل کردیا، میں نے اسے قتل کیا جو ماں باپ کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بہتر انسان تھے اور جب نسب کی بات آئے تو ان کا نسب سب سے اچھا ہے۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے کہا: اس کو میرے پاس لاؤ۔ جب اسے ابن سعد کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنی چھڑی سے مار کر اس سے کہا: اے دیوانہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا مجنوں ہے کہ کبھی صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ تو کیسی باتیں کر رہا ہے کیا تجھے اس قسم کی باتیں کرنی چاہیے؟ خدا کی قسم اگر تیری ان باتوں کو ابن زیاد نے سن لیا تو تیری گردن اڑادے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

ادھر شمر بن ذی الجوشن جو پیدلوں کی فوج کے ہمراہ خیموں کی تاراجی میں مشغول تھا خیموں کو لوٹتے ہوئے علی بن الحسینؑ اصغر کی طرف پہنچا جو بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے اس وقت پیدلوں کی فوج جو اس کے ہمراہ تھی، میں سے ایک نے کہا کیا ہم اسے قتل نہ کردیں؟ حمید بن مسلم کہتا ہے: میں نے کہا سبحان اللہ! کیا ہم بچوں کو بھی قتل کریں گے؟ یہ بچہ ہی تو ہے!(۲)

۱۔ابوالفرج نے اس کی روایت کی ہے۔(ص۸۰، طبع نجف، تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۴، نجف و مروج الذہب، مسعودی، ج۳، ص ۷۰ (

۲۔ طبری نے اپنی کتاب "ذیل المذیل" میں بیان کیا ہے: علی بن حسینؑ اصغر اپنے بابا کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت آپ ۲۳، سال کے تھے اور بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے۔ جب حسین(علیہ السلام) شہید ہو گئے تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا: تم لوگ اسے قتل کردو! تو اسی کے لشکریوں میں سے ایک نے کہا: سبحان اللہ! ایک ایسے نوجوان کو قتل کروگے جو مریض ہے اور تم سے لڑ بھی نہیں رہا ہے پھر عمر بن سعد آگیا اور اس نے کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی تم میں سے نہ تو ان عورتوں کو نقصان پہنچائے، نہ ہی اس مریض کو۔(ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیمی) اسی سے ملتی جلتی بات شیخ مفیدؒ نے لکھی ہے۔(ص ۲۴۴، تذکرہ، ص ۲۵۶،۲۵۸، طبع نجف (
اسی اثناء میں عمر بن سعد وہاں پہنچ گیا اور اس نے کہا آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی اس نوجوان مریض کو کسی بھی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی کسی بھی صورت میں عورتوں کے خیموں میں داخل ہوگا۔ اور جس نے جو مال واسباب لوٹا ہے وہ فوراً انھیں لوٹا دے لیکن کسی نے شمہ برابر بھی کچھ نہ لوٹایا۔
پھر عمر بن سعد نے عقبہ بن سمعان کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے جواب دیا: میں ایک زر خرید غلام ہوں تو عمر بن سعد نے اسے بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح سپاہ حسینی میں اس غلام کے علاوہ کوئی اور زندہ باقی نہ بچا۔(۱ (

۱۔اس کے علاوہ چند افراد ہیں اور جو زندہ بچے ہیں۔ ۱۔ مرقع بن ثمامہ اسدی آپ اپنے زانوں پر بیٹھ کر تیر پھینک رہے تھے تو ان کی قوم کا ایک گروہ ان کے سامنے آیا اور ان لوگوں نے اس سے کہا: تو امان میں ہے ہماری طرف چلا آتو وہ چلا آیا۔ جب عمر بن سعد ان لوگوں کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس آیا اور اس شخص کی خبر سنائی تو ابن زیاد نے اسے شہر" زرارہ" شہر بدر کردیا جو عمان کے خلیج میں ایک گرم سیر علاقہ ہے۔ اس جگہ ان لوگوں کو شہر بدر کیا جاتا تھا جو حکومت کے مجرم ہوتے تھے۔
۲۔اس سے قبل ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا واقعہ گزر چکا ہے کہ وہ اپنی شرط کے مطابق امام علیہ السلام سے اجازت لے کر آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ قتل سے بچ جانے والوں میں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں۔ اس سلسلے میں ابو مخنف کے الفاظ یہ ہیں کہ علی بن الحسینؑ اپنی صغر سنی کی وجہ سے بچ گئے اور قتل نہ ہوئے۔(طبری، ج۵، ص۴۶۸) اسی طرح امام حسن کے دو فرزند حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بھی صغر سنی کی وجہ سے چھوڑ دئے گئے اور قتل نہیں ہوئے(طبری، ج۵، ص۴۶۹) لیکن عبداللہ بن حسن شہید ہو گئے۔(طبری، ج۵، ص۴۶۸) ابوالفرج کا بیان ہے: حسن بن حسن بن علی زخموں کی وجہ سے سست ہو گئے تو انھیں اٹھا کر دوسری جگہ چھوڑ دیا گیا۔(ص۱۷۹، طبع نجف (

Presented by Ziaraat.Com

پامالی

Presented by Ziaraat.Com

پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ تم میں سے کون آمادہ ہے جو لاش حسینؑ پر گھوڑے دوڑائے۔اس کے جواب میں دس(۱۰) آدمیوں نے آمادہ گی کا ظہار کیا جن میں اسحاق بن حیوۃ حضرمی اور احبش بن مرثد حضرمی قابل ذکر ہیں۔یہ دس افراد آئے اور اپنے گھوڑوں سے امام حسینؑ کی لاش کو روندڈالا یہاں تک کہ آپ کے سینہ اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں(۱) پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے کشتوں کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کر دیا اور اسی دن خولی بن یزید کے ہاتھوں امام علیہ السلام کا سر عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔جب وہ محل تک پہنچا تو دیکھا محل کا دروازہ بند ہے لہذا اپنے گھر آیا اور اس سر مقدس کو اپنے گھر میں ایک طشت میں چھپادیا(۲) جب صبح ہوئی تو سر کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔

۱۔اسحاق بن حیوۃ حضرمی سفید داغ کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور مجھے خبر ملی ہے کہ احبش بن مرثد حضرمی اس کے بعد کسی جنگ میں کھڑا تھا کہ پچھم کی طرف سے ایک تیر آیا(پتہ نہیں چلا کہ تیر انداز کون ہے) اور اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔پامالی کی روایت کو ابوالفرج نے ص ۷۹ پر تحریر کیا ہے۔اس طرح مروج الذہب، ج۳، ص ۷۲، ارشاد، ص ۲۴۲، طبع نجف اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۴ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی پشت پر سیاہ نشانات دیکھے اور اس کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے کہا: آپ رات کو اپنی پیٹھ پر کھانا رکھ کر مدینہ کے مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔پسر سعد نے اس عظیم شقاوت کا ارتکاب ابن زیاد کے قول کی پیروی کرتے ہوئے کیا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا جب حسین قتل ہو جائیں تو گھوڑے دوڑا کر ان کے سینہ اور پیٹھ کو روندڈالنا کیونکہ یہ دوری پیدا کرنے والے اور جدائی ڈالنے والے ہیں، بڑے ظالم اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہیں میری آرزو یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد انھیں کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں انھیں قتل کر دوں تو ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں۔(طبری، ج۵، ص ۴۱۵(

....

۲۔ھشام کا بیان ہے: مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی ہے اور انہوں نے ''نوار بنت مالک بن عقرب'' جو ''حضرمی''قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی(خولی کی بیوی تھی) سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہے: خولی امام حسین علیہ السلام کے سر کو لے کر گھر آیا اور اسے گھر میں ایک طشت کے اندر چھپا کے رکھ دیا پھر کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بستر پر آگیا تو میں نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ تیرے پاس کیا ہے؟اس نے جواب دیا:'' جئتکِ بغنی الدھر، ھذا رأس الحسین معک فی الدار'' میں تیرے لئے دنیا اور روزگار کی بے نیازی لے کر آیا ہوں یہ حسین کا سر ہے جو تیرے ساتھ گھر میں ہے۔یہ سن کر میں نے کہا:'' ویلک جاء الناس بالذھب والفضۃ وجئت برأس ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ(وآلہ) وسلم، لا واللہ لا یجمع رأسی ور أسک بیت أبداً'' وائے ہو تجھ پر! لوگ سونا اور چاندی لے کر آتے ہیں اور تو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لے کر آیا ہے، نہیں خدا کی قسم اس گھر میں آج کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

کبھی بھی میرا اور تیرا سر یکجا نہیں ہو گا۔ پھر اپنے بستر سے اتری اور کمرے سے باہر آئی اور گھر کے اس حصہ میں گئی جہاں وہ سر موجود تھا اور بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔ خدا کی قسم میں دیکھ رہی تھی کہ مسلسل ستون کی طرح ایک نور آسمان تک اس طشت کی طرف چمک رہا ہے اور ایک سفید پرندہ اس کے ارد گرد پرواز کر رہا ہے۔(. طبری، ج۵، ص۴۵۵)

اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

امام علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے پاس

دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد

عبداللہ بن عفیف کا جہاد

Presented by Ziaraat.Com

اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

روز عاشورا اور اس کی دوسری صبح تک عمر بن سعد نے کربلا میں قیام کیا(۱)اور حکم دیا کہ بقیہ شہداء کے بھی سر و تن میں جدائی کر دی جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور بہتر سروں کو(۲) شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہاتھوں کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ سب کے سب وہاں سے چلے اور ان مقدس سروں کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پھر اس نے حمید بن بکیر احمری(۳) کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کرے کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ وہ اپنے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں، بہنوں، بچوں اور مریض و ناتواں علی بن حسین (علیہ السلام) کو بھی لے کر چلا۔(۴(

۱۔ ارشاد میں یہی مرقوم ہے۔(ص ۲۴۳ (

۲۔ ارشاد، ص ۲۴۳ لیکن سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ۹۲ سر تھے(ص ۲۵۶) شاید سبعین اور تسعین میں تصحیف ہو گئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سبط بن جوزی کا بیان ہے: "کانت زیادہ علی سبعین رأساً" سروں کی تعداد ستر (۷۰) سروں سے زیادہ تھی۔(ص ۲۵۹، طبع نجف (

۳۔ یہ شخص ابن زیاد کے محافظوں میں تھا۔ اسی کو ابن زیاد نے قاضی شریح کے ہمراہ اس وقت نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا جب وہ ہانی کو دیکھنے گیا تھا اور ان کے قبیلے کو باخبر کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا کہ ہانی صحیح و سالم ہیں۔ شریح یہ کہا کرتا تھا خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کے قبیلے والوں کو وہ باتیں بتا دیتا جس کا حکم ہانی نے مجھے دیا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۲۶۸ (

۴۔ طبری، ج۵، ص ۴۵۳۔۴۵۵، مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قرّہ بن قیس تمیمی کا بیان ہے کہ میں زینب بنت علی کو اس وقت فراموش نہیں کر سکتا جب وہ اپنے بھائی کے خون آلودہ جسم کے پاس سے گزر رہی تھیں اور یہ فریاد کر رہی تھیں: " یا محمداہ! یا محمداہ صلی علیک ملائکۃ السماء، ھذا الحسین بالعراء مرمل بالدماء مقطع الأعضاء، یا محمداہ! وبناتک سبایا، وذریتک مقتلۃ تسفی علیھا الصبا "!

اے (نانا) محمد اے (نانا) محمد! آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے نماز پڑھی، لیکن یہ حسین ہیں جو اس دشت میں خون میں غلطاں ہیں، جسم کا ہر عضو ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ (اے جد بزرگوار) اے محمد! (ذرا دیکھئے تو) آپ کی بیٹیاں اسیر ہیں اور آپ کی پاک نسل اپنے خون میں نہائے سو رہی ہے جن پر باد صبا چل رہی ہے۔ خدا کی قسم زینبؑ نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا(۱) اور مخدرات عصمت آہ و فریاد کرنے لگیں اور اپنے چہروں پر طمانچے لگانے لگیں۔(۲) حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے ایک دن(۳) بعد محلہ غاضریہ میں رہنے والے بنی اسد نے آپ لوگوں کے جسم کو سپرد لحد کیا۔(۴)

امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے دربار میں

حمید بن مسلم کا بیان ہے: عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور اپنے گھر والوں کے پاس مجھے روانہ کیا تاکہ میں ان لوگوں کو خوش خبری دوں کہ اللہ نے اسے سلامتی کے ساتھ فتحیاب کیا۔ میں آیا اور اس کے گھر والوں کو اس سے باخبر کیا۔ پھر میں پلٹ کر محل آیا تو دیکھا کہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور اس وقت وہ لوگ جو سروں

۱۔ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۲۵۶)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زہیر عبسی نے قرہ بن قیس تمیمی سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۵)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۳، ۴۵۵)

۴۔ شیخ مفیدؒ نے ارشاد، ص ۲۴۳ و ص ۲۴۹ پر اسی طرح مسعودی نے مروج الذہب، ج۳، ص ۷۲ پر لکھا ہے: مشہور یہ ہے کہ شہادت کے تین دن بعد دفن کئے گئے اور یہ دفن کی انجام دہی امام سجاد علیہ السلام کی موجودگی میں ہوئی ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ علی بن حمزہ کا مناظرہ اس پر گواہ ہے۔ مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۴۱۵ کی طرف رجوع کریں۔

کو لے کر کربلا سے چلے تھے گروہ گروہ اس کے پاس آرہے ہیں۔ قبیل� ۂ کندہ ۱۳ سروں کے ہمراہ آیا جس کا سربراہ قیس بن اشعث تھا۔ ہوازن ۲۰ سروں کے ہمراہ آئے جن کا سربراہ شمر بن ذی الجوشن تھا۔ قبیلۂ تمیم ۱۷ سروں کے ساتھ وارد ہوا، بنی اسد ۶ سروں کے ہمراہ، مذحج ۷ سر اور بقیہ ۷ سر لے کر وارد ہوئے۔ اس طرح ستر (۷۰) سر ہو گئے۔ وہ سب کے سب عبید اللہ کے پاس آئے اور عام لوگوں کو بھی دربار میں آنے کی اجازت ملی تو داخل ہونے والوں کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔ میں نے دیکھا امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ چھڑی سے دونوں دانتوں کے درمیان آپ کے لبوں سے بے ادبی کر رہا ہے۔ جب زید بن ارقم(۱) نے اسے دیکھا اور غور کیا کہ وہ اپنی شقاوتوں سے باز نہیں آرہا ہے اور چھڑی سے دندان مبارک کو چھیڑے جا رہا ہے تو انھوں نے ابن زیاد سے کہا: " أعل بھذا القضیب عن ھاتین الشفتین فوالذي لا الہ غیرہ لقد رأیت شفتي رسول اللہ

Presented by Ziaraat.Com

صلی اللہعلیہ وآلہ وسلم علی ھاتین الشفتین یقبلھما!''اس چھڑی کوان دونوں لبوں سے ہٹالے، قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوخود دیکھاہے کہ آپ اپنے دونوں لبوں سے ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

پھروہ ضعیف العمر صحاب�ٔ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیخ مار کر رونے لگاتوابن زیاد نے کہا: خداتمہاری آنکھوں کو گریاں رکھے!اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل فاسداور تو بے عقل وبے خرد نہ ہو گیاہوتاتومیں تیری گردن اڑادیتا۔یہ سن کرزید بن ارقم وہاں سے اٹھے اور فوراًباہر نکل گئے۔ (۲)

۱۔اہل کوفہ سے مخاطب ہوکرروزعاشوراامام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے ذیل میں ان کے احوال گزرچکے ہیں۔سبط بن جوزی نے بخاری سے اور انھوں نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب حسینؑ کاسرابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا گیاتواس نے آپ کے لبوں پر چھڑی مارنا شروع کیا۔اس وقت وہاں پرانس بن مالک موجود تھے،وہ رونے لگے اور کہا: یہ رسول خداسے سب سے زیادمشابہ تھے۔(ص۲۵۷ (

۲۔شیخ مفیدؒ نے ارشاد، ص۲۴۳پراس کی روایت کی ہے۔

نکلتے وقت وہ یہی کہے جارہے تھے:''ملک عبد عبداًفاتخذھم تلداً! أنتم یامعشرالعرب العبید بعدالیوم قتلتم ابن فاطمہ وأمرتم بن مرجانۃ! فھویقتل خیارکم ویستعبد شرارکم فرضیتم بالذل! فبعداًلمن رضي بالذل!'' (۱) ایک غلام نے دوسرے غلام کو تخت حکومت پر بٹھایااوران لوگوں نے تمامچیزوں کواپنابنالیا۔ اے گروہ عرب آج کے بعدتم لوگ غلام ہوکیونکہ تم نے فرزندفاطمہ کوقتل کردیااور مرجانہ کے بیٹے کواپنا امیر بنالیا۔وہ تمہارے اچھوں کوقتل کرے گااور تمہارے بروں کوغلام بنالے گا،تم لوگ اپنی ذلت ورسوائی پرراضی وخوشنود ہو،براہواس کاجورسوائی پرراضی ہوجائے۔راوی کابیان ہے کہ جب زید بن ارقم باہر نکلے اور لوگوں نے ان کی گفتارسنی توکہنے لگے: خداکی قسم زید بن ارقم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگرابن زیاداسے سن لے توانھیں قتل کردے گا۔

۱۔سبط بن جوزی نے ص۲۵۷پراس کی روایت کی ہےاور وہاں اضافہ کیاہے کہ زید بن ارقم نے کہا: اےابن زیاد! میں اس حدیث سے زیادہ سنگین حدیث تجھ سے بیان کررہاہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کواس حال میں دیکھاکہ حسن کواپنے داہنے زانوپراور حسین کواپنے بائیں زانو پر بٹھائے ہوئے تھےاوراپنے ہاتھ کوان کے سرپررکھ کرفرمارہے تھے:'' اللھم انی استودعک ایاھماوصالح المومنین'' خدایا! میں ان دونوں کواوران کے باپ صالح المومنین کوتیری امانت میں سپردکررہاہوں'' فکیف کان ودیعہ رسول اللہصلی اللہعلیہ وآلہ وسلم عندک یابن زیاد؟'' اےابن زیاد! پیغمبر خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امانت تیرے پاس کس طرح موجودہے؟سبط بن جوزی نے پھربیان کیاکہ ہشام بن محمد کابیان ہے: جب ابن زیاد کے سامنے حسین علیہ السلام کاسررکھاگیاتوکاہن اورپیشنگوئی کرنے والوں نے اس سے کہا: اٹھواوراپنے قدم ان کے منہ پررکھو،وہ اٹھااوراس نے اپنے قدم آپ کے دہن مبارک پررکھ دیا،پھرزید بن ارقم سے کہا: تم کیسادیکھ رہے ہو؟توزید بن ارقم نے کہا: خداکی قسم میں نے رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کووہاں اپنے لب رکھتے دیکھاہے جہاں تونے قدم رکھاہے۔سبط بن جوزی کاپھربیان ہے کہ شعبی نے کہا:ابن زیاد کے پاس قیس بن عباد موجود تھا

Presented by Ziaraat.Com

؛ابن زیاد نے اس سے کہامیرے اور حسین علیہ السلام کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے؟اس نے جواب دیا: قیامت کے دن ان کے جد، والد اور ان کی والدہ آکران کی شفاعت کریں گے اور تمہارا دادا، باپ اور تمہاری ماں آکر تمہاری سفارش کریں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد غضب ناک ہو گیا اور اسے دربار سے اٹھادیا۔ سبط بن جوزی ہی نے طبقات ابن سعد سے روایت کی ہے کہ صاحب طبقات بن سعد کا بیان ہے: ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے خبیث تو نے فرزند رسول اللہ کو قتل کیا ہے؛ خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھ پائے گا۔(تذکرہ، ص ۲۵۹ والکامل فی التاریخ، ج۴، ص ۲۶۵)

دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد

جب امام حسین علیہ السلام کی بہنیں، خواتین اور بچے عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں پہنچے تو زینب بنت فاطمہ بہت ہی معمولی لباس پہنے ہوئے تھیں اور غیر معروف انداز میں دربار میں وارد ہوئیں۔ کنیزیں اور خواتین آپ کو چاروں طرف سے اپنی جھرمٹ میں لئے تھیں تا کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے پھر آپ انھیں کے درمیان بیٹھ گئیں۔ عبید اللہ بن زیاد نے پوچھا: یہ بیٹھی ہوئی خاتون کون ہے؟آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے تین بار اس سوال کی تکرار کی اور تینوں بار آپ نے اس سے تکلم نہیں کیا پھر آپ کی بعض کنیزوں نے کہا کہ یہ زینبؑ بنت فاطمہؑ ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا: '' الحمد للہ الذی فضحکم و قتلکم وأکذب أحدوثتکم!''شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو ذلیل کیا، قتل کیا اور تمہاری باتوں کو جھوٹا ثابت کیا! زینب کبریٰ نے جواب دیا:'' الحمد للہ الذی أکرمنا بمحمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وطھّرنا تطھیرا لا کما تقول أنت انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر''شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلے سے عزت وکرامت عطا فرمائی اور ہمیں اس طرح پاک وپاکیزہ رکھا جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق تھا؛ ایسا نہیں ہے جیسا تو کہہ رہا ہے، بے شک ذلیل فاسق ہے اور جھوٹ فاجر کا ثابت ہوتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا:'' کیف رأیت صنع اللہ باھل بیتک؟'' اپنے اہل بیت کے سلسلے میں اللہ کے سلوک کو کیسا محسوس کیا؟

زینب(علیہا السلام) نے جواب دیا:'' کتب علیھم القتل فبرزوا الی مضاجعھم، وسیجمع اللہ بینک و بینھم فتحاجون الیہ وتخاصمون عندہ'' (۱) خداوند عالم نے اپنی راہ میں افتخار شہادت ان کے لئے مقرر کر دیا تھا تو ان لوگوں نے راہ حق میں اپنی جان نثار کر دی، اور عنقریب خدا تجھے اور ان کو یکجا اور تمہیں ان کے مدمقابل لا کر کھڑا کرے گا تو وہاں تم اس کے پاس دلیل پیش کرنا اور اس کے نزدیک مخاصمہ کرنا۔

۱۔ شیخ مفیدؒ نے ارشاد ص ۲۴۳ پر یہ روایت بیان کی ہے۔ اسی طرح سبط ابن جوزی نے تذکرہ، ص ۲۵۸۔۲۵۹، طبع نجف میں یہ روایت بیان کی ہے۔

ابن زیاد رسوا ہو چکا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہٰذا وہ غضبناک اور ہیجان زدہ ہو کر بولا:'' قد أشفی اللہ نفسي من طاغیتک والعصاۃ المردۃ من أھل بیتک!''خدا نے تمہارے طغیان گر بھائی اور تمہارے خاندان کے سرکش باغیوں کو قتل کر کے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا۔

یہ سن کر فاطمہ کی لخت جگر رونے لگیں پھر فرمایا:'' لعمری لقد قتلت کھلي وأبرت اھلي وقطعت فرعي واجتثثت أصلي! فان یشفیک ھذا فقد اشتفیت!''قسم ہے میری جان کی تو نے ہمارے خاندان کے بزرگ کو قتل کیا ہے، ہمارے عزیزوں کے خون کو زمین پر بہایا، ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، اگر اس سے تجھے خوشی ملی ہے تو خوش ہو لے۔

عبید اللہ بن زیاد احساس شکست کرتے ہوئے بولا: یہ تو بڑی قافیہ باز عورت ہے۔(۱) میری جان کی قسم تیرا باپ بھی قافیہ باز شاعر تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کے جواب میں زینب سلام اللہ علیہانے فرمایا: عورت کو قافیہ بازی سے کیا مطلب! ہمیں اس کی فرصت ہی کہاں ہے لیکن یہ دل کا درد اور اندوہ ہے جو زبان پر جاری ہو گیا۔

پھر ابن زیاد نے علی بن حسین علیہما السلام کی طرف نگاہ کی اور آپ سے بولا: تمہارا نام کیاہے ؟(۲) امام علی بن الحسین(زین العابدین) نے جواب دیا: ''أنا علی بن الحسین'' میں علی فرزند حسین ہوں۔

ابن زیاد نے کہا: کیا اللہ نے حسین کے بیٹے علی کو قتل نہیں کیا؟

یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے تو ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے، بولتے کیوں نہیں؟

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی تھا جنہیں دشمنوں نے قتل کر دیا۔

ابن زیاد نے کہا: اسے اللہ ہی نے قتل کیا ہے. یہ سن کر پھر آپ خاموش ہو گئے تو ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں نہیں؟

ا۔ طبری میں کلمہ شجاعۃ و شجاعا آیا ہے یعنی بڑی بہادر خاتون ہے لیکن شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں وہی لکھا ہے جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔(ص ۲۴۲، طبع نجف) اور گفتگو کے سیاق و سباق سے یہی مناسب بھی ہے۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۵۶۔۴۵۷(

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا(ا) وما کان لنفس أن تموت الا باذن اللہ'' (۲) خداوند متعال لوگوں کے مرتے وقت ان کی روحیں (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور بغیر حکم خدا کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا۔

ابن زیاد خجل ہو کر بولا: خدا کی قسم تو بھی انھیں میں کا ایک ہے، پھر اپنے دربار کے ایک جلاد مری بن معاذ احمری سے کہا: وائے ہو تجھ پر اس کو قتل کر دے، یہ سنتے ہی آپ کی پھوپھی زینب آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا:'' یابن زیاد! حسبک منّا أماروبت من دمائنا؟ وھل أبقیت منا أحداً واعتنقتہ وقالت: أسالک باللہ ان کنت مومنا۔ ان قتلتہ لما قتلتني معہ! '' اے ابن زیاد! کیا ہمارے خاندان کی اس قدر تاراجی تیرے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا تو ہمارے خون سے ابھی تک سیراب نہیں ہوا؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی باقی رکھا ہے، پھر آپ نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا: تجھ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تجھ میں ایمان کی بو باس ہے اور اگر تو انھیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔

علی بن الحسین علیہ السلام نے آواز دی: ''ان کانت بینک و بینھن قرابۃ فابعث معھنّ رجلاً تقیاً یصحبھُنَّ بصحبۃ الاسلام'' اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اگر تیرے اور ان کے درمیان کوئی قرابت باقی ہے تو انھیں کسی متقی مرد کے ساتھ مدینہ روانہ کر دے۔

پھر ابن زیاد نے جناب زینبؑ اور امام سجادؑ کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بولا: تعجب ہے اس رشتہ داری اور قرابتداری پر، خدا کی قسم یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں تو اس کے ساتھ اس کو بھی قتل کر دوں! اس جوان کو چھوڑ دو۔(۳) و(۴(

پھر ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر نصب کر دیا اور کوفہ میں اسے گھمایا جانے لگا۔(۵(

ا۔ سورۂ زمر، آیت ۴۲

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۵

۳۔ ابو مخنف کہتے ہیں: سلیمان بن ابی راشد نے مجھ سے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۵۷)

....

۴۔ طبری نے ذیل المذیل میں بیان کیا ہے: علی بن الحسین جو (کربلا میں شہید ہونے والے علی بن الحسین سے) چھوٹے تھے نے فرمایا: جب مجھے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: : علی بن الحسین تو اس نے کہا: کیا علی بن الحسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا: میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، دشمنوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا! میں نے کہا: " اللہ یتوفی الأنفس حین موتھا" یہ سن کر اس نے میرے قتل کا حکم نافذ کر دیا تو زینب بنت علی علیہما السلام نے کہا: اے ابن زیاد! ہمارے خاندان کا اتنا ہی خون تیرے لئے کافی ہے! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اگر انھیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے! یہ سن کر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ طبری نے ابن سعد (صاحب طبقات) سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے باپ شعیب سے اور انھوں نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ نے صبح کس حال میں کی؛ خدا آپ کو صحیح و سالم رکھے! انھوں نے جواب دیا: میں نے اس شہر میں تجھ جیسا بوڑھا اور بزرگ نہیں دیکھا جسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہماری صبح کیسی ہوئی! اب جب کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم میں اسی طرح صبح کی جس طرح فرعون کے زمانے آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل نے صبح کی۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہمارے بزرگ اور سید و سردار علی بن ابیطالبؑ نے اس حال میں صبح کی کہ لوگ ہمارے دشمن کے دربار میں مقرب بارگاہ ہونے کے لئے منبروں سے ان پر سب و شتم کر رہے تھے۔ (اے منہال) قریش نے اس حال میں صبح کی کہ سارے عرب پر وہ صاحب فضیلت شمار ہو رہے تھے کیونکہ محمدؐ ان میں سے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کی کوئی چیز نہ تھی اور سارے عرب اس فضیلت کے معترف تھے اور سارے عرب تمام غیر عرب سے صاحب فضیلت شمار کئے جانے لگے کیونکہ محمدؐ عربی ان میں سے تھے؛ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سارے عجم ان کی اس فضیلت کے معترف تھے۔ اب اگر عرب سچ بولتے ہیں کہ انھیں عجم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ان میں سے تھے اور اگر قریش سچے ہیں کہ انھیں عرب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ان میں سے ہیں تو اس اعتبار سے ہم اہل بیت ہیں اور ہمیں قریش پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ہمارے ہیں لیکن ہم لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ہمارے حق کو چھین لیا گیا اور ہمارے حقوق کی کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ ہمارا روزگار اور ہماری زندگی ہے، اگر تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی تو ہم نے اس حال میں صبح کی۔

ابن سعد کا بیان ہے: مجھے عبدالرحمن بن یونس نے سفیان سے اور اس نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے خبر نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: علی بن الحسین (علیہ السلام) نے ۵۸ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی بن الحسین کربلا میں اپنے باپ کے ہمراہ ۲۳ یا ۲۴ سال کے تھے۔ لہٰذا کہنے والے کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ وہ بچہ تھے اور ابھی ان کے چہرے پر ڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی؛ لیکن وہ اس دن مریض تھے لہٰذا جنگ میں شرکت نہیں کی۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کو ڈاڑھی تک نہ آئی ہو جب کہ ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن علی (علیہما السلام) دنیا میں آچکے تھے۔(ذیل

Presented by Ziaraat.Com

المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف بحوالہ طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۱۱۔ ۲۱۸ وارشاد، ص ۲۴۴) سبط بن جوزی نے اصل خبر کو بطور مختصر بیان کیا ہے۔(ص ۲۵۸، طبع نجف(

۵۔ابو مخنف نے اس طرح روایت کی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ۴۵۹ (

عبداللہ بن عفیف کا جہاد

مسجد میں نماز جماعت کا اعلان ہوا لوگ آہستہ آہستہ مسجد آعظم میں جمع ہونے لگے۔ابن زیاد منبر پر گیا اور بولا: " الحمد للہ الذي أظھر الحق و أھلہ ونصر أمیر المومنین یزید بن معاویہ وحزبہ وقتل الکذّاب ابن الکذّاب الحسین بن علي وشیعتہ " حمد وثنا اس خدا کی جس نے حق اور اس کے اہل کو آشکار کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد و نصرت فرمائی اور کذاب بن کذاب حسین بن علی اور اس کے پیروؤں کو قتل کیا۔

ابھی ابن زیاد اپنی بات تمام بھی نہ کر پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی غامدی اس کی طرف بڑھے۔آپ علی کرم اللہ وجھہ کے پیروؤں میں شمار ہوتے تھے۔آپ رات تک مسجد سے جدا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہیں عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔(۱) جب آپ نے ابن زیاد کی بات سنی تو فرمایا: " ان الکذّاب وابن الکذّاب أنت و أبوک، والذی ولاّک وابوہ یابن مرجانۃ(۲) أتقتلون أبناء النبیین وتتکلمون بکلام الصدیقین ! " جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو اور تیرا باپ ہے اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایا اور اس کا باپ ہے، اے مرجانہ کے بیٹے ! کیا تم لوگ انبیاء کے فرزندوں کو قتل کرکے راست بازوں جیسی بات کرتے ہو !

یہ سن کر ابن زیاد پکارا: اسے میرے پاس لاؤ ! یہ سنتے ہی اس کے اوباش سپاہی آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کو پکڑ لیا۔یہ دیکھ کر آپ نے قبیلہ " ازد " کو آواز دی: " یامبرور " اے نیکوکار ! یہ سن کر قبیلہ

۱۔جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ نبرد آزمائی میں آپ کی بائیں آنکھ جاتی رہی۔جنگ صفین میں کسی نے آپ کے سر پر ایک وار کیا اور پھر دوسرا اور آپ کی ابروؤں پر کیا جس سے آپ کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔(طبری، ج ۵، ص ۴۵۸، ارشاد، ص ۲۴۴) اور سبط بن جوزی نے اس خبر کو بطور مختصر ذکر کیا ہے۔(ص ۲۵۹ (

۲۔مرجانہ فارسی کے " مہرگانہ " سے معرب ہے۔یہ ابن زیاد کی ماں ہے۔یہ ایک قسم کی گالی تھی۔کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے شہر خوزستان کی رہنے والی تھی۔

"ازد" کے جوان آگے بڑھے اور آپ کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالا اور آپ کے گھر پہنچا دیا۔(۱(

ماحول ٹھنڈا ہو گیا تو ابن زیاد نے پھر آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور جب آپ کو گرفتار کر لیا تو قتل کرکے آپ کو کوفہ کے مقام سبخہ پر لٹکانے کا حکم دیا لہٰذا آپ کی لاش وہیں پر لٹکی رہی۔(۲(

Presented by Ziaraat.Com

۱۔اس وقت عبدالرحمن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھا تھا۔اس نے کہا: وائے ہو! تونے خود کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں مبتلا کردیا۔(طبری،ج۵،ص۴۵۹) یہ ابو مخنف کے باپ کے چچاہیں کیونکہ ان کے بھائی سعید ابو مخنف کے داداہیں۔اس سے پہلے انھوں نے صفین میں شرکت کی ہے اور معاویہ کی غارت گریوں کا مقابلہ کیا ہے جیسا کہ طبری نے ج۵،ص۱۳۳پر ذکر کیا ہے۔

۶۶ھ میں مختار کے قیام کے وقت یہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے ہمراہ تھے جو ابن زبیر کی جانب سے کوفہ کا والی تھا۔عبداللہ بن مطیع نے ان کو ایک لشکر کے ساتھ جبانۃ الصائدین تک روانہ کیا۔(طبری،ج۶،ص۹۱۸) یہ ان مشیروں میں سے ہیں جو اسے مشورہ دیا کرتے تھے کہ کوفہ سے حجاز چلا جائے۔(ج۶،ص۳۱) یہ مختار پر خروج کو ناپسند کرتے تھے لیکن جب اصرار ہوا تو خروج کرنے والوں کے ساتھ نکل پڑے(طبری،ج۶،ص۴۴)تو وہاں فرات پر جنگ کی یہاں تک کہ ناتواں ہوگئے تو لوگ انہیں اٹھالے گئے(طبری،ج۶،ص۵۱) پھر بصرہ ہیں یہ ان لوگوں کے ہمراہ جو اشراف کوفہ میں سے نکلے تھے مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگئے۔(ج۶،ص۵۹)مصعب نے انہیں کوفہ روانہ کردیا۔یہ ۶۷ھ کی بات ہے۔مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے مدعو کریں اور لوگوں کو مصعب کی طرف لے جائیں۔(ج۶،ص۹۶) مختار سے جنگ میں یہ مصعب کے ساتھ تھے۔(ج ۶،ص۱۰۴) ۷۴ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں والی بصرہ بشر بن مروان کی طرف سے " ازارقہ" کے خوارج سے جنگ کی تھی(ج۶ ،ص۱۹۷) اور انھیں کازرون تک بھگادیا تھا۔ان لوگوں نے خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ کچھ لوگوں کے علاوہ ان کے سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے پس یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ۷۵ھ میں قتل کردئے گئے۔(ج۶،ص ۲۱۲ (

۲۔یہ حمید بن مسلم کا بیان ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۵۸(

Presented by Ziaraat.Com

شہداء کے سر اور اسیروں کی شام کی طرف روانگی

شہداء کے سر اور اسیروں کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے زخر بن قیس(۱) کو آواز دی۔اس کے ہمراہ "ابو بردہ بن عوف ازدی" اور " طارق بن ظبیان ازدی" بھی تھے۔اس نے ان لوگوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کردیا(۲) پھر امام حسین علیہ السلام کی خواتین اور بچوں کو چلنے کا حکم دیا اور علی بن حسین علیہ السلام کے لئے حکم دیا کہ ان کی گردن میں طوق و زنجیر ڈال دی جائے اور ان سب کو "محفز بن ثعلبہ عائذی قرشی" (۳) اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ روانہ کیا۔یہ دونوں اہل حرم کو لے کر چلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچ گئے۔(۴) جیسے ہی یہ سر یزید کے سامنے رکھے گئے اس نے کہا :

یفلّقن ھاماً من رجال أعزّة

علینا وھم کانوا أعقّ وأظلما(۵) و(۶)

ان مردوں کے سر دونیم کردئے جو ہمارے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہے وہ لوگ عامل جنایت اور ظلم کے خوگر تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۔زحر بن قیس جعفی کندی کاان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری،ج۵،ص۲۷۰) ۶۶ھ میں یہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف نبرد آزما تھا۔اس کی طرف سے یہ دشت کندہ کی طرف لشکر کا سربراہ بن کر گیا تھا۔(ج۶،ص۱۸) اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ یہ اور اس کا بیٹا فرات کے پاس کمزور ہو کر گر گئے۔(طبری،ج۶،ص۵۱) ۶۷ھ میں یہ مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ میں شریک تھا۔مصعب نے فوج کا سردار بنا کر اسے دشت ''مراد'' روانہ کیا۔(ج۶،ص۱۰۵ (
۷۱ھ میں عبدالملک نے عراق کے مروانیوں میں سے جن لوگوں کو خط لکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ان لوگوں نے اس خط کا مثبت جواب دیا اور مصعب کو چھوڑ دیا۔(طبری،ج۶،ص۱۵۶) ۷۴ھ میں خوارج سے جنگ میں یہ قبیلہ مذحج اور اسد کا سربراہ تھا۔(طبری،ج۶،ص۱۹۷) ۷۶ھ میں اس نے حجاج کی طرف رخ کیا اور اس کے ایک ہزار آٹھ سو کے رسالہ میں داخل ہو

....

گیا جو شبیب خارجی سے لڑنے جا رہا تھا۔اس نے شبیب سے خوب لڑائی لڑی لیکن آخر میں شبیب نے اسے مجروح کر کے گرا دیا اور یہ اسی مجروح حالت میں حجاج کے پاس پلٹ آیا۔(طبری،ج۶،ص۲۴۲) اس لعنۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں یہ آخری خبر ہے اس کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

۲۔ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباغ جذامی نے اپنے باپ کے حوالے سے اور اس نے غاز بن ربیعۃ جرشی حمیری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: خدا کی قسم میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثناء میں زحر بن قیس آیا اور یزید بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔یزید نے اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر تیرے پیچھے کیا ہے؟اور تیرے پاس کیا ہے؟اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین!آپ کے لئے خوشخبری ہے،اللہ نے آپ کو فتح دی اور آپ کی مدد کی۔ حسین بن علی(علیہما السلام)اپنے خاندان کے ۱۸ ؍اور اپنے چاہنے والے ۶۰ ؍افراد کے ساتھ ہماری طرف آئے۔ہم ان کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ تسلیم محض ہو جائیں اور امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کر لیں نہیں تو جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ان لوگوں نے تسلیم ہونے کے بجائے جنگ کو قبول کیا لہٰذا ہم نے طلوع خورشید سے ان پر حملہ شروع کیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔تلواریں ان کے سروں پر چمکنے لگیں اور وہ سب کے سب قتل کر دئے گئے۔اب وہاں ان کے بے سر جسم برہنہ پڑے ہیں،ان کے کپڑے خون سے آغشتہ،رخسار غبار آلود اور آفتاب کی تپش میں ان کا جسم ہے،ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور ان کے زائرین عقاب ہیں اور وہ وہیں تپتی ریتی پر پڑے ہیں ۔(طبری،ج۵،ص۴۶۰،ارشاد،ص۲۵۴،تذکرہ،ص۲۶۰(

۳۔۱۳ھ میں جنگ قادسیہ میں اور اس سے پہلے یہ موجود تھا اور اس سے ان اخبار کی روایت کی جاتی ہے۔(طبری،ج۳،ص۴۶۵۔۴۷۷،ارشاد، ص۲۵۴ (

۴۔یہ ابو مخنف کی روایت ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۵۹ (

۵۔یہ حصین بن ھمام مری کے مفضلیات قصائد میں سے ایک قصیدہ کا شعر ہے جیسا کہ دیوان حماسہ میں موجود ہے۔

۶۔ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صقعب بن زہیر نے یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۶۰،ارشاد،

Presented by Ziaraat.Com

ص ۲۴۶، طبع نجف، مروج الذہب، ج ۳، ص ۷۰ وتذکرۃ الخواص، ص ۲۶۲) سبط بن جوزی نے زہری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: جب شہداء کے سر آئے تو یزید جیرون کی تماشاگاہ پر موجود تھا، وہیں پر اس نے یہ اشعار کہے :

لما بدت تلک الحمول وأشرقت

تلک الشموس علی ربی جیرون

نعب الغراب فقلت نح اولا تنح

فلقد قضیت من الغریم دیونی

جب وہ قافلے آشکار ہوئے اور وہ خورشید جیرون کی بلندی پر چمکنے لگے تو کوے نے چیخنا شروع کیا؛ میں نے کہا: اب چاہے تو فریاد کر یا نہ کر؛ میں نے تو اپنے قرض دار سے اپنا حساب چکتا کر لیا ہے۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: تمام روایتوں میں یزید

یہ سن کر یحیٰ ابن حکم، مروان بن حکم (۱) کے بھائی نے کہا :

لھام بجنب الطّفّ أدنی قرابۃ

من ابن زیاد العبد ذي الحسب الوغل

سمیۃ أمسیٰ نسلھا عدد الحصی

وبنت رسول اللہ لیس لھا نسل

شہداء کی زیاد کے بے اصل ونسل بیٹے سے نزدیکی قرابت تھی، سمیہ کی نسل ریگزاروں کے برابر ہوگئی اور رسول اللہ کی بیٹی کی کوئی نسل باقی نہ بچی۔

یہ سن کر یزید بن معاویہ نے یحیٰ ابن حکم کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا: چپ رہ! (۲) پھر لوگوں سے یہ مشہور ہے کہ جب سر حسین اس کے سامنے آیا تو سارے اہل شام وہاں جمع تھے اور وہ چوب خیزران سے آپ کے سر کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا اور ابن زبعری کے اشعار پڑھ رہا تھا:

لیت أشیاخي ببدر شھدوا

جزع الخزرج من وقع الأسل

قد قتلنا القرن من ساداتھم

وعدلناہ ببدر فاعتدل

اے کاش! ہمارے وہ بزرگان ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے تو وہ شمشیر و نیزہ کے چلنے سے خزرج کی آہ وزاری کو مشاہدہ کرتے، ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر دیا اور بدر کا حساب بے باق کر لیا۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: شعبی نے اس کا اضافہ کیا ہے:

لعبت ھاشم بالملک فلا

خبر جاء ولا وحيٌ نزل

لست من خندف ان لم انتقم

Presented by Ziaraat.Com

من بنی أحمد ما کان فعل

بنی ہاشم نے تو حکومت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ تو کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی؛ فرزندان احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کام کیا اگر میں اس کا بدلہ نہ لوں تو خندف کی اولاد نہیں، پھر قاضی بن ابی یعلی نے احمد بن حنبل کے حوالے سے حکایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: اگر یہ خبر یزید کے سلسلے میں صحیح ہے تو وہ فاسق تھا اور مجاہد نے کہا: وہ منافق تھا۔(تذکرہ، ص ۲۶۱(

۱۔ یہ اپنے بھائی مروان بن حکم کے ہمراہ جنگ جمل میں بصرہ میں موجود تھا اور وہاں مجروح ہو گیا تو شکست کھا کر بھاگا یہاں تک کہ معاویہ سے ۳۷ھ میں ملحق ہو گیا۔(طبری، ج۵، ص ۵۳۵) ۷۵ھ میں اپنے بھائی کے لڑکے عبد الملک بن مروان کے زمانے میں مدینہ کا والی بن گیا۔(طبری، ج۶، ص ۲۰۲) ۷۸ھ تک اسی عہدہ پر باقی رہا پھر عبد الملک نے اسے ایک جنگ میں روانہ کیا۔(ج۶، ص ۳۲۱) اس کے سلسلے میں آخری خبر یہی ہے۔ ہاں اس نے اپنی بیٹی ام حکم کی شادی ہشام بن عبد الملک سے کر دی تھی۔(طبری، ج۷، ص ۱۷۶(

۲۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو جعفر عبسی نے ابو عمارہ عبسی سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۶۰) اغانی میں ابو الفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(ج ۱۲، ص ۷۴، ارشاد، ص ۲۴۶، طبع نجف) سبط بن جوزی نے ص ۲۶۲ پر حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: یزید نے حسین کے سر پر اس جگہ ضرب لگائی جہاں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لیا کرتے تھے اور پھر اس شعر سے تمثیل کی:

سمیۃ أمسی نسلها عدد الحصی

وبنت رسول اللہ لیس لها نسل

اے سمیہ تیری نسل تو عدد میں سنگریزوں کے مانند ہو گئی لیکن بنت رسول اللہ کی نسل باقی نہ بچی۔

کو آنے کی اجازت دی گئی۔ لوگ دربار میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حسینؑ کا سر یزید کے سامنے تھا اور یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے گلوئے مبارک کو چھیڑ رہا تھا۔

یہ حال دیکھ کر ابو برزہ اسلمی(۱) صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: کیا تو اپنی چھڑی سے حسینؑ کے گلوئے مبارک سے بے ادبی کر رہا ہے، خدا کی قسم تیری چھڑی اس گلوئے مبارک اور دہن مبارک سے متصل ہو رہی ہے جہاں میں نے بارہا رسول خداؐ کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا شفیع ابن زیاد ہو گا اور یہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے شفیع محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم ہوں گے۔

پھر ابو برزہ اٹھے اور دربار سے باہر آ گئے۔ ابو برزہ کی یہ گفتار ہند بنت عبد اللہ بن عامر بن کریز(۲) نے سن لی۔ یہ یزید کی بیوی تھی اس نے فوراً چادر اوڑھی اور باہر دربار میں نکل آئی اور کہا: اے امیر المومنین! کیا یہ حسینؑ ابن فاطمہ بنت رسول کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا ہاں! رسول اللہ کے نواسہ اور قریش کی بے نظیر و برگزیدہ شخصیت پر نالہ و شیون اور سوگواری کر و ابن زیاد نے ان کے سلسلے میں عجلت سے کام لیا اور انھیں قتل کر دیا، خدا اسے قتل کرے!

۱۔ فتح مکہ میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ عبد اللہ بن خطل مرتد کے قتل میں شریک تھے جس کے خون کو رسول خدا نے

Presented by Ziaraat.Com

مباح قرار دے دیا تھا۔(طبری،ج۳،ص ۶۰) ۲۰ھ میں مصر کی فتح میں یہ عمرو عاص کے ہمراہ تھے۔(طبری،ج۴،ص۱۱) آپ کے اعتراض کی خبر طبری نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے سے بھی نقل کی ہے جس کے راوی عمار دہنی ہیں۔(طبری،ج۵،ص۳۹۰) مسعودی نے مروج الذہب ج۳،ص ۷۱ پر روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: یزید اپنی چھڑی کو اٹھالے،خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے پھر بلاذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید کے سامنے جس نے یہ جملہ کہا وہ انس بن مالک تھے،پھر اس کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ انس کوفہ میں ابن زیاد کے پاس تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔(ص ۲۶۲،طبع نجف(

۲۔عثمان نے انہیں سجستان سے کابل روانہ کیا تھا تو اس نے ۲۴ھ میں اسے فتح کر لیا(طبری،ج۴،ص ۲۴۴) پھر وہاں سے معزول کرکے ۲۹ھ میں ابو موسی اشعری کے بعد بصرہ کا والی بنایا۔اس وقت اس کی عمر ۲۵ ،سال تھی۔یہ عثمان بن عفان کے ماموں زاد بھائی تھا۔(طبری،ج۴،ص ۲۶۴) اس نے فارس کو فتح کیا۔(طبری،ج۴،ص ۲۶۵) ۳۱ھ میں خراسان کی طرف روانہ

یحیٰبن حکم نے کہا: تم نے اپنے اس فعل سے قیامت کے دن اپنے اور محمدؐ کے درمیان پردہ حائل کردیا اور تم لوگ ایک امر پر کبھی بھی یکجا نہیں ہوگے اور ان کی شفاعت سے دور رہو گے۔یہ کہہ کر وہ اٹھا اور باہر چلا گیا۔(۱) دربار کی سجاوٹ کے بعد یزید جب دربار میں بیٹھا تو اس نے اہل شام کے اشراف کو بلایا اور وہ سب کے سب اس کے اطراف میں ادھر ادھر بیٹھ گئے پھر حکم دیا کہ علی بن الحسین زین العابدین(علیہ السلام) اور امام حسین(علیہ السلام) کی خواتین اور بچوں کو دربار میں لایا جائے۔حکم کی

ہوا اور " ابرشھو"، " طوس"،ابیورد اور نسا کو فتح کیا۔یہاں تک کہ سرخس پہنچ گیا اور اہل " مرو" سے صلح کی۔(ج۴،ص ۳۰۰) بصرہ میں زیاد بن سمیہ کو اپنا جانشین بنایا۔(طبری،ج۴،ص ۳۰۱) ۳۲ھ میں ابن عامر نے مرو،طالقان،فاریاب،گرگان اور طخارستان کو فتح کیا۔(طبری،ج۴،ص ۳۰۹)اسی طرح ہراہ اور بادغس کو بھی فتح کیا۔(طبری،ج۴،ص ۳۱۴) ۳۴ھ میں عثمان نے اس سے ان لوگوں کے سلسلے میں مشورہ لیا جو عثمان سے انتقام لینا چاہتے تھے تو اس نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو جنگ میں بھیج دو۔(طبری،ج۴،ص ۳۳۳) ۳۵ھ میں عثمان نے اسے خط لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو عثمان کے دفاع کے لئے آمادہ کرے۔ابن عامر نے عثمان کے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو لوگ فوراً عثمان کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے پھر وہ لوگ پلٹ گئے۔(طبری،ج۴،ص۳۶۸) ۳۵ھ میں عثمان قتل کئے گئے،اس وقت ابن عامر بصرہ کا حاکم تھا(طبری،ج۴،ص ۴۲۱) اور وہاں سے وہ حجاز آگیا اور طلحہ،زبیر،سعید بن عاص،ولید بن عقبہ اور بقیہ بنی امیہ بھی وہیں تھے؛ایک طویل گفتگو کے بعد ان کے بزرگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلیں لیکن بعض کی رائے یہ تھی کہ شام چلیں لیکن اسے ابن عامر نے رد کردیا اور کہا: شام سے تمہارے لئے وہ شخص کفایت کرے گا جو متدام اسی کے علاقہ میں ہو۔ان لوگوں کو طلحہ کی تمنا تھی اور عایشہ وحفصہ کا مثبت جواب ان کا پشت پناہ تھا لیکن عبداللہ بن عمر نے انھیں منع کر دیا تھا اور اس نے کہا: میرے ساتھ فلاں فلاں ہیں تو سب اس کے ساتھ آمادہ ہوگئے۔(طبری،ج۴،ص ۴۵۱) جنگ جمل میں یہ زخمی ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا۔(طبری،ج۴،ص۵۳۶) اسی کے ہمراہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کے لئے ایک وفد مدائن روانہ کیا تھا(طبری،ج۵،ص۱۵۹) پھر معاویہ نے اسے دوبارہ بصرہ کا والی بنا دیا(طبری،ج۵،ص ۲۱۲) اور اپنی بیٹی ہند بنت معاویہ سے اس کی شادی کردی۔اس نے زیاد کے ساتھ معاویہ کی نسبت پر اعتراض کیا تو معاویہ اس پر ناراض ہوگیا پھر یزید نے اس کی سفارش کی۔(طبری،ج۵،ص ۲۱۴) طبری نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ یزید نے کب اس کی بیٹی ہند سے شادی کی لیکن ظاہر یہی ہے کہ جب ابن عامر نے یزید کی بہن ہند سے شادی کی

Presented by Ziaraat.Com

ٹھیک اسی وقت یزید نے اس کی بیٹی سے شادی کی۔ اس عورت سے یزید کو ایک لڑکا بنام عبداللہ تھا۔ اور اس عورت کی کنیت ام کلثوم تھی۔ (طبری ،ج ۵، ص ۵۰) ۶۴ھ میں یزید کی ہلاکت اور بصرہ سے ابن زیاد کے فرار کے بعد اہل بصرہ کے ایک گروہ نے ابن زبیر کی ولایت سے ایک ماہ قبل اس کے بیٹے عبدالملک بن عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۷)

۱۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو حمزہ ثمالی نے قاسم بن نجیب کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۵)

تعمیل ہوئی اور خاندان رسالت کو دربار میں اس حال میں وارد کیا گیا کہ سب کے سب آپ لوگوں کو غور سے دیکھ رہے تھے پھر آپ لوگوں کو اس کے سامنے بیٹھا دیا گیا۔ اس نے خاندان رسالت کو اس بری حالت میں دیکھا تو کہنے لگا ابن مرجانہ کا خدا برا کرے ! اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت داری ہوتی تو وہ تم لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرتا اور اس حال میں نہ بھیجتا۔

پھر یزید نے علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: اے علی ! تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحم اور میرے حق کو پامال کیا اور حکومت پر مجھ سے جھگڑا کیا تو اللہ نے ان کے ساتھ وہی کیا جو تم نے دیکھا۔

یہ سن کے آپ نے یزید کو جواب دیا: '' مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَہَا... ''(۱)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انھیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہیں۔

یہ سنکر یزید نے جواب دیا: '' وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ''(۲) و(۳)

۱۔ سورہ حدید آیت ۲۲، ابو الفرج نے اس کے بعد ایک آیت کا اور اضافہ کیا.. '' ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لایحب کل مختال فخور'' (مقاتل الطالبیین) سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور پھر کہا ہے: علی بن الحسین اور ان کی خواتین کو رسیوں میں جکڑا گیا تھا تو علی (امام زین العابدین علیہ السلام) نے آواز دے کر فرمایا: ''یا یزید ماظنک برسول اللہ لو رآنا موثقین فی الحبال عرایا علیٰ أقتاب الجمال'' اے یزید رسول اللہ کے سلسلے میں تیرا کیا گمان ہے اگر وہ ہمیں رسیوں میں جکڑا اونٹوں کی برہنہ پشت پر دیکھیں گے تو ان پر کیا گذرے گی؟ جب امامؑ نے یہ جملہ فرمایا تو سب رونے لگے۔ (تذکرہ، ص ۲۶۲)

۲۔ سورہ شوریٰ آیت، ۳۰، ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ یزید نے پہلے اس آیت کو پڑھا پھر امام علیہ السلام نے سورہ حدید کی آیہ ۲۲ سے اس کا جواب دیا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۱ وارشاد، ص ۲۴۶، طبع نجف)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کا کرتوت ہے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔

فاطمہ بنت علی (علیہ السلام)(۱) سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: جب ہم لوگوں کو یزید بن معاویہ کے سامنے بیٹھایا گیا تو ایک سرخ پوست شامی جو یزید کے پاس کھڑا تھا بولا: اے امیر المومنین ! اسے مجھے ہبہ کر دیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف اشارہ کیا تو میں ڈر کر لرزنے لگی اور ذرا کنارے ہٹ گئی اور میں نے یہ گمان کیا کہ یہ کام ان کے لئے ممکن ہے اور میں نے اپنی بہن زینبؑ کے کپڑے کو پکڑ لیا جو عمر میں مجھ سے بڑی نیز مجھ سے زیادہ عاقل تھیں۔ انھیں معلوم تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا لہٰذا اس سے کہا: ''کذبت واللہ ولؤمت ! ماذالک لک ولا لہ !'' خدا کی قسم تو جھوٹا اور قابل ملامت ہے،

Presented by Ziaraat.Com

یہ حق نہ تو تجھے حاصل ہے نہ ہی یزید کو! یہ سن کر یزید غضبناک ہو گیااور بولا: خدا کی قسم تو جھوٹ بولتی ہے ؛ یہ حق مجھ کو حاصل ہے اور اگر میں اسے انجام دینا چاہوں تو انجام دے سکتا ہوں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا: ''کلاّ واللہ، ما جعل اللہ ذالک لک الاّ ان تخرج من ملتنا و تدین بغیر دیننا'' نہیں خدا کی قسم ہر گز نہیں، خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو ہمارے دین سے خارج ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔

یہ سن کر یزید آگ بگولا ہو گیا پھر بولا: تو مجھے دین کی تلقین کرتی ہے! دین سے خارج تو تیرے باپ اور بھائی تھے! حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے جواب دیا:'' بدین اللہ و دین أبي و أخي وجدي اھتدیت أنت و أبوک وجدک! ''خدا کے دین نیز میرے آباء واجداد اور بھائی کے دین سے تو نے اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے۔

یزید شدید غصہ کی حالت میں بولا: تو جھوٹ بولتی ہے اے دشمن خدا!

ا۔ طبری کی عبارت یہی ہے لیکن شیخ مفیدؒ نے ارشاد، ص ۲۴۶،اور سبط بن جوزی نے تذکرہ کے، ص ۲۶۴، پر فاطمہؑ بنت الحسینؑ ذکر کیا ہے۔اس کا مطلب ہوا حضرت زینبؑ پھوپھی تھیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا:''أنت أمیر مسلّط تشتم ظالماً وتقھر بسلطانک! ''تجھ سے کیا کہہ سکتی ہوں تو ایک مسلط اور سرپھرا بادشاہ ہے جو ظلم و ستم کے ساتھ برا بھلا کہہ رہا ہے اور اپنی سلطنت و بادشاہت میں قہر وستم کر رہا ہے۔یہ سن کرناچار یزید خاموش ہو گیا، پھر اس شامی نے اپنی بات کی تکرار کی: اے امیر المومنین یہ کنیز مجھے بخش دے! تو غصہ کے عالم میں یزید نے کہا: میرے پاس سے دور ہو جا،خدا تجھے موت دے! (۱) پھر حکم دیا کہ عورتوں کے لئے ایک علحٰدہ گھر قرار دیا جائے اور ان کے ہمراہ علی بن الحسینؑ بھی ہوں اور ان کے ہمراہ زندگی کی ضروریات موجود ہوں۔اس بنیاد پر سب کے سب اس گھر میں منتقل ہو گئے جو ان کے لئے قرار دیا گیا تھا۔جب خاندان رسالت کے یہ افراد وہاں پہنچے تو شام کی عورتیں روتی ہوئی ان کے استقبال کو آئیں اور حسین علیہ السلام پر نوحہ و ماتم کرنے لگیں اور اس نوحہ و ماتم کا سلسلہ تین دنوں تک جاری رہا۔

جب جناب زینب وزین العابدین علیہما السلام کا قافلہ مدینہ کی طرف جانے لگا تو یزید نے کہا: اے نعمان بن بشیر! سفر کے تمام اسباب اور ضروریات ان کے ساتھ کر دو، ان کے ہمراہ اہل شام کی ایک امین و صالح شخصیت کو روانہ کرو نیز ان کے ہمراہ سواروں اور مددگاروں کو بھی فراہم کرو تا کہ یہ انھیں مدینہ تک پہنچا دیں۔اس طرح خاندان رسالت کا قافلہ عزت واحترام کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ نکلا۔یہ لوگ ان لوگوں کے ہمراہ رات میں ساتھ ساتھ چلتے اور قافلہ کے آگے آگے اس طرح ہوتے کہ کسی طرح سے کوئی کوتاہی اور غفلت نہ ہونے پائے۔جہاں بھی یہ قافلہ اترتا تھا نعمان اور اس کے ساتھی ان کے اطراف سے جدا ہو جاتے تھے نیز ان کے نگہبان تمام راستہ میں ان کی ضرورتوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے جو ایک انسان کی روزمرہ کی حاجت ہوتی ہے مثلاً قضائے حاجت اور وضو وغیرہ۔راستہ بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور نعمان بن بشیر راستہ بھر قافلہ رسالت پر ملاطفت کرتا رہا اور ان سے ان کی ضرورتیں پوچھتا رہا۔(۲(

ا۔اس خبر کو طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۳۹۰(

Presented by Ziaraat.Com

۲۔حارث بن کعب نے فاطمہ سے نقل کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۶۱، مقاتل الطالبیین، ص۸۰،تذکرہ، ص۲۶۴ (

محترم قاری پر یہ بات واضح ہے کہ طبری کی نقل کے مطابق ابو مخنف نے نہ تو قید خانہ کا ذکر کیا ہے،نہ ہی قید خانہ میں مدت قیام کو ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس میں امام حسین علیہ السلام کی ایک بچی کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔اسی طرح قید سے رہائی اور اس کے اسباب،امام زین العابدینؑ سے یزید کی گفتگو اور پھر راستے میں کربلا ہو کر مدینہ جانا اور کربلا میں عزاداری وغیرہ کے واقعات اس تاریخ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ان تاریخی حقائق کی معلومات کے لئے قارئین کو لھوف، نفس المہموم اور مقتل کی دوسری معتبر کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے۔(مترجم (

اہل بیت کی مدینہ واپسی

Presented by Ziaraat.Com

اہل بیت کی مدینہ واپسی

جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ام لقمان(۱) خاندان بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ باہر نکل آئیں درحالیکہ وہ خود کو اپنے لباس میں لپیٹے ہوئے تھیں اور یہ دلسوز اشعار پڑھے جا رہی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبي لكم

ماذا فعلتم و أنتم آخر الأُمم

بعترتي و باهلي بعد مفتقدي

منهم أُساري و منهم ضرّجوا بدم(۲)

۱۔ شیخ مفیدؒ کا بیان ہے: ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم نے جب حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو سر پیٹتے ہوئے باہر نکل آئیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بہنیں ام ہانی، اسماء، رملہ اور زینب بھی تھیں جو عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم کی بیٹیاں تھیں۔ یہ سب کے سب شہداء کربلا پر نالہ وشیون کرنے لگیں اور" ام لقمان" یہ شعر پڑھنے لگیں...(ارشاد، ص۲۴۸) سبط بن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں واقدی سے ان اشعار کو زینب بنت عقیل سے نقل کیا ہے۔(تذکرہ، ص۲۶۷)

۲۔ طبری نے ان اشعار کو عمار دہنی کے حوالے سے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب محملوں کو جناب زینب اور زین العابدین علیہما السلام کے قافلہ کے لئے تیار کر دیا گیا اور قافلہ مدینہ تک پہنچ گیا تو جیسے ہی یہ قافلہ مدینہ پہنچا بنی عبد المطلب کی ایک خاتون اپنے بالوں کو پریشان کئے، ہاتھوں کو سر پر رکھے اس کوشش میں تھی کہ آستینوں سے اپنے چہرہ کو چھپا لے قافلہ سے روتی ہوئی آکر ملی اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم

ماذا فعلتم و أنتم آخر الامم

بعترتي و اہلی بعد مفتقدي

منهم أساری و منهم ضرجوا بدم

ماکان ھذا جزاءي اذ نصحت لکم

ان تخلفوني بسوء في ذوي رحمي

اے لوگو! اس وقت کیا جواب دو گے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہل بیت اور میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا

Presented by Ziaraat.Com

جبکہ تم آخری امت تھے؛ان میں سے بعض کو اسیر بنادیا اور بعض کو خون میں غلطاں کر دیا۔ اگر میں تم لوگوں کو یہ نصیحت کرتا کہ تم لوگ میرے بعد میرے قرابتداروں کے ساتھ بدسلوکی کرنا تب بھی ان کی پاداش یہ نہ ہوتی۔

اے لوگو! اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری عترت اور میرے گھرانے کے ساتھ کیا سلوک کیا تو تم کیا جواب دوگے ؟ جبکہ تم آخری امت تھے؛ تم نے ان میں سے بعض کو اسیر تو بعض کو خون میں غلطاں کر دیا۔

جب عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (۱) کو اپنے دونوں فرزند محمد اور عون کی شہادت کی خبر ملی تو لوگ انھیں تعزیت پیش کرنے کے لئے آنے لگے۔

عبداللہ بن جعفر نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا: ''الحمد للہ عزّوجل۔ علی مصرع الحسین (علیہ السلام) أن لا تکن آست حسینًا یدیّ فقد آساہ ولدیّ، واللہ لو شھدتہ لأحببت أن لا أفارقہ حتی أقتل معہ ! واللہ لمما یسخّي بنفسي عنھما ویھوّن علی المصاب بھما: انھما أصیبا مع أخي وابن عمیّ مواسین لہ، صابرین معہ'' (۲) و(۳)

۱۔ حلیمہ سعدیہ کی خبر کے راوی آپ ہی ہیں۔(طبری، ج۲، ص ۱۵۸) جعفر طیار کی شہادت کے بعد جب بقیہ لشکر جنگ موتہ سے پلٹا تو رسو خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلایا اور اپنے ہاتھوں پر آپ کو اٹھا کر نوازش کی۔(طبری، ج۳، ص ۴۲) آپ ہی نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ قیس بن سعد کو مصر سے معزول کر دیں اور آپ کے مادری بھائی محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا دیں۔(طبری، ج۴، ص ۳۶) آپ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔(طبری، ج۵، ص ۶۱) آپ امام حسن وامام حسین علیہما السلام کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کے کفن و دفن میں شریک تھے پھر انھیں لوگوں کے ہمراہ مدینہ لوٹ آئے تھے۔(طبری، ج۵، ص ۱۶۵) جب آپ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنا خط لے کر آئے تھے تو وہاں آپ کے بقیہ حالات گزر چکے ہیں۔

۲۔ سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمن بن عبید ابی کنود کے حوالے سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۶۶)

۳۔ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عوانہ بن حکم نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر حسین بن علی (علیہما السلام) قتل کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے عبدالملک بن ابی حارث سلمی کو بلایا اور اس سے کہا: تم یہاں سے عمرو بن سعید بن عاص کے پاس جاؤ (واضح رہے کہ عمرو بن سعید ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا) اور جا کر اسے حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشخبری دے دو۔ دیکھو تم سے پہلے کوئی دوسرا یہ خبر اس تک نہ پہنچائے۔ اس میں زیادہ دیر نہ لگانا اور اگر راستے میں تمہارا اونٹ کسی وجہ سے رک جائے تو دوسرا خرید لینا، اسکے دینار تم کو ہم دے دیں گے۔ عبدالملک کا بیان ہے: میں مدینہ پہنچا اور عمرو بن سعید کے پاس حاضر ہوا تو اس نے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا خبر ہے ؟ میں نے جواب دیا: ایسی خبر ہے جو امیر کو مسرور کر دے گی، حسین بن علی قتل کر

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خدائے عزوجل کی حمد وثنا ہے، اگر میرے دونوں ہاتھ حسین کی مدد ویاری نہ کر سکے تو میرے دونوں بیٹوں نے انکی مدد ونصرت فرمائی، خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو مجھے یہی پسند ہوتا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ انھیں کے ہمراہ قتل کر دیا جاؤں، خدا کی قسم جو چیز مجھے اپنے دونوں بیٹوں کے سوگ میں اطمینان بخشتی ہے اور ان کی مصیبتوں کو میرے لئے آسان کرتی ہے یہ ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی کے ناصر اور ان کے یار و مددگار تھے اور انکے ہمراہ صبر کرنے والوں میں تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

دیئے گئے تواس نے کہا: حسین کے قتل کا اعلان کر دو! میں نے ان کے قتل کا اعلان عام کر دیا۔ میں نے ایسی فریاد اور چیخ پکار کبھی نہ سنی تھی جیسی فریاد و گریہ وزاری حسین کے قتل کی خبر پر بنی ہاشم کی عورتوں کی سنی لیکن عمرو بن سعید ہنسنے لگا اور بولا :

عجّت نساء بنی زیاد عجۃ

کعجیج نسوتنا غداۃ الارنب (۱(

بنی زیاد کی عورتیں نالہ و شیون کر رہی ہیں جیسے ہماری عورتیں ارنب کی صبح میں گریہ وزاری کر رہی تھیں پھر اس نے کہا: یہ نالہ وفریاد عثمان بن عفان کے قتل پر نالہ وفریاد کے بدلہ میں ہے، اس کے بعد وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ شیخ مفیدؒ نے ارشاد ص ۲۴۷، طبع نجف پر اس کی روایت کی ہے۔ ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا: اے عمر! وہ خط کہاں ہے جس میں میں نے تم کو حسین کے قتل کا حکم دیا تھا؟ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں نے تمہارے حکم پر عمل کیا اور خط ضائع ہو گیا۔

عبیداللہ بن زیاد: تم کو وہ خط لانا پڑے گا۔

)۱(یہ شعر عمر بن معد یکرب زبیدی کا ہے۔ ان لوگوں نے بنی زبید کے بدلے میں بنی زیاد سے انتقام لیا تھا تو اس پر یہ شعر کہا تھا۔ سبط بن جوزی نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔(ص ۲۶۶) اور شعبی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا۔ اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور آپ کی ناک کے اوپری حصہ سے بے ادبی کرنے لگا (اگرچہ اس روایت کی قوت ثابت نہیں ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا سر مدینہ نہیں آیا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مروان مبارک باد دینے کے لئے مدینہ سے شام گیا ہو اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ مترجم بامشورہ محقق) اور بولا :

یا حبذا بردک فی الیدین

ولونک الأحمر فی الخدین

اے خوشا کہ تیرا سرد اور مردہ سر میرے دونوں ہاتھ میں ہے اور تیرا سرخ رنگ تیرے رخساروں پر ہے، پھر بولا: خدا کی قسم گویا میں عثمان کا زمانہ دیکھ رہا ہوں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ، ج۴، ص ۷۲ پر حقیقت سے اس طرح پردہ ہٹایا ہے: صحیح تو یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعید بن عاص کو خط لکھا جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مژدہ سنایا گیا تھا۔ اس نے اس خط کو منبر سے پڑھا اور اس کے

....

ساتھ مذکورہ شعر بھی پڑھے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: "یوم بیوم بدر" یہ دن روز بدر کا بدلہ ہے۔ یہ سن کر اصحاب کے ایک گروہ نے اس پر اعتراض کیا۔ اس مطلب کو ابو عبیدہ نے اپنی کتاب "مثالب" میں لکھا ہے۔

عمر بن سعد: وہ ضائع ہو گیا۔

عبیداللہ بن زیاد: خدا کی قسم تم کو اسے میرے پاس لانا ہو گا۔

Presented by Ziaraat.Com

عمر بن سعد: معذرت کے ساتھ، خدا کی قسم ہم سے جو شقاوت ہوئی ہے اسے مدینہ میں قریش کی بوڑھی عورتیں پڑھ رہی ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حسین کے سلسلے میں اتنے اخلاص کے ساتھ تم سے گزارش کی تھی کہ اگر اتنا اخلاص اپنے باپ سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کرتا تو میں ان کا حق ادا کر چکا ہوتا۔

عبید اللہ کے بھائی عثمان بن زیاد نے کہا: خدا کی قسم یہ سچ کہہ رہا ہے، میں تو یہ چاہتا تھا کہ خاندان زیاد کی کوئی فرد نہ بچے مگر یہ کہ قیامت کے دن اس کے ناک میں ایک نکیل ہو لیکن اس نے حسین کو قتل نہ کیا ہو۔

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن حیزوم کلبی نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے سنا ایک منادی ندا دے رہا تھا:

أیھا القاتلون جھلاً حسینا

أبشروا بالعذاب والتنکیل

کل أھل السماء یدعون علیکم

من نبی وملائک وقبیل

قد لعُنتم علی لسان بن داو

دوموسی وحامل الانجیل

اے نادان قاتلان حسین تم کو عذاب ورسوائی کی بشارت ہو، تمام اہل آسمان انبیاء، فرشتے اور سب کے سب تمہارے لئے بددعا کر رہے ہیں، داود، موسی اور صاحب انجیل کی زبان سے تم لوگ مورد لعنت ہو۔ اس خبر کو شیخ مفیدؒ نے ارشاد، ص ۲۴۸، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ، ص ۲۷۰، طبع نجف پر لکھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

واقعہ عاشورہ کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کے سر برآوردہ افراد کو بلایا اوران کی دل جوئی کرنے لگا لیکن حضرت حر کے فرزند عبید اللہ بن حر جعفی پر اس کی نگاہ نہیں پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد عبید اللہ بن حر آیا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے حر کے بیٹے کو دیکھ کر کہا: فرزند حر! تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا: میں مریض تھا تو ابن زیاد کہنے لگا: روح کے مریض تھے یا بدن کے؟ بیشہء شجاعت کے شیر دل فرزند عبید اللہ بن حر نے جواب دیا: ''أما قلبی فلم یمرض و أما بدنی فقد مَنَّ اللّٰہ علیّ بالعافیہ'' میری روح تو مریض نہیں ہوئی ہے، رہا سوال بدن کا تو خدا نے صحت دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔

یہ سن کر ابن زیاد نے اس سے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے تو ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھا۔

عبید اللہ بن حر نے جواب دیا: اگر میں تمہارے دشمنوں میں ہوتا تو وہاں میرا حضور تم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس گفتگو کے درمیان عبیداللہ بن زیاد کچھ دیر کے لئے فرزند حر کی طرف سے غافل ہو گیا تو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابن زیاد متوجہ ہوا اور ابن حر کو نہیں پایا تو پوچھنے لگا: فرزند حر کہاں ہے؟ حاشیہ نشینوں نے جواب دیا: وہ تو ابھی تھوڑی دیر قبل نکلا ہے۔

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: اسے میرے پاس لے آؤ۔

یہ سن کر اس کی پولس کے افراد فوراً باہر آئے اور ابن حر کے پاس پہنچ کر کہا: امیر نے تم کو بلایا ہے ان کے پاس چلو لیکن حر کے فرزند نے آنے کے بجائے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور کہا: تم لوگ اس تک میرا پیغام پہنچا دو کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی فرمانبردار ہو کر اس کے پاس نہیں آؤں گا۔

پھر وہ وہاں سے نکل گیا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا کربلا پہنچا اور وہاں یہ اشعار پڑھے:

يقول أمير غادر وابن غادر

ألا كنت قاتلت الشهيد ابن فاطمة

فيا ندمي أن لا أكون نصرته

ألا كل نفس لا تسدّد نادمة

واني لاني لم اكن من حماته

لذو حسرة ماان تفارق لازمة

سقي الله ارواح الذين تآزّروا

على نصره، سُقياً من الغيث دائمة

وقفتُ على أجداثهم ومجالهم

فكاد الحشا ينقضّ والعين ساجمة

لعمري لقد كانوا مصاليت في الوغى

سراعاً الى الهيجا حماة ضراغمة

فان يقتلوا فكلُّ نفس تقية

على الارض قد أضحت لذالك واجمة

وماان رأى الرّاؤون أفضل منهم

لدى الموت سادات وزُهراً قماقمة

أتقتلهم ظلماً وترجوا ودادنا

فدع خطة ليست لنا بملائمة

لعمري لقد راغمتمونا بقتلهم

فكم ناقم منّا عليكم وناقمة

Presented by Ziaraat.Com

أُطْهُمّ مرارًاان أسير بجحفل

الی ف ءۃزاغت عن الحق ظالمۃ

کفّواوالاذدتکم فی کتائب

اشد علیکم من زحوف الدیالمۃ(۱)و(۲(

۱۔عبدالرحمن بن جندب ازدی نے مجھ سے روایت کی ہے۔(طبری،ج۵،ص۴۶۹(

۲۔ضرب المثل میں ''دیلمیوں'' کاتذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ '' ساسانیوں'' کے سقوط کے بعد دفاعی جنگ میں انھوں نے بڑاز بردست حملہ کیاتھا۔ واضح رہے کہ ابن حر عثمانی مذہب تھےاور جب عثمان قتل کر دیئے گئے تو یہ کوفہ سے نکل کر معاویہ کے پاس گئےاوراسی کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہوگئے(طبری،ج۵،ص۱۲۸) امام کی شہادت کے بعد یہ کوفہ پلٹ آئے۔یہ حجر بن عدی کی گرفتاری کے وقت آرزو مند تھے کہ اگر دس یاپانچ آدمی بھی میری مدد کرتے تو میں حجراوران کے ساتھیوں کو نجات دلادیتا۔(طبری،ج۵،ص۲۷۱) امام حسین علیہ السلام نے انھیں اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو بہانہ کرکے کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں چلا تھامگر یہ کہ مجھے ناپسند تھاکہ میرا آپ سے سامنا ہوتواما م حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگرتم ہماری مدد نہیں کرناچاہتے ہوتونہ کرو لیکن اس دن خداسے خوف کھاؤ جس دن کہیں ان میں سے نہ ہو جاؤجو ہم سے جنگ کریں گے،خدا کی قسم کوئی ایسانہیں ہے کہ جو ہماری فریاد سنےاور ہماری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔(طبری،ج۵،ص۴۰۷) جب یزید مر گیا

پیمان شکن امیر اور فریب کاربیٹا کہتاہے کہ فاطمہ کے شہید لال سے جنگ کیوں نہ کی؟! ہائےافسوس کہ میں ان کی نصرت ومدد نہ کر سکا،حقیقت یہ ہے کہ جس کی فکر صحیح وسالم نہ ہواسے ندامت ہی اٹھانی پڑتی ہے،میں اس وجہ سے حسرت واندوہ میں ہوں کہ میں ان کی حمایت نہ کرسکااور یہ حسرت و ندامت مجھ سے جدانہیں ہوگی،خداان لوگوں کی ارواح کواپنی بے پایاں رحمتوں کی بارش سے سیراب کرے جنہوں نےان کی نصرت ومدد کاپوراپوراحق اداکیا،میں ان کے جسموں اوران کی آرامگاہ پراس حال میں کھڑاہوں کہ میری آنکھوں سے سیل اشک جاری ہے،قریب ہے کہ دل پاش پاش ہو جائے اور میں گرپڑوں،میری جان کی قسم وہ لوگ میدان جنگ میں ایسے بیش�ۂ شجاعت تھے کہ شیر سے زیادہ سرعت وتیزی کے ساتھ میدان فضل وشرف کی طرف گامزن تھےاور مدافع حق کی حمایت کرنے والے نیز شیر بیش�ۂ حق تھے،اگروہ شہید کردیئے گئے تواہل زمین کے تمام متقین ان کی شہادت پراندوہناک ہیں حقیقت نگراور تاریخ کامطالعہ کرنے والے افراد جتنی تحقیق کرناچاہیں کرلیں لیکن موت کے مقابلہ میں ان کے جیسا بہادر و ساونت نہیں پائیں گے،کیاتم ان کو ظلم وستم کے ساتھ قتل کرنے کے بعد ہم سے دوستی کی امید رکھتے ہو؟اپنی اس بری سازش کوکنارے رکھو یہ ہمارے افکارسے سازگار نہیں ہے،میری جان کی قسم ان کو قتل کرنے کے بعد تم لوگوں نے ہم سے دشمنی مول لی ہے،کتنے ہمارے مرداور کتنی ہماری عورتیں ہیں جنہیں تم لوگوں نے اپنے خلاف برانگیختہ کیاہے،

اورابن زیاد بھاگ گیا۔ادھر مختار قیام کے لئے اٹھے تو یہ سات سو سواروں کے ہمراہ مدائن کی طرف نکلےاور وہاں لوگوں سے مال لینے لگے تومختار نے کوفہ

Presented by Ziaraat.Com

میں ان کی بیوی کو قید کر لیا اور کہا: میں اس کے ساتھیوں کو ضرور قتل کروں گا تو یہ مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے اور مختار سے جنگ شروع کر دی۔(طبری، ج۵، ص۱۰۵)یہی وہ شخص ہے جس نے مختار کے قتل کے بعد مصعب کو مشورہ دیا کہ مختار کے ساتھیوں میں سے ان موالیوں کو قتل کر دو جو غیر عرب ہیں اور عرب نسل لوگوں کو چھوڑ دو لہذا مصعب نے ایسا ہی کیا۔(طبری، ج۵، ص۱۱۶)اس وقت مصعب خود اپنی زندگی سے اس کے حوالے سے خوف زدہ ہو گیا اور اسے قید کر دیا۔قبیلۂ مذحج کے ایک گروہ نے اس کی سفارش کی تو مصعب نے اسے آزاد کر دیا پھر اس نے مصعب پر خروج کر دیا (طبری، ج۵، ص۱۳۱)اور عبدالملک بن مروان سے ملحق ہو گیا۔اس نے اسے کوفہ کا گورنر بنا کر کوفہ لوٹایا۔وہاں ابن زبیر کا عامل موجود تھا۔عبیداللہ بن حر نے اس سے جنگ کی اور قتل کر دیا۔یہ ۶۸ھ کا واقعہ ہے۔(طبری، ج۵، ص۱۳۵) راہ کربلا میں منزل قصر بنی مقاتل کے پاس امام حسین علیہ السلام سے اس کی ملاقات کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔

ہمیشہ میں اس فکر میں ہوں کہ ایک لشکر جرار کے ہمراہ ان ظالموں کی طرف حرکت کروں جنھوں نے حق سے منہ موڑ کر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہے۔

اب بس کرو اور اپنے ظلم وستم سے ہاتھ کھینچ لو ورنہ تمہارے ظلم وستم کو دور کرنے کے لئے دیلمیوں سے سرسخت اور بہادر سپاہیوں کے ہمراہ تمہارے خلاف نبرد آزمائی کروں گا۔

خاتمہ

خدائے متعال کی رحمتوں کے صدقے میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات سے متعلق روایتیں جو تاریخ طبری میں ہشام کلبی سے منقول ہیں جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے اپنے راویوں اور محدثین سے نقل کیا ہے، تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ تمام ہوئیں۔یہ توفیق شامل حال رہی کہ تعلیقات کے لئے بھی ہم نے تاریخ طبری ہی کو پہلا منبع قرار دیا مگر یہ کہ اگر ہمیں تاریخ طبری میں کچھ نہیں ملا تو دوسری کتابوں کی طرف رجوع کیا۔والحمد للہ رب العالمین۔

سخن مترجم

خدا کا شکر کہ کتاب " وقعۃ الطف " کا ترجمہ محمد وآل محمد علیہم السلام کی مدد سے تمام ہو گیا۔خداوند عالم سے دست بہ دعا ہوں کہ اس کوشش کو قبول فرما لے اور ہمارا یہ فعل امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خوشنودی اور ان کے ظہور میں تعجیل کا سبب قرار پائے تاکہ وہ آکر تاریخی حقائق سے پردہ ہٹائیں اور ان کی موجودگی میں ہم مصائب محمد وآل محمد علیہم السلام سن کر مثاب ہوں۔آمین یارب العالمین بحق محمد وآلہ الطاہرین

العبد

سید مراد رضا رضوی

۶،رجب المرجب ۱۴۲۶ ہجری۔

Presented by Ziaraat.Com

فہرست منابع

۱۔ابصار العین فی انصار الحسین، شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی، طبع نجف

۲۔الارشاد لمعرفۃ حجج اللہ علی العباد، محمد بن محمد بن نعمان العکبری بغدادی ابن المعلم معروف بہ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ ء طبع نجف

۳۔اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، متوفی ساتویں صدی ہجری

۴۔الاصابہ فی تمیز صحابہ، ابن حجر عسقلانی فلسطینی، نویں صدی ہجری

۵۔الاعلام، خیر الدین زرکلی

۶۔اعلام الوری بالاعلام الھدی، فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ ق

۷۔الاغانی، ابوالفرج اصفہانی

۸۔امالی شیخ صدوق، محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی، متوفی ۳۸۱ھ ء طبع بیروت

۹۔بصائر الدرجات، محمد بن حسن صفار قمی

۱۰۔تاریخ امم والرسل والملوک (معروف بہ تاریخ طبری)، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ ء طبع دار المعارف قاہرہ

۱۱۔تاریخ یعقوبی، احمد بن واضح بن یعقوب، متوفی ۲۸۴، طبع نجف

۱۲۔تاسیس الشیعۃ الکرام لعلوم الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع بغداد

۱۳۔تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان قایماز ترکمانی، متوفی ۷۴۸ھ

۱۴۔تذکرۃ خواص الامۃ بخصائص الائمۃ (معروف بہ تذکرۃ الخواص)، سبط بن جوزی حنبلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف

۱۵۔تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، محمد بن حسن حر عاملی، متوفی ۱۱۰۴ھ ق

۱۶۔تقریب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی مصری شافعی، ۸۵۲ھ

۱۷۔تنزیہ الانبیاء، محمد بن علی بن حسین موسوی بغدادی معروف بہ سید مرتضیٰ، متوفی ۴۳۶، طبع بغداد، آفسٹ بصیرتی

۱۸۔تنقیح المقال، شیخ عبداللہ مامقانی، طبع نجف

۱۹۔تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، متوفی ۸۵۲ھ

۲۰۔جامع الرواۃ وازاحۃ الاشتباہات عن الطریق والاسناد، محمد بن علی اردبیلی غروی حائری

۲۱۔الجرح والتعدیل، محمد بن ادریس رازی

۲۲۔خصائص الحسینیہ، شیخ جعفر بن حسین شوشتری

۲۳۔الخلاصہ، محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر اسدی حلی، طبع نجف

Presented by Ziaraat.Com

۲۴۔ خصال، شیخ صدوق، محمد بن علی، متوفی ۳۸۱

۲۵ ۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال

۲۶۔ الدلایل والمسائل، ھبۃ الدین شہرستانی، ۱۹۶۷م

۲۷۔ ذیل المذیل، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، طبع آستانہ

۲۸۔ رجال الشیخ، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۴۶۰ھ طبع نجف

۲۹۔ رجال کشی (اختیار معرفۃ الرجال، اصل کتاب بنام معرفۃ الرجال شیخ کشی کی جو تیسری صدی ہجری کے عالم تھے اور اس کا اختیار شیخ طوسی کے رشحات قلم میں شمار ہوتا ہے)، طبع نجف

۳۰۔ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور بہ سیرۃ النبی، عبدالملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ق

۳۱۔ شرح نہج البلاغہ، عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید مداینی بغدادی معتزلی شافعی، متوفی ۶۵۶، طبع قاہرہ مصر

۳۲۔ الشیعہ وفنون الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع قاہرہ، مصر

۳۳۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ

۳۴۔ طبقات الکبری، محمد بن سعید کاتب واقدی، متوفی ۲۲۰

۳۵۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، احمد بن علی بن عنبہ، متوفی ۸۲۸ق

۳۶۔ فرج المہموم، علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاووس حسنی حلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف

۳۷۔ فوات الوفیات، محمد بن شاکر کتبی، متوفی ۷۶۴ھ

۳۸۔ الفہرست، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۴۶۰ھ طبع نجف

۳۹۔ فہرست لابن الندیم، محمد بن اسحاق بن ندیم بغدادی، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع رضا تجدد، تہران

۴۰۔ فہرست اسماء مصنفی الشیعہ، احمد بن عباس نجاشی، متوفی ۴۵۰ھ طبع حجر بمبئی، آفسٹ داوری

۴۱۔ کافی، محمد بن یعقوب کلینی رازی، متوفی ۳۲۹ھ طبع آخوندی

۴۲ ۔ کامل الزیارات، ابوالقاسم جعفر بن قولویہ، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع حجر، نجف

۴۳ ۔ الکامل فی التاریخ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، ساتویں صدی ہجری

۴۴۔ الکتاب الکامل، مبرد ابوالعباس محمد بن یزید، متوفی حدود ۲۶۷ھ

۴۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، شیخ علی بن عیسیٰ اربلی بغدادی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع تبریز

۴۶۔ الکنی والالقاب، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع نجف

۴۷۔ لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور، ۷۱۱ق

۴۸ ۔ لسان المیزان، سبط بن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ

Presented by Ziaraat.Com

۴۹۔ مثیر الاحزان، شیخ ابن نما حلی، متوفی ۶۴۵ھ طبع نجف
۵۰۔ مجمع البحرین، فخر الدین طریحی نجفی، متوفی ۱۰۸۵ھ ـــــہ
۵۱۔ المراجعات، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰، طبع دار صادر، لبنان، شہید حسن شیرازی کے مقدمہ کے ساتھ
۵۲۔ مروج الذہب، علی بن حسین مسعودی بغدادی، متوفی ۳۴۶، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، طبع قاہرہ، مصر
۵۳۔ مسند احمد، احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۰ھ ـــــہ
۵۴۔ مطالب السوٴل فی مناقب آل الرسول، محمد بن طلحہ شافعی مصری، طبع مصر
۵۵۔ المطبوع مع التاریخ
۵۶۔ معالم العلماء، محمد بن علی بن شہر آشوب حلبی ساروی مازندرانی، متوفی ۵۸۸ھ طبع نجف
۵۷۔ معجم البلدان، یاقوت حموی، متوفی پانچویں صدی ہجری
۵۸ ۔ معجم مقاییس اللغۃ، ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا، متوفی ۳۹۵ھ ـــــہ
۵۹۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی
۶۰۔ مقاتل الطالبیین، ابوالفرج اصفہانی، طبع نجف
۶۱ ۔ مقتل الحسین، ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی، متوفی چھٹی صدی ہجری، طبع نجف
۶۲۔ مقتل الحسین وحدیث کربلا، سید عبدالرزاق موسوی مقرم نجفی، متوفی ۱۳۹۰ھ طبع سوم، آفسٹ بصیرتی
۶۳۔ مولفوا الشیعہ فی صدر الاسلام، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰ھ طبع صید، لبنان
۶۴۔ میزان الاعتدال، ذہبی، متوفی پانچویں صدی ہجری، طبع قاہرہ، مصر
۶۵۔ نفس المہموم، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع قم، بصیرتی
۶۶۔ وقعۃ صفین، نصر بن مزاحم منقری تمیمی، متوفی ۲۱۲ھ تحقیق ڈاکٹر عبدالسلام ہارون، طبع قاہرہ مصر، آفسٹ بصیرتی

Presented by Ziaraat.Com

فہرست مطالب

عنوان.. صفحہ

مقدمہ ناشر.. ۷

۱۔ گفتار مترجم.. ۹

۲۔ مقدمہ محقق.. ۱۲

۱۔ اسلام کا پہلا تاریخ نگار.. ۱۴

۲۔ کربلا.. ۱۵

۳۔ دوسری تاریخ.. ۱۶

۴۔ قدیم ترین سند.. ۱۸

۵۔ ابو مخنف.. ۲۰

۶۔ طبری اور خاندان ابو مخنف.. ۲۲

۷۔ نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف.. ۲۴

۸۔ ابو مخنف کی کتابیں.. ۲۷

۹۔ دو اہم نکات.. ۲۹

۱۰۔ مذہب و وثاقت.. ۳۰

۱۱۔ ہشام کلبی.. ۳۳

۱۲۔ کتاب مقتل الحسین.. ۳۵

۱۳۔ واضح غلطیاں.. ۳۸

۱۴۔ اسناد ابی مخنف.. ۴۴

۱۵۔ راویوں کے اسماء.. ۴۴

پہلی فہرست.. ۴۵

دوسری فہرست.. ۴۷

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فہرست.. ۵۴

چوتھی فہرست.. ۵۶

پانچویں فہرست.. ۶۸

چھٹی فہرست.. ۸۲

۳۔امام حسین علیہ السلام مدینہ میں.. ۹۰

۱۔معاویہ کی وصیت.. ۹۱

۲۔معاویہ کی ہلاکت.. ۹۵

۳۔یزید کا خط ولید کے نام.. ۹۷

۴۔مروان سے مشورہ.. ۱۰۵

۵۔قاصد بیعت.. ۱۰۵

۶۔امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس.. ۱۰۹

۷۔موقف ابن زبیر.. ۱۱۱

۸۔امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں.. ۱۱۲

۹۔محمد بن حنفیہ کا موقف.. ۱۱۳

۱۰۔مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کا سفر.. ۱۱۵

۴۔امام حسین علیہ السلام مکہ میں.. ۱۱۷

۱۔عبداللہ بن مطیع عدوی.. ۱۱۸

۲۔امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود.. ۱۱۹

۳۔کوفیوں کے خطوط.. ۱۲۰

۴۔امام حسین علیہ السلام کا جواب.. ۱۳۰

۵۔حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر.. ۱۳۱

۶۔راستے سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط.. ۱۳۲

۷۔مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب.. ۱۳۳

۵۔کوفہ میں جناب مسلم کا داخلہ.. ۱۳۴

۱۔اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط.. ۱۴۱

۲۔بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ.. ۱۴۶

Presented by Ziaraat.Com

۳۔ کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ.. ۱۴۸
۴۔ کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ.. ۱۴۹
۵۔ مسلم، ہانی کے گھر.. ۱۵۰
۶۔ معقل شامی کی جاسوسی.. ۱۵۲
۷۔ ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ.. ۱۵۴
۸۔ معقل جناب مسلم کے گھر میں.. ۱۵۵
۹۔ دربار میں ہانی کا احضار.. ... ۱۵۶.
۱۰۔ ہانی ابن زیاد کے دربار میں.. ۱۵۸
۱۱۔ ہانی، ابن زیاد کے روبرو.. ۱۵۹
۱۲۔ موت کی دھمکی.. ۱۶۲
۱۳۔ ہانی کے قید کے بعد ابن زیاد کا خطبہ.. ۱۶۵
۱۴۔ جناب مسلم (علیہ السلام) کا قیام.. ...... ۱۶۵
۱۵۔ اشراف کوفہ کی خیانت...... ....

Presented by Ziaraat.Com